وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت دے گا

(سورۃ نور)

اہلِ فکر و نظر کیلئے
خوبصورت علمی و تحقیقی تحفہ

# مسئلہ خلافت و شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

(از کتبِ شیعہ)

— تصنیف —


## حافظ محمد طیّب نقشبندی

فاضل عربی، فاضل قراءاتِ سبعہ و فاضل علوم اسلامیہ
مہتمم جامعہ رسولیہ اسلامک سنٹر مانچسٹر انگلینڈ
سرپرست جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور پاکستان

خلف الرشید محققِ اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ
مصنف تحفہ جعفریہ، عقائدِ جعفریہ، وفقہ جعفریہ وشارح موطا امام محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : مسئلہ خلافت وشانِ صحابہ

تصنیف : قاری حافظ محمد طیب نقشبندی

کتابت : دارالکتابت حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

الطبع الاوّل : نومبر 2000ء

تعداد : گیارہ سو

قیمت :

ناشر

فرید بک سٹال ، 38-اُردو بازار، لاہور، پاکستان

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر faridbooks@hotmail.com

اس کتاب میں مصنف نے جن اُمور پر قلم اٹھائی ہے، کوئی بھی اس بارے میں مزید تفصیل و تحقیق کے خواہش مند ہوں تو وہ مصنف سے براہِ راست اس پتہ پر رابطہ کر سکتے ہیں، ہر علمی رائے کا احترام کیا جائے گا، تاکہ میدانِ فکر ونظر میں نئی راہیں کھل سکیں۔

HAFIZ MUHAMMAD TAYYAB NAQSHBANDI
JAMIA RASOOLIA ISLAMIC CENTRE,
250 - UPPER CHORLTON ROAD OLDTRAFFORD,
MANCHESTER M16 OBL U.K.
TEL : 0044 0161 8813408

# فہرست مضامین

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |




| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |

# پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صحابہ کرام کی عظمت اور امامت وخلافت کا مسئلہ دو ایسے نازک موضوع ہیں جن پر شروع سے اہلِ سنت و اہلِ تشیع میں شدید اختلاف چلا آ رہا ہے اہل سنت کے نزدیک ہر صحابی رسول جنتی اور قابلِ صد تکریم ہے جب کہ اہلِ تشیع کے نزدیک تین صحابہ ابوذر غفاری، سلمان فارسی اور مقداد رضی اللہ عنہم کے سوا تمام صحابہ وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ کیوں کہ انھوں نے حضرت علیؓ کو چھوڑ کر ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کر لی تھی جبکہ حضرت علیؓ کی امامت وخلافت منصوص من اللہ تھی اور اس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ چونکہ عقیدۂ امامت کی وجہ سے اہل تشیع کو صحابہ کرام سے شدید اختلاف بلکہ بغض وکینہ ہے اس لیے وہ ان کا کردار اور سیرت مسخ کرنے کے لیے ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں۔ پیشِ نظر کتاب میں شیعہ کتب سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن وحدیث اور اقوال آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی روشنی میں صحابہ کی عظمت و مناقب اور ان پر عائد کیے جاتے والے الزامات کا رد پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مسئلہ امامت وخلافت کے متعلق شیعی عقائد کی انصاف و دیانت کے ساتھ خبر لی گئی ہے اور قبولِ حق کی دعوت دی گئی ہے۔ وما توفیقی اِلّا باللہ۔

احقر محمد طیب غفرلہٗ



# باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام قرآن وحدیث اور اقوالِ ائمہ اہلِ بیت کی روشنی میں اور صحابہؓ کے متعلق اہلِ تشیع کے باطل عقائد و مطاعن کا رد۔
(از کتبِ شیعہ)

# فصل اوّل

## قرآن وحدیث اور ارشاداتِ ائمہ اہلِ بیت کی روشنی میں عظمتِ صحابہ
(از کتبِ شیعہ)

## بحث اوّل: آیاتِ قرآنیہ

**پہلی آیت** (صحابہ کی ہجرتِ مدینہ کے متعلق)

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اور جہاد کیا اور جنھوں نے (انھیں) جگہ دی اور نصرت کی برحق مومن وہی ہیں، بخشش اور عزت کی روزی انہی کے لیے ہے (پارہ ١٠ رکوع ٦)۔
ترجمہ مقبول

علامہ طبرسی شیعہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین میں سب سے پہلے اپنا وطن اور گھر قربان کیا، مکہ سے مدینہ چلے آئے اور

دینِ حق کی سربلندی کے لیے جہادوں اور لڑائیوں میں حصّہ لیا۔ یعنی ہجرت اور جہاد سے اپنے ایمان کی تحقیق کر دی، یہی سچے مومن ہیں بخلاف ان کے جو دارِ شرک ہی میں ٹھہرے رہے۔ ؎۱

## دوسری آیت: صحابہ کی ہجرت مدینہ کے متعلق

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پارہ ۱۱ رکوع ۲)

اور مہاجرین و انصار میں سب سے پہلے (ایمان کی طرف) سبقت کرنے والے اور جنھوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی، خدائے تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔ اس نے ان کے لیے جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ (ترجمہ مقبول)

یہ آیت اور اس سے قبل والی آیت، یہ دونوں ان مہاجرین و انصار کی عظمتوں کا کھلا کھلا ثبوت ہیں جنھوں نے سب سے پہلے راہِ حق میں قربانیاں دیں۔

## تیسری آیت: جب خدا نے مدینہ کا انتخاب کیا

والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ پارہ ۱۴ رکوع ۱۲

اور جنھوں نے رضاءِ خدا میں، ہجرت کی بعد ازاں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم انھیں دنیا میں بہترین ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر اس سے بڑا ہے اگر وہ جانیں۔

؎۱ تفسیر مجمع البیان جلد دوم ص ۵۰۲ (تحفہ جعفریہ ۱/۳۰۷)



اس کے تحت علامہ طبرسی شیعہ لکھتا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے اپنا دین بچانے اور اپنے نبی کی اتّباع کے لیے رضاءِ خداوندی میں اپنا وطن گھر اور خاندان ترک کر دیا بعد ازاں کہ مشرکین انھیں مکّہ میں سخت اذیتیں دیتے تھے اور انھیں ان کے حقوق سے محروم کر ڈالا تھا۔ اللہ نے انھیں اس کے بجائے ایک اور بہترین شہر عطا کر دیا اور وہ مدینہ ہے۔ ؎۱

## چوتھی آیت: جب صحابہ نے بیعت رضوان کی

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحا قریبا۔ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۱)

بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے آگاہ ہے پھر اس نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایک قریب کی فتح سے بدلہ عطا فرمائے گا (ترجمہ مقبول)۔

اس کے تحت تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان دونوں کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے بیعت حدیبیہ مراد ہے۔ صحابہ نے وہاں کیکر کے درخت کے نیچے ایک ایک کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر یہ بیعت کی تھی کہ ہم راہِ حق میں اپنا خون بہانے کے لیے حاضر ہیں۔ اللہ نے ان سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا اسی لیے اسے بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔ اور اللہ نے صحابہ کے خلوصِ دل اور ان کے صبر و وفا کو دیکھ کر ان کے دلوں میں سکونت

؎۱ مجمع البیان جلد سوم ص ۳۶۱ (تحفہ جعفریہ ۱/۲۹۹)

اور رحمت نازل فرمائی۔[1] یہاں تفسیر منہج الصادقین کے یہ الفاظ سنہری حروف کے ساتھ لکھے جانے کے قابل ہیں" وحضرت فرمود یک کس بدوزخ نرود ازاں مومناں کہ زیر درخت ثمرہ بیعت کردند" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن مومنین نے کیکر کے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں ہرگز نہیں جائے گا۔

## پانچویں آیت: قرآن درمدح یاران نبیؐ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ ذٰلک مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت منھم مغفرۃ واجرا عظیما۔ پارہ ۲۶ رکوع ۱۶

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ان کے ساتھی کفار کے لیے سخت اور باہم بہت نرم ہیں۔ تم انھیں رکوع وسجود میں اللہ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے پاؤ گے۔ ان کے ماتھوں پر آثار سجدہ نمایاں ہیں۔ یہ مثال ان کی تورات میں ہے اور انجیل میں، ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے کہ جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ اب کھیتی والے کو خوش کرتی ہے تاکہ ان سے کفار کو غیظ وغضب دلائے۔ اللہ نے ان میں ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

ان آیات کے ابتدائی حصّہ کی تشریح علامہ طبرسی شیعہ نے یہ کی ہے کہ اللہ

[1] منہج الصادقین جلد ۸ صفحہ ۳۶۵ ۔ مجمع البیان جلد ۵ صفحہ ۱۱۶ (تحفہ جعفریہ ۳۰۳-۳۰۲)



نے سب سے قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ان کی رسالت بیان فرمائی تاکہ کوئی شک باقی نہ رہے پھر ان کے ساتھیوں کی تعریف بیان فرمائی اور حقیقتاً وہ کفار پر اتنے سخت تھے کہ ان جیسے کپڑے نہیں پہنتے تھے اور نفرت کی وجہ سے اپنا بدن ان کے بدن سے لگنے نہ دیتے تھے۔ مگر آپس میں وہ جب بھی ملتے بغلگیر ہو جاتے۔ حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ ان کی پیشانیاں روز قیامت سجدے کے اثر سے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتی ہوں گی۔[1]

جبکہ آخری حصّے کی تشریح میں مُلّا کاشانی شیعہ لکھتا ہے کہ دانہ زمین میں سے ایک کونپل کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اس وقت اس کی شاخیں اور پتے بیحد کمزور ہوتے ہیں پھر آہستہ آہستہ ان میں قوت وجسامت آجاتی ہے جیسے دیکھ کر کھیتی والا کسان خوش ہوتا اور متعجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ شروع میں بہت ناتواں اور کمزور تھے پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انھیں قوت مل گئی۔ اہل بیت اور صحابہؓ کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین مضبوط ہو گیا تو کھیتی آپؐ ہیں اور اس کی شاخیں اور پتے آپؐ کے صحابہؓ ہیں۔[2]

## چھٹی آیت: تمام صحابہؓ سے وعدۂ جنّت

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنٰی واللہ بما تعملون

تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے (راہ خدا میں) خرچ کیا اور جہاد کیا وہ برابر نہیں ہو سکتا ایسے لوگوں سے جنھوں نے بعد فتح خرچ کیا اور جہاد کیا درجہ میں کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اللہ نے اجر نیک کا وعدہ تو

[1] مجمع البیان جلد پنجم صفحہ ۱۲۷ (تحفہ جعفریہ ۳۰۱) [2] منہج الصادقین جلد ہشتم صفحہ ۳۸۹ (تحفہ جعفریہ ۳۱۳)

خبیر۔ پارہ ۲۷ رکوع ۱۷

سب ہی سے کیا ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے (ترجمہ مقبول)

علامہ طبرسی شیعہ نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ (ان القتال قبل فتح المکۃ کان اشد الحاجۃ النفقۃ کان اکثر) فتح مکہ سے قبل جہاد بے حد مشکل تھا اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی شدید حاجت درپیش تھی۔ اس لیے ان لوگوں کا ثواب بعد فتح میں ایمان لا کر جہاد اور انفاق کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ پھر اللہ نے وعدۂ آخرت میں سب کو برابر کرتے ہوئے سب کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا۔[۱]

ہم نے صرف چھ آیات بطور نمونہ پیش کر دی ہیں ورنہ قرآن کریم کا ایک عظیم حصہ صحابہ کرامؓ کی عظمتوں پر مشتمل ہے تفصیل کے لیے تحفہ جعفریہ جلد اول کا مطالعہ فرمائیں۔ مذکورہ آیات اور ان کی شیعی تفسیر پڑھنے کے بعد ان صحابۂ کبار کے اخلاص و ایمان میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے جنھوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں جا ڈیرہ لگایا تھا پھر ہر قدم پر قربانیاں پیش کرتے رہے سیدنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں سرِفہرست ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ نے معیتِ رسولؐ میں ہجرت کی۔ عمر فاروقؓ کا یہ امتیاز ہے کہ انھوں نے ڈنکے کی چوٹ پر کھلے عام ہجرت کی اور عثمان غنیؓ نے دخترِ رسولؐ کو ساتھ لے کر پہلے حبشہ کو، ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کو۔ پھر ایسے لوگوں کو برا کہنا قرآن کی مخالفت نہیں؟

---

[۱] مجمع البیان جلد پنجم ص ۲۳۲ (تحفہ جعفریہ ۳۶۲/۱)



# دوسری بحث: احادیث نبویہ اور عظمتِ صحابہؓ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و فضیلت کے متعلق شیعہ کتب سے ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرنے سے قبل شیعہ کتب ہی سے صحابہ کرام کے تقویٰ اور عشقِ رسولؐ کی دو جھلکیاں پیش کر دینا مناسب رہے گا۔

## صحابہؓ کا تقویٰ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار وعظ فرمایا اور قیامت کا ذکر کیا، صحابہؓ سن کر رو پڑے۔ چنانچہ اس وعظ سے متاثر ہو کر ان میں سے دس صحابی حضرت عثمان بن مظعون کے گھر جمع ہوئے جن میں حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذر غفاریؓ سالم مولیٰؓ ابی حذیفہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، مقداد بن اسودؓ، سلمان فارسیؓ اور معقل بن مقرنؓ شامل تھے۔ انھوں نے باہم اتفاق کر لیا کہ آئندہ دن کو روزہ رکھا کریں گے، رات عبادت میں گزارا کریں گے، بستر پر سونا ترک کر دیں گے گوشت اور لذیذ غذائیں نہیں کھائیں گے اور عورتوں اور خوشبو کے قریب نہ بھٹکیں گے الغرض دنیا سے کنارہ کش ہو جائیں گے اور بعض نے اپنے اعضائے تناسل کاٹنے تک کا ارادہ کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ نے انھیں بلا کر فرمایا اے دوستو! تمھاری جان کا بھی تم پر کچھ حق ہے روزے ضرور رکھو مگر درمیان میں افطار بھی کرو۔ رات کو عبادت کرو مگر کچھ حصہ سو بھی لو، میں رات کو عبادت کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ روزے رکھتا ہوں تو کچھ ناغے بھی کر لیتا ہوں میں گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں تم میری سنت پر عمل کرو، ورنہ مجھ سے کٹ جاؤ گے۔[۱]

---

[۱] مجمع البیان جلد دوم ص ۲۳۵ (تحفہ جعفریہ ۳۶۹/۱)

## صحابہؓ کا عشقِ رسولؐ

مقام حدیبیہ میں کفارِ قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود گفتگو کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کچھ دیر وہ آپؐ کے پاس رہا، اِس دوران اُس نے صحابہ کرام کے اپنے نبیؐ سے والہانہ پیار اور عشق کے عجیب مناظر دیکھے، اس نے دیکھا کہ جب آپؐ صحابہؓ کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ لپک کر اس کو پورا کرتے ہیں اور جب آپؐ وضوء کرتے ہیں تو وہ آپؐ کا غسالہ مبارک حاصل کرنے کو آپس میں جھگڑ پڑتے ہیں اور لڑائی تک نوبت آجاتی ہے۔ جب آپؐ بات کرتے ہیں تو ان سب کی آوازیں دب جاتی ہیں اور کوئی آپؐ کی طرف نظر بھر کر دیکھتا نہیں کہ یہ چیز ان کے نزدیک خلافِ ادب ہے۔ عروہ نے واپس آکر قریش سے کہا۔ بخدا میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں مگر جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ان کی تعظیم بجالاتے ہیں، ایسی تعظیم میں نے دنیا کے کسی شہنشاہ کی بھی نہیں دیکھی۔ [1]

## اہلِ بدر کی مغفرت کا اعلان

فتح مکہ سے قبل ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ سے ایک خطا ہوئی، انھوں نے قریش کو ایک خط لکھ دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ ان کا یہ خط آشکارا ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ ان کی گردن اڑا دیں۔ آپؐ نے فرمایا عمر! جانتے ہو حاطب بدری صحابی ہے

| | |
|---|---|
| وَمَا يُدْرِيْكَ يَا عُمَرُ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ | اے عمر! تم کیا جانو، اللہ نے اہلِ بدر کی طرف |
| عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَغَفَرَ لَهُمْ فَقَالَ | نظرِ رحمت فرمائی اور انھیں بخش دیا۔ اور |
| لَهُمْ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ | فرمایا تم جو چاہو عمل کرو تحقیق میں نے |

[1] مجمع البیان جلد پنجم ص۱۱۷ (تحفہ جعفریہ ص۳۴۴/۱)



| | |
|---|---|
| غَفَرْتُ لَكُمْ۔ | تمھیں بخش دیا ہے۔ [1] |

یاد رہے کتب اہل سنت میں سے بخاری، مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں حضرت علیؓ سے، سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے اور مسلم میں ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے اہل بدر کی مغفرت کے بارہ میں مذکورہ حدیث مروی ہے۔ دار قطنی میں حضرت ابی بکرؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں بَشِّرْ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا بِالْجَنَّةِ۔ بدر میں حاضر ہونے والوں کو جنت کی بشارت دے دو (کنز الاعمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۵ ص۸۹)

بدر میں ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ بلکہ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنائے جانے والے عریشہ میں آپ نے اپنے ساتھ مشورہ کے لیے حضرت ابوبکرؓ ہی کو رکھا تھا۔ [2] اہلِ تشیع اس کے باوجود ان یارانِ نبیؐ کے بارہ میں دل صاف کیوں نہیں رکھتے اللہ ہی سے دعا ہے کہ وہ سب کے دل کے عقدے کھول دے۔

## صحابی کی ایک سیر جَو خیرات اُمّت کے اُحد پہاڑ جتنے سونے کے برابر ہے

علامہ کاشانی شیعہ آیتِ مبارکہ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ الخ کے تحت وہ مشہور حدیث نقل کرتا ہے جو صحابہ کرام کے منصبِ عالی پر خوب روشنی ڈالتی ہے۔ کہتا ہے۔ حضرتِ رسالت در حقِ ایشان فرمود۔

| | |
|---|---|
| لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُمْ مِثْلَ | اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا |
| اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ | راہ خدا میں خرچ کرے تو میرے صحابہ میں سے |

[1] مجمع البیان جلد ۵ ص۲۷۹، منہج الصادقین جلد ۹ ص۲۴۲ زیر آیت لا یتخذوا عدوی الخ۔
ناسخ التواریخ حالات پیغمبر خدا جلد ۱ ص [2] ناسخ التواریخ حالات پیغمبر جلد ۲ ص

وَلَا نَصِيْفَہٗ کسی ایک کے ایک مُد بلکہ نصف مُد (اناج) خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔[1]

یہ حدیث کتب اہل سنت میں سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ اُن میں سے کسی کے ایک مُد یا نصف مُد کے برابر بھی نہیں پہنچتا۔

مسلمانو! آج ساری دنیا کا سونا جمع کیا جائے تو اُحد پہاڑ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ ہوا کہ ساری امت مل کر اعمالِ صالحہ میں اپنا پورا زور صرف کر دے پھر بھی ایک صحابی کی ادنیٰ سی نیکی کا ثواب نہیں حاصل کر سکتا چہ جائیکہ انھیں بُرا کہا جائے۔

## ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اَے اللہ مہاجرین وانصار پر رحمت فرما

غزوۂ خندق میں صحابہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی میں ہمہ تن مصروف ہیں تو انھیں جوش پیدا ہوا تو وہ یہ کہنے لگے :۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ     لَذَالِكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کام کریں تو یقیناً ہمارا یہ عمل گمراہی میں ہو گا

صحابہ رضؓ نے جب یہ شعر پڑھا تو زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ الفاظ بے ساختہ شعری شکل اختیار کر گئے :۔

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةْ     اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

---

[1] منہج الصادقین جلد ۹ صـ۱۷ (تحفہ جعفریہ ۳۶۶)



اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ اے اللہ مہاجرین وانصار پر رحمت فرما۔[1]
یاد رہے یہ حدیث تفصیلاً بخاری شریف کتاب المغازی باب غزوۃ الاحزاب جلد دوم صـ۵۸۸ طبع کراچی میں موجود ہے۔

## ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابی، تابعی اور تبع تابعی سب خوش نصیب

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِيْ وَطُوْبٰى     مبارک ہے اُسے جس نے مجھے دیکھا یا مجھے
لِمَنْ رَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ وَطُوْبٰى     دیکھنے والے کو دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کے
لِمَنْ رَاٰى مَنْ رَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ۔     دیکھنے والے کو دیکھا۔[2]

## میرے صحابہ رضؓ کو گالی دینے والا کافر ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے گالی دی وہ کافر ہے اور جس نے میرے اصحاب کو گالی دی وہ بھی کافر ہے اور جو انھیں گالی دے اُسے کوڑے لگاؤ۔[3]

یاد رہے اس مضمون کی حدیث کتب اہل سنت میں سے طبرانی کبیر میں حضرت علی رضؓ سے مروی ہے جبکہ اس سے قبل والی حدیث طبرانی کبیر ہی میں حضرت عبداللہ بن بُسر سے مروی ہے۔

یہ احادیث ان لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں جو مقداد، ابوذر اور سلمان فارسی کے علاوہ تمام صحابہ کو صرف اس بنا پر (معاذاللہ) مرتد قرار

---

[1] مناقب آلِ ابی طالب جلد اول صـ۱۸۵، ناسخ التواریخ حالاتِ پیغمبر جلد ۲ صـ (تحفہ جعفریہ ۳۷۶)
[2] قرب الاسناد صـ، بحار الانوار جلد ۲۲ صـ۳۰۵ (تحفہ جعفریہ ۲۸/۳)
[3] جامع الاخبار فصل ۱۲۵ صـ۱۸۲ (تحفہ جعفریہ ۳۲/۳)

دیتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رض کو چھوڑ کر ابوبکر رض صدیق کی بیعت کیوں کر لی تھی جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

## تیسری بحث: حضرت علی رض اور دیگر ائمہ اہل بیعت کے ارشاداتِ عالیہ در عظمتِ صحابہ رض

### ارشاداتِ حضرت علی رض:۔

(۱) لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَمَا اَرٰی اَحَدًا یُشْبِہُھُمْ مِنْکُمْ۔ — میں نے اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تم میں سے کوئی بھی تو ان کی نظیر دکھائی نہیں دیتا۔

آگے آپ فرماتے ہیں "صبح اٹھتے ہوئے ان کے الجھے ہوئے بال اور غبار آلود چہرے ان کے رات بھر مصروفِ عبادت رہنے کی غمازی کیا کرتے تھے، ان کی راتیں قیام و سجود میں گزرتیں، وہ ذکرِ آخرت میں ایسے ہو جاتے جیسے تنِ خرما، کثرتِ سجود کے باعث ان کی پیشانیوں پر ایسے نشان پڑ گئے تھے جیسے بکریوں کے زانو۔ ذکرِ الٰہی سے ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور جیب و دامن کو تر بتر کر دیتیں، وہ خوفِ عقوبت و امیدِ ثواب میں ایسے لرزتے تھے جیسے آندھی میں درخت لہراتے ہیں"۔ [1]

(۲) حضرت علی مرتضیٰ رض اپنے دورِ خلافت میں اپنے گرد اکٹھے ہوتے والے ان مفاد پرست کوفیوں سے اظہارِ بیزاری کرتے ہیں جو اچھے عزائم کے مالک نہ تھے اور صحابہ کو یاد کر کے فرماتے ہیں

"اب تو میری دعا ہے اور میں اسی بات کو پسند رکھتا ہوں کہ پروردگارِ عالم میرے اور تمھارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملا دے جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار تھے۔ اُن لوگوں کی آراء اور تدبیریں مبارک تھیں۔ اور

۱؎ نہج البلاغہ خطبہ ۹۷ ص ۱۴۳ (تحفہ جعفریہ ۳۴۱)



حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے۔ وہ راست گفتار اور بغاوت و جور و ستم کے دشمن تھے۔ وہ راہِ حق پر ڈٹے رہے۔ وہ دارِ بقا میں کامیابی پا گئے اور کرامتِ دائمی سے سرفراز ہو گئے"۔ [1]

(۳) صحابہ کرام ہی کی یاد میں آپ یوں بے قرار ہو کر فرماتے ہیں:۔

"کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا تو اسے قبول کر لیتے تھے، وہ قرآن کو پڑھ کر اس پر مضبوط اعتقاد قائم کیا کرتے۔ وہ دین سے یوں محبت رکھتے جیسے ماں بیٹے سے، وہ شمشیر بکف گروہ در گروہ اطرافِ زمین پر چھا جاتے، پھر کچھ شہادت پا لیتے اور کچھ بچ رہتے۔ مگر نہ زندہ رہنے والوں کو زندگی کے بچنے کی خوشی ہوتی اور نہ مرنے والوں پر آنسو بہائے جاتے۔ یادِ الٰہی میں گریہ کرنے سے ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ مسلسل روزے رکھنے سے پیٹ لاغر ہو گئے تھے۔ کثرتِ دعا سے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ کثرتِ شب بیداری سے ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے اُولٰٓئِکَ اِخْوَانِی الذَّاھِبُوْنَ وہ تھے میرے بھائی جو دنیا سے چلے گئے۔ ہم پر لازم ہے کہ ان کی ملاقات کے پیاسے رہیں اور ان کی جدائی پر ہاتھوں کو کاٹا کریں"۔ [2]

(۴) صحابہ کرام کی یاد میں حضرت علی رض داڑھی مبارک پکڑ کر رویا کرتے اور فرماتے:۔

اَیْنَ اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ رَکِبُوا الطَّرِیْقَ وَمَضَوْا عَلَی الْحَقِّ۔ — کہاں ہیں وہ میرے بھائی، جو راہِ خدا میں سوار ہوئے اور حق پر جان کی بازی لگا گئے

پھر فرماتے "کہاں ہیں حضرت عمار! کہاں ہیں حضرت ابن تیہان رض! کہاں ہیں وہ دو شہادتوں والے (حضرت خزیمہ رض) اور کہاں ہیں ان جیسے اُن کے دوسرے

۱؎ نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۱ ص ۱۷۴ (تحفہ جعفریہ ۳۳۵)
۲؎ نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۱ ص ۱۷۷ (تحفہ جعفریہ ۳۳۶)

بھائی جو راہِ حق میں جان کی بازی لگانے پر باہم عہد کر چکے تھے "۔ پھر آپ نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور دیر تک روتے رہے، پھر فرمایا "آہ! وہ میرے بھائی! جنھوں نے قرآن پڑھا تو اسے محکم کر دیا اور فرائض میں تدبر کیا تو انھیں قائم کر دکھایا۔ وہ سنتوں کو جلایا اور بدعتوں کو مٹایا کرتے "۔ [1]

(۵) حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کو ان کی بے وفائی اور بزدلی پر شرم دلاتے ہوئے فرماتے :-

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ | ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں |
| صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقْتُلُ اٰبَآءَنَا | اپنے (کافر) باپ دادوں، بیٹوں اور بھائیوں |
| وَاَبْنَآءَنَا وَاِخْوَانَنَا۔ | کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا کرتے تھے۔ |

آگے آپ فرماتے ہیں۔ مگر یہ بات ہمارے ایمان، صبر، بردباری اور شوقِ جہاد میں مزید اضافہ کر دیتی، جب اللہ نے ہمارا صدق دیکھا تو ہمارے دشمن (قریش مکہ) کو ذلیل کیا اور ہمیں کامیابی عطا فرما دی تا آنکہ دین مستحکم و مضبوط ہو گیا اور مجھے جان کی قسم! اگر ہم بھی وہی کچھ کرتے جو تم کر رہے ہو تو دین کا ستون کبھی کھڑا نہ ہو پاتا۔ [2]

(۶) آخر میں ہم حضرت علیؓ کا ایک فیصلہ کن قول نقل کرتے ہیں جو سیرتِ صحابہ کرامؓ پر ڈالے جانے والے تمام غبار دور کر دیتا ہے شیعوں کا عظیم علامہ ملا باقر مجلسی شیعوں ہی کے شیخ الطائفہ علامہ طوسی سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: میں تمھیں صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں۔

| | |
|---|---|
| لَا تَسُبُّوْهُمْ فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ | صحابۂ رسولؐ کو برا بھلا مت کہو، آخر وہ تمھارے |

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۲ ص ۲۶۴ (تحفۂ جعفریہ ۱۷۱/۳) [2] نہج البلاغہ خطبہ ۵۶ ص ۹۱



| | |
|---|---|
| نَبِيِّكُمْ وَهُمْ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ | نبی کے ساتھی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے |
| لَمْ يَبْتَدِعُوْا فِي الدِّيْنِ شَيْئًا | دین میں کوئی نئی چیز داخل نہ کی اور نہ کسی بدعتی |
| وَلَمْ يُوَقِّرُوْا مُبْتَدِعًا نَعَمْ اَوْصَانِيْ | کو عزت دی۔ ہاں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰؤُلَاءِ۔ | نے ایسی ہی وصیت فرمائی تھی۔ [1] |

پیچھے بابِ امامت میں آپ کا یہ ارشاد بھی گزر چکا ہے کہ خلیفہ کا انتخاب مہاجرین و انصار صحابہ کا کام ہے۔ جب وہ باہمی اتفاق سے کسی کو خلیفہ بنا دیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ امام قرار پاتا ہے (دیکھیے نہج البلاغہ خطبہ ۶ ص ۳۶۷)

## حضرت علیؓ سے امام جعفر تک تمام ائمہ اہل بیت کا عقیدہ

امام جعفر صادق نے اپنے باپ دادا کے ذریعہ حضرت علیؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کسی معاملہ میں تمھیں میری سنت نہ ملے تو جو میرے صحابہ کہیں وہی تم بھی اختیار کر لو"

| | |
|---|---|
| فَاِنَّمَا مَثَلُ اَصْحَابِيْ فِيْكُمْ | بیشک میرے صحابہ کی تم میں وہ مثال ہے جو |
| كَمَثَلِ النُّجُوْمِ بِاَيِّهَا اُخِذَ | آسمان میں ستاروں کی ہے جس کی بھی پیروی کر |
| اهْتُدِيَ۔ | لی جائے ہدایت مل جاتی ہے۔ |

آگے آپ فرماتے ہیں: تم جس بھی صحابی کے اقوال پر عمل کر لو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور میرے صحابہ کا اختلاف بھی تمھارے لیے رحمت ہے۔ [2]

(۲) امام جعفر صادق اپنے والد امام باقر سے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ زَارَنِیْ حَیًّا وَمَیِّتًا کُنْتُ لَہٗ

[1] حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۱ [2] بحار الانوار ص ۳۰۷/۲۲، معانی الاخبار ص ۱۵۶، انوار نعمانیہ ص ۱۵۵/۱، عیون اخبار الرضا ص ۸۵/۲

شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ جس آدمی نے مجھے زندگی میں یا وصال کے بعد۔۔ (خواب میں) دیکھا میں روزِ قیامت اس کا شفیع ہوں گا۔[1]

(۳) امام جعفر اپنے آبا و کرام کے ذریعے حضرت علیؓ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:۔ "لوگو! میں تمھیں وصیّت کرتا ہوں کہ اپنے نبی کے ساتھیوں کو بُرا مت جانو، جنھوں نے آپؐ کے بعد کوئی نئی چیز ایجاد نہ کی اور نہ کسی ایسا کرنے والے کو پناہ دی۔ مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے متعلق یہی وصیّت کی تھی۔"[2]

## امام زین العابدین کا صحابہ کو خراجِ عقیدت

آپ فرماتے ہیں اے اللہ میں صحابہ کے متعلق تیرے وعدۂ مغفرت و رضوان کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ لوگ تھے جنھوں نے حسنِ محبّت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ وہ نبی کی مدد میں ہر آزمائش میں خوب پورے اُترے۔ انھوں نے دستورِ وفا کی جلد تکمیل کر ڈالی۔ نبیؐ کی دعوت پر لبیک کے دوڑے۔ جب بھی اللہ کے رسول نے اپنی رسالت کی کوئی دلیل پیش کی انھوں نے سر جھکا کر تسلیم کی۔ اُن کے لائے ہوئے دین کی سربلندی کے لیے انھوں نے بیویوں اور بچّوں سے جدائی قبول کی، ان کی نبوت کا پرچم اونچا کرنے کی خاطر انھوں نے اپنے باپ دادا اور بیٹوں تک کو تہِ تیغ کر ڈالا۔ جب وہ نبی کے دامن سے لپٹ گئے تو ان کے قبائل نے ان سے تمام رشتے ناطے توڑ لیے۔ جب انھوں نے سایۂ قرابتِ نبیؐ میں پناہ لے لی تو دنیا والوں نے اُن سے سب قرابتیں ختم کر لیں، اے اللہ انھوں نے تیرے محبوب کا دامن نہ چھوڑا اور ساری دنیا چھوڑ دی تو ان سے راضی ہو جا۔ اے پروردگار! انھوں نے جو تیری راہ میں اپنا گھر چھوڑا اور تونگری سے غربت میں اور کثرت سے قلّت میں آ گئے، تو انھیں اس عمل کی بہترین جزا عطا فرما۔ الخ[3]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۲ ص ۲۰۶ (تحفۂ جعفریہ جلد ۱ ص ۲۱) [2] خصائل شیخ صدوق. ص ۲۴۷



## صحابہؓ کے متعلق امام جعفر کی عقیدت

آپ فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بارہ ہزار کی تعداد میں تھے آٹھ ہزار اہلِ مدینہ، دو ہزار اہلِ مکّہ اور دو ہزار دوسروں علاقوں سے تعلّق رکھنے والے۔ وَلَمْ يَرَ فِيْهِمْ قَدَرِيٌّ وَلَا مُرْجِئٌ وَلَا حَرُوْرِيٌّ وَلَا مُعْتَزِلِيٌّ۔ ان میں کوئی قدری تھا نہ مرجی، اور کوئی حروری تھا نہ کوئی معتزلی، وہ دن رات روتے ہوئے گزارتے اور کہتے اے اللہ! اس سے قبل کہ ہم لذیذ کھانے کھانا شروع کر دیں ہمیں دنیا سے اُٹھا لے۔[1]

ہم پوچھتے ہیں ان دو ہزار مکی صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں اور کیسے؟ اور پھر ضروری ہے کہ ان تینوں کو نکال کر پورے دو ہزار مکی صحابی گن کر تبلائے جائیں اور ان کے اس مژدہ میں شامل رہنے اور صحابہ ثلاثہ کے اس میں سے نکالے جانے کی وجوہ بھی تبلائی جائیں۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر وہ شامل ہیں تو پھر تمام جھگڑے ختم ہو جانے چاہئیں۔

## امام علی رضا کی نگاہ میں مقامِ صحابہؓ

اہلِ تشیع حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر کو آٹھواں منصوص من اللہ امام قرار دیتے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ اَوْبَعْدَ مَوْتِيْ فَقَدْ زَارَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔

جس نے میری حیات (ظاہرہ) میں یا میرے وصال کے بعد (خواب میں) مجھے دیکھا گویا اسے دیدارِ الٰہی مل گیا۔[2]

---

[1] بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۲۵۶ باب فضل المہاجرین والانصار (تحفۂ جعفریہ ص ۳۵)

[2] عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۱۵

**درِ صحابہ پر حضرتِ حسن عسکری کی جبیں سائی**

حضرتِ حسن عسکری اہلِ تشیع کے ہاں گیارھویں منصوص من اللہ امام ہیں، آپ فرماتے ہیں: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پوچھا اے اللہ! کیا تیرے نزدیک میرے صحابہ سے بڑھ کر بھی کسی نبی کے صحابہ کا مقام ہے؟ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! کیا آپ جانتے نہیں اِنَّ فَضْلَ صَحَابَۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جَمِیْعِ صَحَابَۃِ الْمُرْسَلِیْنَ کَفَضْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ النَّبِیِّیْنَ۔ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی عظمت تمام انبیاء کے صحابہ پر ایسے ہے جیسے خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مرسلین پر افضلیت ہے۔[1]

**لمحۂ فکریہ** یہ ارشاداتِ ائمہ اہل بیت پڑھ لینے کے بعد اہل ایمان کے دل میں کسی بھی صحابی کے متعلق کسی قسم کی تشکیک اور کوئی کدورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اہلِ تشیع کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

# فصل دوم

## صحابہ کرام کے متعلق اہلِ تشیع کے باطل عقائد اور اعتراضات

### بحث اوّل: باطل نظریات

ابھی تک آپ نے قرآن و حدیث اور ائمہ اہل بیت کی روشنی میں صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پڑھا۔ اب آئیے یہ بھی سنتے جائیں کہ انہی ائمہ اہل بیت

[1] تفسیر حسن عسکری ص ۶۵ طبع انڈیا۔ آثار حیدری ترجمہ تفسیر حسن عسکری ص ۲۷ طبع لاہور (تحفہ جعفریہ ۱/۳۶۸)



کی محبت کا دم بھرنے والے اور صرف اپنے آپ ہی کو ائمہ اہلِ بیت کے وفادار اور متبع سمجھنے والے اہل تشیع کے نظریات صحابۂ رسول کے متعلق کیسے ہیں۔ اس کے بعد قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ اہلِ تشیع خود کو اہلِ بیت سے وفادار سمجھنے میں کہاں تک صحیح ہیں۔

### (۱) وصالِ نبوی کے فوراً بعد تین کے سوا صحابی مرتد ہو گئے (معاذ اللہ)

۱۔ حنان بن سدیر اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت امام باقر نے فرمایا

كَانَ النَّاسُ اَهْلَ الرِّدَّةِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا ثَلَاثَةً۔

تمام لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے، تین کے سوا۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا "تین کون؟" آپ نے فرمایا مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی۔ اور یہ تین وہ افراد ہیں جن پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مگر انھوں نے ابوبکر رض کی بیعت سے انکار کر دیا۔ تا آنکہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو جبراً پکڑ کر لایا گیا اور انھوں نے بیعت کی، تو پھر ان تینوں نے بھی ابوبکر رض کی بیعت کر لی۔[1]

۲۔ ملا باقر مجلسی ایک روایت یوں بھی نقل کرتا ہے:

هَلَكَ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَعْدَ وَفَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا ثَلَاثَةٌ اَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام لوگ ہلاک ہو گئے صرف تین بچے رہے۔ ابوذر، مقداد اور سلمان۔[2]

۳۔ کتاب سلیم بن قیس میں روایت یوں ہے:

[1] روضۂ کافی جلد ۸ ص ۲۴۵ - رجال کشی ص ۱۲، تذکرہ سلیمان - انوار نعمانیہ جلد اول ص ۸۱ نور تقشوی مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۱۹۵ (عقائد جعفریہ ۱/۱۴۱) [2] حیات القلوب جلد دوم ص ۶۴۵

اِنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ ارْتَدُّوْا بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ اَرْبَعَةٍ۔ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے چار کے سوا۔[1]

یاد رہے امام باقرؒ صحابہ کے بارے میں ایسا عقیدہ ہرگز نہیں رکھ سکتے تھے ان کی زبان سے صحابہ کرام کے فضائل آپ ابھی پیچھے پڑھ چکے ہیں یہ شیعہ راویوں کا کام ہے کہ اہلِ تشیع کے نزدیک تمام صحابہؓ اس لیے مرتد ہو گئے تھے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کی امامت ماننے کے بجائے ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ اہلِ تشیع کا یہ عقیدۂ امامت ابھی نہ جانے اور کیا کیا رنگ دکھلائے۔

## (۲) حضورؐ کے بعد تمام صحابی حق بولنے سے گونگے اور حق سننے سے بہرے ہو گئے

شیعوں کا مشہور مفسر و محدّث بابویہ قمی ایک آیتِ قرآنیہ کی یوں تفسیر کرتا ہے (وَحَسِبُوْا اَنْ لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ) یعنی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ کوئی امتحان نہیں ہوگا اور اللہ انھیں امیر المؤمنین کے ذریعہ نہیں آزمائے گا۔ (فَعَمُوْا وَصَمُّوْا) تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اندھے اور گونگے بنے رہے (ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا) پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے اور امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی امامت کے دلائل قائم کیے تو تمام صحابی دوبارہ اندھے اور گونگے بن گئے (معاذ اللہ)[2]

## (۳) صحابہؓ وصالِ نبویؐ کے فوراً بعد دورِ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے

شیعوں کا سب سے بڑا محدث یعقوب کلینی جس کا مقام ان کے نزدیک وہی ہے جو اہلِ سنت کے ہاں امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کا ہے لکھتا ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] کتاب سلیم بن قیس ص۹۲ طبع بیروت [2] تفسیر قمی جلد ۱ ص۱۷۵ طبع نجف ۱۳۸۶ھ



کے دنیا سے اٹھائے جانے کے فوراً بعد لوگ دوبارہ زمانۂ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے، انصار نے (بیعتِ ابی بکرؓ سے ابتداءً) کنارہ کشی کی، مگر اس میں کچھ بھلائی نہیں تھی وہ سعد کی بیعت کرنے لگے اور وہ اس وقت دورِ جاہلیت والے قبائلی تعصب و تفاخر کے اشعار پڑھ رہے تھے وہ کہہ رہے تھے اے سعد! تمہی ہماری امید ہو تمھارے بال خوبصورت اور گھوڑے بڑے قوی ہیں[1]

یعنی صحابہ کرام وصالِ نبویؐ کے فوراً بعد تمام قرآنی اور اسلامی تعلیمات بھول بھلا کر معاذ اللہ بالکل جاہلانہ باتیں کرنے لگے تھے اور مکمل طور پر دورِ جاہلیت میں لوٹ گئے تھے۔ وہ کسی آدمی کی شرافت کا معیار اس کے بالوں کی خوبصورتی اور گھوڑوں کی شاہزوری کو قرار دینے لگے تھے (معاذ اللہ)

صحابہ کے متعلق یہ معتقدات و نظریات اصل فی نظرٔ میں اسلام پر تیشہ زنی کے مترادف ہیں۔ اللہ نے تمام انبیاء کو اپنی امتوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے چرچے کرتے رہنے کا حکم فرمایا تھا اس لیے کہ وہ کامل اور ابدی ہدایت لے کر آنے والے تھے ان کے پاس انسانیت کی تمام قلبی و روحانی امراض کا علاج تھا مگر جب وہ منتظرِ انبیاء اور وجہِ تخلیقِ کائنات رسول آیا تو (معاذ اللہ) سب رسولوں سے بڑھ کر ناکام رہا، اس کی تبلیغ (معاذ اللہ) اتنی ناقص تھی کہ اس کا اثر بہت جلد ضائع ہو گیا۔ اس کی تربیت (معاذ اللہ) اتنی غلط تھی کہ اس کے دنیا سے جانے کے بعد اس کا اثر ایک ہفتہ بھی قائم نہ رہ سکا۔ یقیناً ایسا سوچنا بھی کفر ہے حقیقت وہی ہے جو ائمہ اہلِ بیت کی زبان سے ابھی پیچھے گزرا ہے کہ صحابہ کرام استقامت فی الدین کا عملی نمونہ تھے، امام جعفر کے مطابق ان میں کوئی قدری مرجی یا بدعقیدہ نہ تھا۔ امام زین العابدین کے

[1] روضۂ کافی جلد ۲ ص۲۹۶

مطابق صحابہ نے دین کے لیے وطن، خاندان اور گھر سب کچھ چھوڑ دیا مگر نبیؐ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ امام رضا کے نزدیک ان کا مقام دیدار الٰہی پانے والے کی طرح ہے اور حضرت امام حسن عسکریؓ کے نزدیک حضورؐ کے صحابہ تمام انبیاء کے صحابہ سے افضل ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی اہلِ تشیع صحابہ کو برا بھلا کہہ کر انھیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ مرتد اور بے دین بتلا کر اور انھیں دورِ جاہلیت کی طرف لوٹ جانے والا بتلا کر یہ سمجھتے ہیں حق بجانب ہیں کہ وہ ائمہ اہلِ بیت کے محب اور تبع ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ صحابہ کو برا کہنے والا اہلِ بیت کا محب ہرگز نہیں ہوسکتا۔

## دوسری بحث: صحابہ کرام پر اہلِ تشیع کے اعتراضات و مطاعن کا رد

اہلِ تشیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر چند آیات و احادیث سے بے حد کمزور استدلال کی بنیاد پر کچھ مطاعن وارد کرتے ہیں۔ انتہائی اختصار کے ساتھ ہم ان کے چند مطاعن اور ان کا ضعف بیان کرتے ہیں۔

### پہلا طعن: صحابہ جنگِ احد میں میدان چھوڑ کر بھاگ اٹھے

اہلِ تشیع یہ اعتراض کرتے ہیں۔ اگر صحابۂ رسولؐ واقعتاً اتنے مخلص اور سچے جانثارِ نبی تھے تو وہ میدانِ احد میں جنگ کے عین درمیان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر کیوں بھاگ اٹھے تھے جبکہ میدانِ جنگ سے بھاگ جانا قرآن و حدیث کے مطابق گناہ کبیرہ ہے۔

**جواب** (۱) میدانِ احد میں شیطان نے یہ افواہ اڑا دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اور جب سپہ سالار ہی کے مارے جانے کی اطلاع مل



جائے تو ایسے میں لشکریوں کی عافیت اسی میں ہوا کرتی ہے کہ وہ بھاگ کر جانیں بچا لیں۔ تاریخ حرب و ضرب میں ہمیشہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آرہا ہے اور صحابہ کو جیسے ہی پتہ چلا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ حیات ہیں تو وہ پھر سے واپس لوٹ آئے تھے اور ان کے واپس آجانے سے لشکرِ کفار پر ایسا رعب پڑا تھا کہ انھیں پلٹ کر دوسرا حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ اگر صحابہ کے دل میں (نعوذ باللہ) کوئی نفاق ہوتا تو وہ میدانِ جنگ میں آنے سے قبل اس وقت ہی راستے سے لوٹ گئے ہوتے۔ جب عبداللہ بن سلول کے ساتھ منافقین راستے ہی سے لشکرِ اسلامی سے الگ ہوگئے تھے (دیکھئے عامہ تواریخ) منافقین اور مخلصین کے درمیان امتیاز تو اس وقت ہی ہوگیا تھا۔

(۲) پھر اسی پر بس نہیں اللہ تعالیٰ نے صاف اور صریح نصِ قرآنی نازل فرما کر صحابہ کرام کے میدان سے بھاگنے کا معاملہ صاف فرما دیا۔ ارشادِ ربانی ہے

ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ ثم صرفکم عنھم لیبتلیکم ولقد عفا اللہ عنکم واللہ ذو فضل علی المؤمنین۔
(پارہ ۴ رکوع ۷)

اور بیشک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا جب کہ تم اس کے حکم سے ان کو قتل کرتے رہے یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی اور اپنی پسند کی چیزیں دیکھنے کے بعد معاملہ میں آپس میں جھگڑنے لگے اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ تم میں بعض دنیا کے طلبگار رہیں اور بعض آخرت کے خواستگار۔ پھر اس نے تمھارا رخ ان کی طرف سے پھیر دیا تاکہ تمھارا امتحان لے۔ اور یقیناً خدا نے تم سے درگزر کی۔ اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنیوالا ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت کا آخری حصہ (وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ) اور اللہ نے انھیں معاف کر دیا کتنی صریح نص ہے اس پر کہ صحابہ کا بھاگنا معاف کر دیا گیا اور علامہ طبرسی شیعہ اس کی تفسیر میں لکھتا ہے اَیْ صَفَحَ عَنْكُمْ بَعْدَ اَنْ خَالَفْتُمْ اَمْرَ الرَّسُوْلِ ......
...... وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ..... قیل بغفران ذنوبھم اللہ نے تمھیں معاف کر دیا بعد ازاں کہ تم نے امرِ رسول کی مخالفت کی اور اللہ مومنوں پر بڑے فضل والا ہے۔ کہا گیا ہے اس کا مطلب گناہوں کی معافی ہے[1]

۳ یہ بھی یاد رہے کہ تمام کے تمام صحابی اُحد سے نہیں بھاگے چودہ صحابی وہ بھی ہیں جو ایسے کڑے وقت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضوان میں سرفہرست ہیں۔ کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ سات مہاجرین اور سات انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ مہاجرین یہ ہیں:۔ ابوبکر، عبدالرحمٰن بن عوف، علی بن ابی طالب، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ ابوعبیدہ بن جراح اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنھم۔ جبکہ انصار یہ تھے:۔ حُباب المنذر، ابودجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن صمہ، سہل بن حنیف، اُسید بن حُضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنھم[2]

اعترافِ حق کرنے والوں کے لیے اتنے کلمات ہی کافی ہیں۔ خدا سب کو اس کی توفیق دے۔ یاد رہے غزوۂ حنین کے حوالے سے بھی صحابہ کرام پر ایسا ہی ایک اور طعن بھی کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی وہ میدانِ جنگ سے بھاگ گئے تھے وہاں بھی تقریباً میدانِ اُحد والے ہی حالات تھے اور اس کا جواب بھی تقریباً اسی طرح کا ہے۔ پارہ ۱۰ رکوع ۱۵ میں حنین سے بھاگنے کی معافی کا اعلان اس سے

[1] مجمع البیان جلد ۱ ص ۵۲۵۔ [2] کشف الغمہ جلد ۱ ص ۱۸۸ فی شجاعتہ۔ ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۳۹۶۔ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۳۳۲۔ مجمع البیان جلد ۱ ص ۵۲۴ (تحفہ جعفریہ ۲۷۴/۳)



زوردار الفاظ میں موجود ہے۔

## دوسرا طعن[2]: صحابی حضورؐ کو دورانِ خطبہ اکیلا چھوڑ کر مسجد سے چل نکلتے تھے

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ احادیث بتلاتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے ہوتے تھے، ایسے میں باہر گلی میں کوئی شور سنائی دیتا یا آواز پڑتی کہ مالِ تجارت کہیں سے بکنے آیا ہے تو سب صحابی مالِ تجارت خریدنے مسجد سے نکل بھاگتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھڑے رہ جاتے اس سے صحابہ کے اخلاص کی قلعی کھل جاتی ہے۔ حوالہ کے لیے یہ آیت قرآنیہ کافی ہے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔ اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چل پڑتے ہیں اور آپؐ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں[1]

**جواب** ۱ یہ ابتدائے دورِ مدنی کی بات ہے جب اوّل اوّل جمعہ فرض ہوا تھا۔ اور وہ لوگ جو ابھی اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے اُن سے ایک مرتبہ یہ لغزش ہوئی تھی۔ دحیہ کلبی جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے وہ بڑے تاجر تھے جب وہ مال تجارت لے کر لوٹتے تو ان کا قبیلہ اور اہل وعیال ڈھول پیٹا کرتے کہ سامانِ تجارت آ پہنچا ہے لوگو آؤ خریدو! ایک بار وہ عین نمازِ جمعہ کے وقت آ گئے۔ قحط سالی کا دور تھا، غلّہ کی شدید حاجت تھی، ڈھول کی آواز پر لوگ غلّہ خریدنے چل نکلے۔ اور یہ بات بھی ساتھ تھی کہ نماز ہو چکی تھی صرف خطبہ رہتا تھا اور وہ بھی کافی حد تک ہو چکا تھا ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ خطبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ آغاز میں عید کی طرح جمعہ کا خطبہ بھی نماز کے بعد ہوتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ پہلے کر دیا اور نماز بعد میں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی

[2] (زیادت) [1] سورہ الجمعہ پارہ ۲۸ رکوع ۱۲

اس لغزش پر انھیں عتاب فرمایا اور مذکورہ آیات نازل ہوئیں [۱]

۲۔ یہ کہنا صاف اور صریح غلط بیانی ہے کہ سب صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے چھوڑ کر مسجد سے نکل پڑے تھے۔ احادیث میں صریحاً لکھا ہے کہ مقتدر صحابہ جن میں ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ سر فہرست ہیں وہ دلجمعی سے بیٹھے رہے گئے نہیں۔ چنانچہ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ بارہ آدمی اُس وقت بیٹھے رہے اَنَا فِیْھِمْ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ۔ ان میں مَیں بھی تھا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، ابنِ مردویہ، بیہقی، ابن جریر اور ابن منذر نے روایت کی ہے [۲]

اسی طرح عبد بن حمید نے حسن سے روایت کیا ہے کہ جب قافلۂ تجارت مدینہ آیا تھا تو لوگ اس کی طرف چل نکلے فَلَمْ یَبْقَ مِنْھُمْ اِلَّا رَھْطٌ مِّنْھُمْ ... اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ۔ ان میں سے ایک جماعت بیٹھی رہی جن میں حضرت ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ بھی تھے [۳]

## تیسرا طعن [۳]

روزِ قیامت اللہ فرمائے گا اے نبی تیرے بعد تیرے صحابیوں نے دین کو بگاڑ دیا تھا۔

بخاری شریف کتاب الحوض جلد دوم میں یہ حدیث بار بار آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں تم سب سے پہلے حوضِ کوثر پر کھڑا ہوں گا جو میرے پاس آئے گا میں اسے پلاؤں گا پھر وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا۔ پھر میرے اصحاب میں سے ایک گروہ وہاں آئے گا مگر اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے گا میں کہوں گا یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ ۔ یا اللہ یہ میرے اصحاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا

[۱] دُرِّ منثور بروایت ابوداؤد فی مراسیلہ جلد ۶ صفحہ ۲۲۴ طبع مکہ مکرمہ [۲] دُرِّ منثور جلد ۶ صفحہ ۲۲۴ [۳] حوالہ مذکورہ [۵] (زیادت)



اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَاذَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ اِنَّھُمُ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِھِمُ الْقَھْقَرٰی۔ اے نبیؐ آپ نہیں جانتے انھوں نے آپ کے بعد کیا بدعت اختیار کی تھی۔ یہ الٹے پاؤں دین سے پھر گئے تھے۔ اس پر میں کہوں گا دور لے جاؤ انھیں دور لے جاؤ ! [۱]

**جواب** اس سے وہ مرتدین مراد ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مانعینِ زکواۃ یا منکرینِ ختمِ نبوت کی شکل میں دین سے پھر گئے تھے۔ کیونکہ متنِ حدیث میں اِرْتَدُّوْا کا لفظ بار بار مختلف اسناد کے ساتھ آیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی نے اس کے تحت کہا وَھٰذَا مُشْعِرٌ بِاَنَّھُمْ مُّرْتَدُّوْنَ عَنِ الدِّیْنِ لِاَنَّہٗ یَشْفَعُ لِلْعُصَاۃِ وَیَھْتَمُّ لَھُمْ وَلَا یَقُوْلُ لَھُمْ مِّثْلَ ذٰلِکَ یہ الفاظ تبلاتے ہیں کہ اس سے دین سے پھر جانے والے لوگ مراد ہیں کیونکہ آپؐ گنہگاروں کے تو شفیع ہیں انہی کا تو آپ کو فکر ہوگا۔ آپ انھیں تو یہ نہیں کہیں گے (کہ انھیں دور لے جاؤ مجھ سے)

اور آگے باب امامت میں کتبِ شیعہ کے حوالے سے پڑھیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد کچھ قبائل دین سے پھر گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور آپ کے لشکر نے ان سے جہاد کر کے ان کا قلع قمع کیا اور یہ آیتِ کریمہ مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ الخ یعنی اگر تم میں سے کچھ لوگ دین سے پھر جائیں گے تو اللہ وہ قوم بھی لائے گا جو ان سے جہاد کریں اور اس امر میں کوئی خطرہ دل میں نہ لائیں گے۔ اسی واقعۂ ہائلہ کی پیش گوئی کر رہی ہے۔ اور اہلِ تشیع کے ہاں انتہائی معتبر مفسر و محدث علامہ طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں اس کے تحت لکھا ہے قِیْلَ ھُمْ اَبُوْبَکْرٍ وَّ اَصْحَابُہٗ۔ کہا گیا ہے کہ ان مجاہدین سے مراد ابوبکر صدیق اور آپ کے ساتھی ہیں (مجمع البیان جلد دوم صفحہ ۲۵۷)

[۱] بخاری شریف جلد دوم کتاب الحوض صفحہ ۹۷۴ طبع کراچی

مقامِ افسوس ہے کہ مرتدین کے انجامِ بد کا بیان کرنے والی حدیث ان مجاہدوں پر منطبق کی جارہی ہے جو خود کتبِ شیعہ کے مطابق مرتدین کی سرکوبی کرتے والے ہیں اور شیعوں کی ایک اور مستند تفسیر "منہج الصادقین" نے بھی اسی آیتِ مذکورہ کے تحت ان تیرہ قبائل کا بالتفصیل ذکر کیا ہے جو وصالِ نبوی کے فوراً بعد مرتد ہو گئے تھے اور ان کارروائیوں کا بھی بالتفصیل ذکر کیا ہے جو ابو بکر صدیق نے ان کا قلع قمع کرنے میں انجام دیں دیکھئے تفسیر منہج الصادقین جلد سوم ص۲۵۷ تا ۲۵۸۔
اسی طرح اہلِ تشیع کی معتبر ترین تاریخ ناسخ التواریخ نے بھی خلافتِ صدیقی کے واقعات بیان کرتے ہوئے مرتدین کے ساتھ کیے جانے والے تاریخی جہاد کا شرح و بسط سے ذکر کیا ہے (دیکھئے ناسخ التواریخ حالاتِ خلفاء جلد اوّل ص )

## چوتھا طعن

"قولِ نبی، اے عائشہ رض اگر مجھے تیری قوم کا ڈر نہ ہوتا تو میں کعبہ کو اصلی بنیادوں پر استوار کرتا"

اہلِ سنت کی کتب صحاح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا تھا لولا ان قومك حديث عهدهم بكفر واخاف ان تنكر قلوبهم لَاَمَرتُ اَنْ يُّهْدَمَ الْبَيْتُ.... فَبَلَغْتُ بِهٖ اَسَاسَ اِبْرَاهِيْمَ۔ اے عائشہ رض اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تیری قوم ابھی نئی نئی اسلام لائی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اُن کے دل اسے اچھا نہ سمجھیں گے تو میں کعبہ کو گروا کر اسے ابراہیمی بنیادوں پر قائم کرتا[1]
گویا آپ کو صحابہ سے ڈر تھا کہ اگر آپ نے کعبہ گرایا تو وہ دین سے پھر جائیں گے۔

**جواب** سوال یہ ہے کہ قَوْمَكِ سے سارے قریش مراد ہیں یا ان میں سے کچھ، اگر سارے مراد ہیں تو ان میں حضرت علی رض بھی آجاتے ہیں کیونکہ وہ بھی قریشی ہیں اور اگر بعض مراد ہیں تو حجت پوری ہو گئی اور پتہ چل گیا کہ اس میں صرف

[1] بخاری شریف کتاب المناسک جلد اوّل ص۲۱۴



وہ لوگ مراد ہیں جو نئے نئے اسلام لائے تھے اور خود الفاظِ حدیث حَدِيْثُ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ اس طرف صریح اشارہ کر رہے ہیں۔

یہ جواب نہایت قوی اور مفید تر ہے گذشتہ مطاعن میں بھی چل جاتا ہے کہ کیا خطبہ جمعہ کے دوران بھاگنے والوں میں حضرت علی رض بھی شامل تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر انھیں چھوڑ کر صرف باقی صحابہ ہی پر اعتراض کیوں؟ اور اگر وہ شامل نہیں تھے تو بتلائیے انھیں کس دلیل سے نکالا جارہا ہے اسی دلیل سے ابو بکر و عمر اور عثمانِ غنی کو بھی نکالا جا سکتا ہے۔

## پانچواں طعن

صحابہ خلافت کے لیے جھگڑتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ تک نہ پڑھی

اہلِ تشیع عموماً یہ کہتے بھی نظر آتے ہیں کہ جونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کیں صحابہ نے اس چیز کی پرواہ کیے بغیر کہ آپ کو غسل کیسے دیا جائے تکفین و تدفین کا کیا بندوبست ہو اور جنازہ کیسے اور کہاں پڑھا جائے فوراً خلافت کے لیے مسجد سے دور ایک جگہ سقیفہ بنو سعد میں جا کر جھگڑنے لگے۔ گویا انھیں وصالِ نبوی کا صدمہ کم تھا اور خلافت کی فکر زیادہ، گھر والوں ہی نے آپ کو نہلایا کفنایا اور جنازہ پڑھ کر سپردِ خاک کیا، صحابیوں کی اکثریت جنازہ بھی نہ پڑھ سکی۔ یہ تھی صحابیوں کے عشقِ رسول کی حقیقت۔ (معاذ اللہ)

**جواب** ۱۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے کچھ صدمہ نہیں ہوا تھا۔ جتنا شدید صدمہ صحابہ نے وفاتِ نبوی پہ دیکھا تھا وہ شاید ہی کسی قوم نے اپنے قائد کی رحلت پہ دیکھا ہو۔ حضرت عمر فاروق رض جیسا قوی الاعصاب اور قوی الارادہ شخص بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا جس کا اعتراف شیعوں کی معتبر تاریخی کتاب روضۃ الصفا

ہیں یوں ہے ۔ چنانچہ زبانِ بعضے از تکلم باز ایستاد و برخے بتخیل و مالیخولیا گرفتار شدند و بر طائفہ مرض استیلا یافت ــــ وفاتِ نبوی کی خبر سن کر صحابہ پر یہ اثر ہوا کہ بعض کی قوتِ گویائی جاتی رہی، بعض جنون اور مالیخولیا میں مبتلا ہو گئے اور کچھ شدتِ غم سے بیمار پڑ گئے۔[1]

صحابہؓ زندگی بھر وصالِ نبوی کا تذکرہ کر کے چشم بگریہ ہو جاتے تھے۔ مسلم شریف مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر کتبِ حدیث میں ہے کہ وصالِ نبوی کے بعد ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں حضرت اُمّ ایمن رضؓ کے ہاں تشریف لے گئے وہ دورِ رسالت کو یاد کر کے رونے لگیں ۔ ان دونوں حضرات نے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ اُمّ ایمن رضؓ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دنیا سے بہتر مقام میں ہیں۔ وہ کہنے لگیں، روتی اس لیے ہوں کہ وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا ۔ تو وہ دونوں بھی اُمّ ایمن کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم شریف وغیرہ)

۲۔ یہ بات بھی درست نہیں کہ صحابہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ پاک کی تغسیل و تکفین کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے لیے ہم نے دروازہ بند کر لیا، کسی کو اندر نہ آنے دیا۔ فَنَادَتِ الْاَنْصَارُ نَحْنُ اَخْوَالُهٗ وَمَكَانُنَا مِنَ الْاِسْلَامِ مَكَانُنَا وَنَادَتْ انصار پکار پکار کر کہنے لگے، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال ہیں اور اسلام میں ہمارا ایک مقام ہے اور قریش (مہاجرین) پکار رہے تھے ہم آپ کے قریبی عزیز ہیں ہمیں اندر آنے دو! یہ چیخ و پکار سن کر حضرت ابوبکر رضؓ نے پورے زور سے بول کر فرمایا "ہر گھر والوں کو اپنے جنازہ پر دوسروں سے زیادہ حق ہوتا ہے۔

---

[1] تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص۴۲۲



اگر تم نے اندر جانے کی ضد کی تو غسل کا معاملہ مؤخر ہو جائے گا۔[1]

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی حضرت علی رضؓ ہی سے مروی ہے کہ جب ہم غسل دے رہے تھے تو باہر انصار یہ چیخ و پکار کر رہے تھے نَنَاشِدُكُمُ اللّٰهَ فِيْ نَصِيْبِنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہم آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دلاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی خدمت میں ہمیں شریک کیا جائے گا۔ چنانچہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی اوس بن خولی کو اندر بلا لیا اور وہ ایک مشکیزہ اٹھا کر پانی ڈالنے لگا۔[2]

۳۔ اور یہ کہنا بھی قطعاً خلافِ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلافت کے جھگڑے میں اُلجھے رہے اور آپ کا جنازہ تک نہ پڑھا۔ یہ تو کوّے کو سفید کہنے والی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے کی نوعیت یہ تھی کہ دس دس یا کم و بیش صحابہ کی ٹولیاں ایک ایک کر کے آتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازۂ اقدس کے قریب کھڑے ہو کر درود شریف پڑھ کر آگے نکل جاتیں۔ آپ کا جنازۂ اقدس حجرۂ سیدہ عائشہ رضؓ میں رکھا ہوا تھا وہاں دس سے زیادہ افراد کے کھڑے ہونے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ پیر کے روز آپ کا وصال ہوا اور پیر ہی کو پچھلے پہر آپ پر درود شریف پڑھنے کی صورت میں جنازہ شروع ہو گیا جو اگلی رات اور اگلے دن تک جاری رہا اور بدھ کی رات کے کسی پہر جا کر یہ سلسلہ ختم ہوا اور آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ سنی اور شیعہ دونوں کی کتب اس ناقابلِ تردید حقیقت سے اٹی پڑی ہیں۔ بسردست ہم کتبِ شیعہ سے چند ایک عبارات پیش کیے دیتے ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ، کنز العمال بحوالہ ابن سعد جلد ۳ ص ۱۲۱ حرفِ شین کتاب الشمائل۔ [2] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص

۱۔ امام باقر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: امیر المؤمنین علی علیہ السّلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل و کفن دے کر جنازے کی اجازت دی۔ دس آدمی اندر داخل کیے وہ جنازے کے آس پاس کھڑے ہو گئے۔ امیر المؤمنین ان کے درمیان میں تھے انھوں نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ لوگ بھی ان کے ساتھ اسی طرح پڑھتے جاتے تھے حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْہِ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ وَاَھْلُ الْعَوَالِیْ۔ تاآنکہ آپ پر تمام اہل مدینہ اور آس پاس کے لوگوں نے جنازہ پڑھا۔[1]

۲۔ امام جعفر سے روایت ہے کہ سب سے پہلے خود امیر المؤمنین حضرت علی رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا۔ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشَرَۃً عَشَرَۃً یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ ثُمَّ یَخْرُجُوْنَ۔ پھر آپ نے لوگوں کو دس دس کر کے آنے (اور درود پڑھ کر) نکلتے چلے جانے کا حکم فرمایا۔[2]

۳۔ امام باقر سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کا وصال ہوا صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا۔ آپ پر تمام فرشتوں اور تمام مہاجرین و انصار نے فوج در فوج جنازہ پڑھا۔[3]

۴۔ جب حضرت علی رضؓ تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو پہلے خود آپ پر درود شریف کی شکل میں جنازہ پڑھا وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ مَنْ بَایَعَ اَبَابَکْرٍ وَمَنْ لَّمْ یُبَایِعْ اور سب لوگ بھی آپؐ کا جنازہ پڑھنے لگے خواہ وہ ابوبکر رضؓ کی بیعت کر چکے تھے یا نہیں۔[4]

---

[1] اصول کافی جلد اوّل ص۴۵۵ کتاب الحجہ باب مولد النبی ووفاتہ (عقائد جعفریہ ۲۳۲/۴) [2] ایضاً ۲۳۳/۴ [3] ایضاً ص۴۵۱ (عقائد جعفریہ ۲۳۵/۴) احتجاج طبرسی جلد اوّل ص۹۴ ماجریٰ بعد الرسول (عقائد جعفریہ ۲۳۶/۴)



۵۔ امام باقر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضؓ نے وصالِ نبویؐ کے بعد فرمایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں بھی اور بعد وصال بھی ہمارے امام ہیں۔ اس لیے بغیر امام کے دس دس آدمی آکر زود زود پڑھتے جائیں۔ چنانچہ پیر کے روز بھی جنازہ ہوا پھر منگل کی رات بھی اور منگل کا دن بھی جنازہ جاری رہا۔ حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْہِ صَغِیْرُھُمْ وَکَبِیْرُھُمْ وَذَکَرُھُمْ وَاُنْثَاھُمْ وَنَوَاحِی الْمَدِیْنَۃِ بِغَیْرِ اِمَامٍ۔ تاآنکہ آپ پر صحابہ کرام میں سے ہر چھوٹے بڑے ہر مرد و عورت اور تمام نواحی مدینہ کے لوگوں نے بغیر امام جنازہ پڑھا۔[1]

۶۔ اردو میں حضرت علی رضؓ کے حالات پر لکھی جانے والی اہل تشیع کی ایک کتاب تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین میں بھی تمام صحابہ کے جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہونے کا اعتراف ان الفاظ میں کیا گیا ہے "حتّٰی کہ تمام مہاجرین و انصار نے اسی طرح آپؐ پر نماز جنازہ پڑھی۔[2]

۷۔ اہلِ تشیع کی نہایت معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں یوں ہے حَتّٰی لَمْ یَبْقَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ تاآنکہ مہاجرین و انصار میں سے ایک بھی ایسا نہ بچا جس نے آپؐ کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو۔[3]

۸۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے شیخ طبرسی از حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ دہ نفر دہ نفر داخل مے شدند و چنیں بر آنحضرت نمازے کردند بے امامے در روز دوشنبہ و شبِ سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام تاآنکہ خرد و بزرگ و مرد و زن از اہلِ مدینہ و اہلِ اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چنیں نماز کردند — شیخ طبرسی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی داخل ہوتے اور

---

[1] اخبار ماتم ص۶۵۔ اعلام الوریٰ ص۱۴۵ ذکر وفات الرسول۔ کتاب سلیم بن قیس ص۷۹ (عقائد جعفریہ ۲۳۷/۴) [2] تہذیب المتین جلد و حصہ اول ص۲۴۴ (۲۳۸/۴) [3] احتجاج طبرسی جلد اوّل ص۱۰۶ (۲۳۶/۴)

آپ پر بغیر امام نماز پڑھتے تھے۔ پیر کا روز، منگل کی شب پھر منگل کی صبح اور سارا دن اسی میں صرف ہوا تا آنکہ ہر بچے بوڑھے، مرد و عورت اور مدینہ و اطرافِ مدینہ نے نماز پڑھی۔ [1]

اہلِ تشیع امام باقر و جعفر کو منصوص من اللہ امام سمجھتے ہیں۔ انھوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام مہاجرین اور تمام انصار مردوں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا۔ اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی۔

**ایک شبہ**

یہاں یہ سوال بہر حال ذہن میں ابھرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور آپ کی تدفین کے مراحل طے ہونے سے قبل ہی بعض صحابہ کو آخر کس امر کی جلدی تھی کہ انھوں نے سقیفہ بنو سعد میں جا کر آپ کی خلافت کا ذکر چھیڑا جس کے نتیجے میں وہاں ابوبکر صدیق رض کی بیعت ہوئی اور انھیں خلیفہ چنا گیا۔ یہ کام بعد میں بھی ہو سکتا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام مع ابوبکر صدیق رض اور عمر فاروق رض وصالِ نبوی کی خبر سن کر مسجد ہی میں جمع ہوئے تھے۔ اسی دوران حضرت عمر رض نے فرطِ غم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال ہی کی نفی کر دی تھی جس پر حضرت ابوبکر رض کو ایک طویل خطبہ دینا پڑا جس سے حالات کنٹرول میں آ گئے اور لوگوں کو آپ کے وصال کا یقین ہو گیا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک کسی نے آ کر بتلایا کہ انصار کا ایک گروہ سقیفہ میں یہ کہہ رہا ہے کہ ایک امیر ہمارا ہو گا اور ایک مہاجرین میں سے۔ حضرت ابوبکر رض و عمر رض یہ سن کر گھبرائے کہ یہ فتنہ کہیں امت کی کشتی حیات کو ڈبو نہ دے۔ یہ بھاگ کر وہاں پہنچے۔ وہاں جب حضرت عمر رض نے لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مصلّی حضرت

[1] حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۱۹۹ باب ۶۴ (عقائد جعفریہ ۲۲۷/۳)



صدیقِ اکبر رض کو دے کر گئے تھے تو سب کی آنکھیں کھل گئیں اور لوگ دیوانہ وار آپ رض کی بیعت کرنے لگے۔ پھر اگلے روز نمازِ فجر کے بعد مسجدِ نبوی میں آپ کی بیعتِ عامہ ہوئی اور تمام مدینہ اور اطرافِ مدینہ نے آپ کی بیعت کر لی۔

اگر انصار کا وہ گروہ اس وقت سقیفہ میں خلافت کا ذکر نہ چھیڑتا تو معتمد صحابہ کرام اور صحابہ کی اکثریت کا تو اس طرف دھیان بھی نہ گیا تھا مگر حکمتِ الٰہیہ کا منشا یہی تھا کہ جنازۂ رسول کی تکمیل سے قبل ہی آپ کی جانشینی کا مسئلہ حل ہو جائے اور امت کی اجتماعیت و مرکزیت کی بنیاد ایک لمحہ کے لیے بھی متزلزل نہ ہونے پائے۔ اس سے فقہاء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ریاستِ اسلامیہ میں خلیفہ کی فوتگی پر اس کے جنازہ سے قبل اس کی جانشینی کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے تاکہ وحدتِ ملی میں کوئی دراڑ نہ آئے۔

# باب

خلفائے ثلاثہ، ابوبکر صدیق، عمرِ فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے اجتماعی فضائل احادیث اور ارشاداتِ ائمہ اہلِ بیت کی روشنی میں اور ان کے متعلق اہلِ تشیع کے باطل عقائد اور مطاعن کا رد۔
(کتبِ شیعہ کے حوالے سے)

## فصل اوّل

احادیثِ نبویہ و اقوالِ ائمہ اہلِ بیت کی روشنی میں مقامِ خلفائے ثلاثہ
(از کتبِ شیعہ)

### ۱۔ غزوۂ تبوک کیلئے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کی قربانیاں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لیے چندہ جمع کرنے کی ترغیب دلائی جس پر حضرت عمرؓ نے اپنے سارے مال کا آدھا حصہ اور ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تمام مملوکات دربارِ رسالت میں پیش کر دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا تھا گھر کیا چھوڑ آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا اِدَّخَرْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں[1] (یہ حدیث صحاحِ اہلِ سنت میں بھی بکثرت ہے)
جبکہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پہلے ایک سو مجاہدوں کی سواریوں اور ان کے

۱۔ ناسخ التواریخ حالاتِ پیغمبر جلد ۱ صـ ، تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صـ ۴۵۳ (تحفہ جعفریہ ۳۹۲/۱)



سامانِ جنگ کی فراہمی کا اعلان کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خطبہ پر آپ نے دو سو مجاہدوں کے لیے اور تیسری بار تین صد مجاہدوں کی تمام ضروریاتِ سفر اور ضروریاتِ حرب کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک ہزار مثقال سرخ سونا بھی پیش کیا اور بعض روایات کے مطابق لشکرِ غزوہ تبوک کے تیسرے حصے کی تمام ضروریات پوری کر دی تھیں۔ یہ لشکر تینتیس ۳۳ ہزار افراد پر مشتمل تھا[1]

### ۲۔ حدیثِ نبوی ابوبکرؓ میری سماعت عمرؓ میری بصارت اور عثمانؓ میرا دل ہے

امام علی نقیؓ و امام محمد تقیؓ سے وہ امام علی رضاؓ سے، وہ امام موسیٰ کاظمؓ سے، وہ امام جعفرؓ سے وہ امام باقرؓ سے وہ امام زین العابدین سے اور وہ امام حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَبَا بَکْرٍ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَ اِنَّ عُمَرَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الْبَصَرِ وَ اِنَّ عُثْمَانَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الْفُؤَادِ۔
بے شک ابوبکرؓ میرے لیے میری سماعت کے برابر ہے۔ عمرؓ کا مجھ سے وہ تعلق ہے جو مجھ سے میری بصارت کا ہے اور عثمانؓ میرے لیے دل کی حیثیت رکھتا ہے[2]
شیعہ راوی نے آگے چل کر اس روایت میں ایک غلط اضافہ کیا ہے جو عقلِ سلیم کے لیے گوارا نہیں، تحفہ جعفریہ میں قبلہ والد صاحب نے اس مقام پر اس کی خوب خبر لی ہے فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

### ۳۔ میرا حسب و نسب منقطع نہ ہو گا (حدیثِ نبوی)

امام علی رضا اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے اور وہ اپنے امام جعفر سے اور وہ اپنے آباءِ کرام کے ذریعے حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ ناسخ التواریخ حالاتِ پیغمبر جلد ۱ صـ ، تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صـ ۴۰۳ (تحفہ جعفریہ ۳۹۲/۱)
۲۔ معانی الاخبار صـ ۳۸۷ (تحفہ جعفریہ ۳۹۶/۱)

نے فرمایا کُلُّ نَسَبٍ وَّصِهْرٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا نَسَبِیْ وَصِهْرِیْ۔ روزِ قیامت تمام نسبی اور سسرالی رشتے کٹ جائیں گے (کام نہ آئیں گے) مگر میرا نسبی رشتہ ہو یا سسرالی وہ منقطع نہ ہوگا۔[1]

یاد رہے یہ حدیث کتبِ اہلِ سنت میں سے طبرانی نے کبیر میں حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سُنن میں حضرتِ عمر رضؓ سے روایت کی ہے طبرانی کبیر نے اسے ابنِ عباس رضؓ اور مسور سے بھی روایت کیا ہے جب کہ ابن عساکر نے اس کی روایت حضرت ابن عمر رضؓ سے کی ہے۔ کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۰۱۔

## ۱۴ ارشادِ رسول: میرا داماد یا میرا سسر دوزخ میں نہ جائیگا

مرویہ شیعہ و سنی است کہ حضرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود:۔ مَنْ زَوَّجَنِیْ اَوْ تَزَوَّجَ مِنِّیْ مِنَ الْاُمَّۃِ اَحَدٌ لَا یَدْخُلُ النَّارَ۔ جس نے مجھ سے اپنی بیٹی بیاہی یا جس سے میں نے اپنی بیٹی بیاہی ہو وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ آگے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ سے یہ دُعا کی تھی اور اللہ نے مجھ سے اس امر کا وعدہ فرمایا۔[2]

نمبر تین اور نمبر چار احادیث کی روشنی میں خلفاء ثلاثہ کا وہ عظیم منصب ثابت ہوتا ہے جس کے بعد تمام جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہیں اور حضرت عثمان رضؓ آپ کے داماد ہیں۔

---

[1] امالی طوسی صفحہ ۳۵۰، ابن ابی حدید جلد ۳ صفحہ ۱۲۴
[2] تفسیر لوامع التنزیل (معتبر شیعہ تفسیر) جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ زیرِ آیت وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ الخ۔



## ۱۵ قولِ رسول: ابوبکر رضؓ کی مثال حضرت ابراہیمؑ سے ہے اور عمر رضؓ کی حضرت موسیٰؑ سے

جب اسیرانِ بدر بارگاہِ نبوی میں پیش کیے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق صحابہ سے مشورہ لیا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ ائمہ کفر ہیں۔ ان سے کوئی نرمی نہ برتیں لوگوں سے کہیں کہ وہ اپنے عزیزوں کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کریں اور میں اپنے ماموں ہشام کو خود قتل کرتا ہوں۔ آپ عباس کا سر قلم کریں اور حضرت علی رضؓ سے کہیں وہ اپنے بھائی عقیل کو قتل کریں۔ تاکہ انھیں پتہ چل جائے کہ ہمارے دل میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے پھر حضرت ابوبکر رضؓ نے مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے شاید انھیں بعد میں توفیقِ ہدایت مل جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ میں عمر رضؓ کی مثال حضرت موسیٰؑ والی ہے جنھوں نے فرمایا تھا اے اللہ کفار کے دل سخت کر دے ان کے چہرے رسوا کر دے اور انھیں سخت عذاب دے جبکہ ابوبکر رضؓ کی مثال میرے صحابہ میں حضرت ابراہیمؑ والی ہے جنھوں نے فرمایا تھا اے اللہ اگر تو انھیں عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور بخش دے تو تو غفور و رحیم ہے۔[1]

## ۱۶ خلفاء ثلاثہ کے گستاخوں کو امام زین العابدین نے نکال باہر کیا

امام زین العابدین رضؓ جو اہلِ تشیع کے ہاں چوتھے منصوص من اللہ امام ہیں کے پاس کچھ کوفی لوگ آئے (تشیع نے کوفہ ہی سے جنم لیا تھا) فَقَالُوْا فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ۔ انھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کے متعلق چہ میگوئیاں کیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: مجھے بتلاؤ! کیا تم وہ مہاجرین اوّل ہو جن کے

---

[1] ناسخ التواریخ حالات پیغمبر جلد دوم صفحہ

متعلق قرآن یہ کہتا ہے کہ انھیں اپنے گھروں اور اموال سے اس لیے ہاتھ دھونا پڑے کہ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے تھے؟ کہنے لگے نہیں! ہم وہ مہاجرین اوّل نہیں ہیں! آپ نے فرمایا تو کیا تم وہ انصار ہو جو قرآن کے مطابق مہاجرین کے لیے اپنا گھر اور خلوص ایمان پیش کرنے والے تھے۔ وہ اپنی ہر چھوٹی بڑی چیز پر مہاجرین کا زیادہ حق سمجھتے تھے؟ کوئی لوگوں نے کہا نہیں! ہم وہ بھی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں گروہوں میں سے ہونے کی نفی تو تم نے خود کر دی۔ اور میں اس امر کا شاہد ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جو ان صحابہ کے احسان کے ساتھ پیروی اور تابعیت کرنے والے تھے اور جن کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ صحابہ کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو یہ کہیں گے "اے اللہ ہماری اور ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ چلے گئے الخ" اس گفتگو کے بعد آپ نے انتہائی غصے میں فرمایا أُخْرُجُوْا فَعَلَ اللّٰهُ بِكُمْ. نکل جاؤ یہاں سے! اللہ ہی تمھیں اس کرتوت کی سزا دے۔[1]

امام زین العابدین رضؓ نے اٹھائیسویں پارہ میں سورہ حشر کی اُن تین آیات (۸ تا ۱۰) کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے پہلی میں مہاجرین، دوسری میں انصار اور تیسری میں ان کی پیروی کرنے والے تابعین کی بے پناہ تعریف کی گئی ہے اور آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ عمر فاروق رضؓ اور عثمان غنی رضؓ کو ان آیات میں سے مہاجرین سے متعلقہ آیت میں بیان شدہ فضائل و محامد کا مصداق ٹھہرایا ہے۔

اس عبارت سے یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودیوں کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دورِ تابعین میں جو لوگ خلفاء راشدین کے متعلق غلط نظریات کا شکار ہو گئے تھے اور اپنے زعم میں وہ اہل بیت سے محبت اور تشیع کا اظہار کرتے تھے۔ خود اہلِ

[1] کشف الغمہ جلد ۲ ص ۷۸ فضائل زین العابدین۔ جلاء العیون جلد اول ص ۳۹۳ (تحفہ جعفریہ ۳۸۸)



بیت اُن پر بے حد سیخ پا تھے، وہ ان لوگوں کے منہ سے صحابہ کے متعلق گستاخی کا کلمہ سن کر آگ بگولا ہو جاتے اور انھیں اپنے ہاں سے نکال باہر کرتے۔ پس یہ اُمتِ مسلمہ کی بدقسمتی تھی کہ دورِ تابعین ہی میں سبائی ذہنیت نے محبتِ اہل بیت کی آڑ میں عداوتِ صحابہ کا مرض مسلمانوں میں پھیلا دیا تھا، جو بعد میں ایک مستقل فرقے کی شکل اختیار کر گیا۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ

## ارشاداتِ ائمہ اہلِ بیت

۱۔ پیچھے بابِ امامت میں حضرت علی رضؓ کا ارشاد گزر چکا ہے کہ آپ امیر معاویہ کی طرف بھیجے جانے والے ایک خط میں فرماتے ہیں مجھے میری زندگی کی قسم ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ کا اسلام میں عظیم مقام ہے اور ان کا وصال اسلام کے لیے شدید صدمہ ہے۔ اللہ انھیں ان کے بہترین اعمال کی بہتر جزا عطا فرمائے۔[1]

۲۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں ہمیں یہ رنجش ضرور تھی کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت سنبھال لی اور ہمیں موقع نہ دیا حالانکہ ہم آلِ رسول ہونے کی وجہ سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے مگر جب انھوں نے عدل و انصاف کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا تو ہماری رنجش ساری کی ساری ختم ہو گئی۔[2]

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے بحیثیت خلیفۃ المسلمین قیس بن سعد بن عبادہ رضؓ کو عاملِ مصر بنایا تو ان کے ہاتھ اہلِ مصر کے لیے ایک سرکاری پیغام بھی ارسال فرمایا۔ جس کے بعض الفاظ یہ ہیں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے اپنے میں سے دو صالح مردوں کا بطور خلیفہ انتخاب کیا فعملا بالکتاب واحسن السیرۃ ولم یتعدیا السنۃ ثم توفاھما اللہ فرحمھما اللہ۔ تو دونوں نے کتاب اللہ پر عمل کر کے دکھایا۔ بہترین سیرت و کردار کا مظاہرہ کیا اور سنّت سے کبھی تجاوز نہ کیا۔ پھر اللہ

[1] شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد ۴ ص ۳۶۲ [2] وقعۃ صفین ص ۱۴۹ ـ

نے انھیں اپنے ہاں بُلا لیا خُدا اُن پر رحمتیں برسائے [1]

۴ حضرت امام جعفرؒ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے دورانِ خطبہ فرمایا اے اللہ ہماری اس طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے خلفاءِ راشدین کی اصلاح فرمائی تھی۔ خطبہ کے بعد ایک قریشی آدمی نے آپ سے پوچھا۔ وہ خلفاءِ راشدین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا حبیبا وعماك ابوبکر وعمر اماما الھدی وشیخا الاسلام ورجلا قریش والمقتدی بھما بعد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ من اقتدی بھما عصم ومن اتبع اثارھما ھدی الی صراط مستقیم وہ میرے حبیب اور تمھارے چچے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں وہ دونوں امامِ ہدایت، شیخ الاسلام، قریش کے مثالی جوانمرد، اور وفاتِ نبوی کے بعد اُمت کے لیے لائقِ اقتدار بزرگ ہیں۔ ان کی اتباع کرنے والا ضلالت سے محفوظ اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے [2]

۵ یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرتے ہوئے یہ شرط عائد کی تھی کہ وہ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور سیرتِ خلفاءِ راشدین کے مطابق کارِ حکومت چلائیں گے [3]۔ ان الفاظ میں ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کی بے حد خوبصورت تعریف موجود ہے۔

۶ اہلِ تشیع کا بے حد معتبر محقق سید ہاشم حسین بحرانی اپنی کتاب حلیۃ الابرار میں ایک آدمی کا از حد کھوس اور عبرت خیز واقعہ نقل کرتا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ ایک شخص حضرت علی مرتضیٰؓ کو (معاذ اللہ) گالیاں دیتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے وہاں سبز زمرد کا بے حد منقش اور خوبصورت محل ہے جس میں حضرت علیؓ بھی ہیں اور ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ

[1] انوارات (نعتقی) جلد ۱ صفحہ ۲۱۔ ناسخ التواریخ زندگانی حضرت فاطمہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ [2] تلخیص الشافی جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ [3] کشف الغمہ جلد اوّل صفحہ ۵۷۰



بھی۔ جو آپس میں بڑی محبت بھری گفتگو کر رہے ہیں اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپؐ کے ساتھ حسنین کریمین رضی بھی تھے۔ امام حسنؓ کے ہاتھ میں چاندی کا جام تھا۔ آپ نے انھیں فرمایا "ان تمام لوگوں کو پلاؤ"۔ انھوں نے پلایا۔ پھر فرمایا "اس شخص کو بھی پلاؤ!" امام حسنؓ کہنے لگے یا رسول اللہ! یہ میرے والد گرامی کو گالیاں دیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا او ظالم! خدا تجھ پر لعنت کرے اور تیرا حلیہ بگاڑ دے۔ چنانچہ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس کا چہرہ خنزیر کی صورت اختیار کر چکا تھا [1]۔

۷ پیچھے امام جعفر صادق کا حضرات شیخین کے متعلق یہ ارشاد بھی گزر چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں وہ دونوں عادل و منصف امام تھے وہ حق پر ڈٹے رہے اور اسی راہ میں جان دی اللہ ان پر رحمت فرمائے [2]

# فصل دوم

## خلفائے ثلاثہ کے متعلق اہلِ تشیع کے باطل عقائد اور مطاعن

## بحث اوّل:- باطل نظریات

ابھی آپ نے ائمہ اہلِ بیت کی زبانی صحابہ ثلاثہ کی بے پناہ تعریف سُنی مگر اب آپ کو یہ پڑھ کر حیرانی ہو گی کہ اہلِ تشیع کے بعض مستند علماء و رواۃ انہی اہلِ بیت سے صحابہ ثلاثہ یعنی حضرات ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے متعلق ایسی دل آزار اور ناقابلِ بیان باتیں روایت کرتے ہیں جنھیں کوئی مسلمان سُننا گوارا نہیں کر سکتا یقیناً یہ نظریات اُن علماءِ شیعہ کے خود اپنے ہیں جنھیں وہ ان نفوسِ قدسیہ کی طرف

[1] حلیۃ الابرار جلد اوّل باب ۱۶ صفحہ ۳۰۲ [2] حقاق الحق صفحہ ۱۶ (تحفہ جعفریہ ۳ صفحہ ۲۰۳)

منسوب کر دیتے ہیں۔ یقیناً ائمہ اہلِ بیت کی ارواح اپنی قبوروں میں اس انتساب پر تڑپ تڑپ جاتی ہیں۔

## قرآن کی باطل تاویلات کے ذریعے خلفائے ثلاثہ کے حق میں شیعہ مفسرین کے نہایت دل آزار عقائد

۱۔ آیتِ کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا۔ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے پھر وہ کفر میں سخت تر ہو گئے۔ (پارہ ۵ ص۱۷) کے تحت مشہور شیعہ مفسر ملا فیض کاشانی لکھتا ہے نَزَلَتْ فِی الْاَوَّلِ وَالثَّانِیْ وَالثَّالِثِ وَالرَّابِعِ وَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَطَلْحَۃَ۔ یہ آیت پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے (خلیفہ) اور عبدالرحمٰن اور طلحہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔[1]

اہلِ تشیع بطور تقیہ نام نہیں لیتے ورنہ اوّل سے ان کے ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ثانی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ثالث سے حضرت عثمان اور رابع سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہم مراد ہوتے ہیں۔

۲۔ اہلِ تشیع کے ہاں معتبر ترین مفسر و محدّث شیخ قمی اس آیتِ مبارکہ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا (ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنائے۔ پارہ ۸ رکوع ۱ کے تحت لکھتا ہے۔ ہر نبی کی امّت میں دو ایسے بڑے شیطان رہے ہیں جو اسے تکلیف دیتے رہے فَاَمَّا صَاحِبَا مُحَمَّدٍ فَحَبْتَرٌ وَّ زُرَیْقٌ۔ — جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی شیطان حبتر اور زریق ہیں۔[2] حبتر اور

[1] تفسیر صافی ص۱۳۶ سورہ نساء۔

[2] تفسیر قمی جلد ۲ ص۲۴۲ سورہ الانعام آیت نمبر ۱۱۳



زُریق کا معنیٰ بھی گزرا ہے کہ اہلِ تشیع حبتر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہتے ہیں اور زُریق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔

۳۔ شیعوں کا ایک اور مفسر عُروسی حُویزی آیت مبارکہ لَھَا سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ (جہنم کے سات دروازے ہیں) کے تحت لکھتا ہے۔ ابوبصیر سے روایت ہے "جہنم جب مجرموں پر پیش کی جائے گی تو اس کے سات دروازے ہوں گے۔ پہلا باب "زُریق" کے لیے دوسرا "حبتر" کے لیے تیسرا تیسرے ظالم کے لیے چوتھا معاویہ کے لیے پانچواں عبدالملک کے لیے چھٹا عسکر بن ہوسر کے لیے اور ساتواں ابو سلامہ کے لیے۔"[1]

اس پر محشّی نے ان الفاظ سے حاشیہ میں وضاحت کی ہے۔ مجلسی کہتا ہے۔ زُریق پہلے (خلیفہ) سے کنایہ ہے کیونکہ اس کا معنیٰ ہے نیلے رنگ والا۔ اور اہلِ عرب آنکھوں کے نیلے پن کو بدشگونی سمجھتے ہیں۔ حبتر لومڑی کو کہا جاتا ہے یہ دوسرے (خلیفہ) سے کنایہ ہے اور یہ لفظ اُس کی لمبی داڑھی اور اس کی مکارانہ فطرت کی وجہ سے اس کے لیے بولا گیا ہے (معاذ اللہ) بعض روایات میں حبتر پہلے آیا ہے اور زُریق بعد میں۔ اور یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ پہلے (خلیفہ) کے لیے حبتر (لُومڑی) کا لفظ بہت برمحل ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرے خلیفہ کا ذکر پہلے کر دیا گیا ہو کیونکہ وہ اپنی بدبختی، درشت خوئی اور تُند مزاجی میں پہلے سے بڑھا ہُوا تھا (معاذ اللہ) اسی طرح عسکر سے عائشہ مراد ہے (معاذ اللہ) اور ابوسلامہ عباسی خلیفہ منصور کے لیے بولا گیا ہے۔[2]

۴۔ اس آیت کریمہ وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ الخ اور انھوں نے

[1] تفسیر نور الثقلین جلد سوم ص۱۸ سورہ توبہ آیت ۴۴ (طبع قم)

[2] حاشیہ نور الثقلین حوالہ مذکورہ

کفر والی بات کہی (سورۃ توبہ آیت ۷۴) کے تحت صد فیض کا شانی لکھتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علیؓ کو غدیر خم پر کھڑا کر کے ان کی امامت کا اعلان کیا اس وقت آپؐ کے ساتھ سات منافقین بھی کھڑے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ابوبکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ، سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور مغیرہ بن شعبہ، عمر نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے معاذ اللہ ازراہِ تمسخر) کہا " اَلَا تَرَوْنَ عَيْنَيْهِ كَاَنَّهُمَا عَيْنَا مَجْنُوْنٍ يَقُوْمُ وَيَقُوْلُ قَالَ رَبِّيْ۔ تم اس کی آنکھیں نہیں دیکھتے؟ مجنونوں کی سی لگتی ہیں۔ کیسے کھڑے ہو کر کہہ رہا ہے " مجھے میرے رب نے کہا"۔ [1] (استغفر اللہ)

۵۔ ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ اس نے کہا۔ میں نے امام زین العابدین سے پوچھا اعدآء اللہ (دشمنانِ خدا) کون ہیں؟ انھوں نے کہا وہی چار بُت .... میں نے پوچھا وہ کون؟ انھوں نے کہا ابو الفصیل، رمع، نعثل اور معاویہ، اور جو شخص بھی اُن کے دین پر چلے، اور جو آدمی ان سے دشمنی کرتا ہے وہ دشمنانِ خدا سے دشمنی کرتا ہے [2]

تفسیر عیاشی کے حاشیے پر محشی نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو الفصیل سے ابوبکرؓ مراد ہیں (معاذ اللہ) کیونکہ بکر اونٹنی کو کہتے ہیں اور فصیل بھی اونٹنی کا وہ بچہ ہے جو ماں کا دودھ چھوڑے (آپ کو ابو الفصیل کہنے میں بجائے خود ایک غلیظ اور بازاری طنز کی چبھن محسوس ہو رہی ہے)۔ جبکہ لفظ رَمَعُ عُمَرُ کو الٹا پڑھنے سے بن جاتا ہے تو رمع سے مراد ہے اور نعثل عرب میں ایک لمبی داڑھی والے آدمی کا نام تھا، جوہری کہتا ہے کہ عثمان غنی کے مخالفین انھیں طنزاً نعثل کہتے

[1] تفسیر صافی جلد اوّل صـ۷۱۵ طبع تہران [2] اہل تشیع کی معتبر ترین تفسیر تفسیر عیاشی سورہ برأت آیت الخ صـ۱۱۶ جلد ۲۔ بحار الانوار جلد ۷ صـ۳۷



ہیں۔ [1]

اس عبارت میں خلفآء ثلاثہ اور امیر معاویہ کو چار بت اور دشمنانِ خدا کہا گیا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھے وہ گویا خدا کے دشمنوں سے جنگ لڑ رہا ہے کتنا خبثِ باطن ہے اس راوی کا سینہ پُر از کینہ ہے۔

۶۔ آیت مبارکہ اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ الخ — وہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کردہ ہیں۔ مُردے ہیں زندہ نہیں (پارہ ۱۴ رکوع ۸) کے تحت شیعی مفسر عروسی حویزی لکھتا ہے:-

اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الْاَوَّلُ وَالثَّانِيْ وَالثَّالِثُ۔ غیر خدا کی پرستش کرنے والوں سے پہلا، دوسرا اور تیسرا (خلیفہ) مراد ہیں۔ کیونکہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد " علی کی ولایت مانو! اور اس کی اتباع کرو!" کی مخالفت کی اور اپنی ولایت کی طرف لوگوں کو دعوت دینا شروع کر دی اس لیے اللہ نے فرمایا وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ الخ آگے اللہ نے فرمایا اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ اَيْ كُفَّارٌ غَيْرُ مُؤْمِنِيْنَ — وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں یعنی کافر ہیں مومن نہیں [2]

یہاں تک ہم نے قرآن کی ترتیب کے مطابق سات مقامات سے سات آیات پیش کی ہیں اور شیعہ مفسروں نے ان کی نہایت باطل اور دل آزار تفسیرات و تاویلات کے ذریعے صحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حق میں جس ذہنیت اور جن عقائد کا اظہار کیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا

[1] حاشیہ تفسیر عیاشی جلد ۲ صـ۱۱۶
[2] نور الثقلین جلد ۳ صـ۴۷ سورہ نحل

یہ درست ہے یا ابھی پچھلے صفحات میں احادیث اور ارشاداتِ ائمہ اہلِ بیت نے خلفاء ثلاثہ کی جو عظیم شخصیت و مرتبت بیان کی ہے وہ درست ہے ؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۷ اور دورِ حاضر کا ایک شیعی مفسر علامہ بحرانی آیتِ کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ ۔ وہ لوگ جنھوں نے تہمت لگائی (پارہ ۱۸ رکوع ۸) کے تحت لکھتا ہے نَزَلَتْ فِیْ عَآئِشَۃَ وَحَفْصَۃَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ لَمَّا قَذَفُوْا مَارِیَۃَ الْقِبْطِیَّۃَ۔ یہ آیت عائشہ، حفصہ، ابوبکر اور عمر کے حق میں اتری جب انھوں نے حضرت ماریہ قبطیہ اور جریج پر تہمت لگائی تھی۔[1]

## خلفاء ثلاثہ کے حق میں شیعہ محدثین کی نہایت گستاخانہ اور اہلِ بیت سے غلط منسوب کردہ روایات

مذہب شیعہ کے محدثین میں محمد بن یعقوب کلینی صاحب اصول و فروع کافی کو ان کے ہاں وہ مقام حاصل ہے جیسا اہلِ سنّت کے ہاں امام بخاری کو، بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ ۔ اور اصول و فروع کافی کا درجہ ان کے ہاں قرآن سے بھی عظیم ہے ۔ قرآن میں ان کے ہاں معاذ اللہ تحریفات ہو چکی ہیں اور یہ کتاب تمام شکوک سے بالاتر ہے ۔ ہم اس کی چند روایات اس موضوع پر پیش خدمت کرتے ہیں ۔

۱ حسین بن ثوید اور ابو سلمہ سراج دونوں کہتے ہیں ہم نے خود سنا کہ امام جعفر صادق ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے فلان و فلان و فلان و معاویۃ یُسَمِّیْهِمْ وفلانۃ وفلانۃ وهند

---

[1] تفسیر البرہان جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ سورہ نور آیت ۱۱



وَاُمُّ الْحَکَمِ اُخْتُ مُعَاوِیَۃَ ۔ فلاں، فلاں، فلاں اور معاویہ، آپ چاروں کا نام لیتے تھے ۔ اور فلاں عورت، فلاں عورت، اور ہندہ اور معاویہ کی بہن ام الحکم۔[1]

یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ اس روایت میں جن تین مردوں اور دو عورتوں کا نام تقیتاً نہیں لیا گیا وہ کون کون ہیں ؟ مردوں سے حضرات ابوبکر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم اور عورتوں سے ام المؤمنین سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما مراد ہیں ۔ امام جعفر صادق خلفاء ثلاثہ اور امہات المؤمنین پر تو نہیں البتہ اس روایت کے وضع کرنے والے پر ضرور لعنت کرتے ہوں گے کہ او ملعون! تو نے کیسی کافرانہ حرکت میری طرف منسوب کی ہے۔

۲ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا ۔ تیم ، عدی اور بنو امیہ آپؐ کے منبر پر چڑھ اور اتر رہے ہیں آپؐ اس خوفناک خواب سے ڈر گئے ۔ اللہ نے آپؐ کو تسلی کے لیے یہ آیت اتاری کہ جب ہم نے فرشتوں سے آدمؑ کو سجدہ کرنے کے لیے کہا تو سب نے کیا مگر شیطان تکبر میں آگیا ۔ اللہ نے وحی فرمائی ۔ اے محمدؐ! میں نے حکم دیا تو اسے نہ مانا گیا ۔ اگر تمھارے وحی (حضرت علیؓ) کے متعلق تمھاری مخالفت کی جائے تو افسوس کی بات نہیں ۔[2]

بنو تیم حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قبیلہ ہے اور بنو عدی حضرت عمر فاروقؓ کا جبکہ بنو امیہ کہہ کر حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہؓ وغیرہما کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ اور اس کے بعد انھیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ خاکم بدہن شیطان کے برابر ٹھہرا دیا گیا ہے کہ جیسے اس نے اللہ کے مقرر کردہ مسجود کو سجدہ نہ کیا اسی طرح انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ وصی و خلیفہ حضرت علیؓ کو منبرِ رسولؐ سے

---

[1] فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب التعقیب بعد الدعاء جلد سوم صفحہ ۳۴۲

[2] اصول کافی کتاب الحجہ جلد اوّل صفحہ ۴۲۶

دُور رکھا اور خود اس پر بیٹھ گئے۔ (اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ)

۳ عبدالملک بن امین کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق سے ان دونوں مَردوں (حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ) کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے جواب فرمایا:۔

ظَلَمَنَا حَقَّنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَمَنَعَا مِیْرَاثَہَا مِنْ اَبِیْہَا وَجَرٰی ظُلْمُہُمَا اِلَی الْیَوْمِ۔

ان دونوں نے کتاب اللہ میں ہمارا مقرر کردہ حق ہم سے چھین لیا اور حضرت سیّدہ فاطمہؓ کو اپنے والد کی طرف سے ملنے والی میراث (باغِ فدک) سے محروم کر دیا اور ان کا ظلم آج تک (اپنے تاثرات میں) جاری ہے۔ [1]

۴ کمیت اسدی کہتا ہے میں نے امام جعفر سے ان دونوں مَردوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے تکیہ اُٹھایا اور اسے اپنے سینے پر دوہرا کرتے ہوئے کہنے لگے بخدا اے کمیت! آج تک جتنے خون بہے ہیں، مال چھینے گئے ہیں اور لوگوں کی املاک میں خیانتیں ہوئی ہیں (اِلَّا ذَاکَ فِیْ اَعْنَاقِہِمَا) ان سب کا گناہ انہی دونوں کی گردن پر ہے۔ [2]

۵ امام باقر سے روایت ہے کہ فرمایا۔ برادرانِ یوسف علیہ السّلام انبیاء نہ تھے وہ اولادِ انبیاء کی اسباط تھے، انھوں نے اپنے گناہوں کی توبہ کی اور دُنیا سے نیک بخت ہو کر گئے وَاِنَّ الشَّیْخَیْنِ فَارَقَ الدُّنْیَا وَلَمْ یَتُوْبَا وَلَمْ یَتَذَکَّرَا مَاصَنَعَا بِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَعَلَیْہِمَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، مگر شیخین (حضراتِ ابوبکرؓ و عمرؓ) بغیر توبہ کیے دنیا سے گئے جو کچھ انھوں نے امیرالمؤمنین علی علیہ السّلام سے کیا اس پر انھیں ندامت نہ ہوئی، تو ان پر اللہ اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ [3]

---

۱ روضہ کافی جلد ۸ ص ۱۰۲ طبع تہران ۲ روضہ کافی جلد ۸ ص ۱۰۳
۳ روضہ کافی جلد ۸ ص ۲۴۶



ہم کہتے ہیں اے جھوٹے راوی! تجھ پر اللہ اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ تو نے کیسی کافرانہ و ملحدانہ بات امام جعفر صادق کے سر تھوپی ہے اور ان کا دامن ایمان داغدار کرنے کی سعی مذموم کی ہے۔ کَفَاکَ اللّٰہُ عَنْ دَقِیْقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہم چاہتے تھے کہ یعقوب کلینی کی طرح دیگر اہلِ تشیع کے ہاں معتبر محدثین ابن بابویہ قمی، ابوجعفر طوسی، ملا باقر مجلسی وغیرہم کی وضع کردہ یا روایت کردہ اخبار بیان کریں مگر خوفِ طوالت سے اسی پر اکتفا کرتے ہیں شاید آگے خلفاء ثلاثہؓ میں سے ہر ایک سے متعلقہ انفرادی ابواب میں کچھ مزید روایات لانی پڑیں۔

آپ کو لگے ہاتھوں یہ بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اہلِ تشیع کے فنِ تفسیر و فنِ حدیث کا کیا معیار ہے ان کے مفسرین و محدثین کس ذہنیت کے مالک ہیں اور کیا واقعتاً وہ مفسر و محدث کہلوانے کے قابل ہیں۔

## خلاصۂ کلام

قارئین تصویر کے دونوں رُخ آپ کے سامنے ہیں۔ خلفاءِ ثلاثہ کی غزوۂ تبوک پر قربانیاں آپ نے پڑھ لیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان پڑھ لیا کہ ابوبکر صدیقؓ میرے لیے ایسے ہے جیسے جسم کے لیے کان اور عمرؓ ایسے ہے جیسے آنکھیں اور عثمانؓ میرے لیے دل کی حیثیت رکھتا ہے (رضی اللہ عنہم) یہ حدیث بھی آپ نے جان لی کہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ میرا رشتہ سسرالی ہو یا نسبی وہ قیامت میں منقطع نہیں ہوگا۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ابوبکرؓ کی مثال حضرت ابراہیمؑ جیسی ہے اور عمرؓ کی مثال حضرت موسیٰؑ جیسی۔ اسی طرح ائمہ اہلِ بیت کے ارشادات بھی آپ نے پڑھ لیے۔ کہ حضرت علیؓ کے مطابق حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے وصال سے اسلام کو شدید صدمہ پہنچا۔ امام حسنؓ نے خلفاءِ ثلاثہ کو خلفاءِ راشدین قرار دیا امام زین العابدین نے حضراتِ ابوبکر و عمر و عثمان رضی

اللہ عنہم کے گستاخوں کو اپنے ہاں سے دھتکار کر نکال باہر کیا اور امام جعفر صادق
نے انھیں عادل و منصف امام گردانا۔ جبکہ اہلِ تشیع کے مفسرین نے لَهَا سَبْعَةُ
ابواب کے تحت لکھا کہ خلفاء ثلاثہ میں سے ہر ایک کے لیے جہنم کا ایک ایک
دروازہ مخصوص ہے جس میں وہ داخل ہوں گے لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا کے
تحت لکھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے دشمن تھے اور ان الذین
آمنوا ثم کفروا کے تحت لکھا کہ یہ خلفاء ثلاثہ ہیں جبکہ شیعہ محدث یعقوب کلینی کی
چند روایات کا خلاصہ یہ ہوا کہ امام جعفر ہر نماز کے بعد خلفاء ثلاثہ پر لعنت کرتے
تھے۔ آپ نے کہا ابوبکرؓ و عمرؓ نے سیدہ فاطمہؓ کی میراث چھین لی، اہلِ بیت کا حق
غصب کر لیا۔ قیامت تک ہونے والے قتل اور ظلم کا گناہ ان دونوں کو ہوتا ہے گا۔
اور ان پر اللہ، اس کے فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ اہل تشیع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ
اہل بیت کی تعلیمات کے حامل ہیں یا ان پر تہمت زنی کرنے والے؟ اور اہلِ تشیع
کا ذخیرہ تفسیر و حدیث، نبی و آلِ نبیؐ کی صحیح تعلیم پر مشتمل ہے یا ان سے غلط منسوب
کردہ موضوع روایات و ہفوات پر؟

## دوسری بحث:۔ حضرات شیخین کے متعلق اہل تشیع کے اجتماعی نوعیت کے مطاعن اور ان کا رد

### طعن اوّل:۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا

اہلِ تشیع کنز العمال کی یہ عبارت اکثر پیش کیا کرتے ہیں کہ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ
اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِي الْاَنْصَارِ
فَدُفِنَ قَبْلَ اَنْ يَّرْجِعَا۔ عروہ سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے



دفن میں شریک نہ ہوئے وہ انصار ہی میں رہے اور ان کے لوٹنے سے قبل ہی
آپؐ کو دفن کر دیا گیا تھا (کنز العمال کتاب الخلافۃ)

لاہور کے ایک شیعہ مناظر غلام حسین نجفی نے اپنی کتاب قولِ مقبول میں
یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ
ابوبکر و عمر لاشِ نبیؐ کو بغیر غسل و کفن اور جنازہ و دفن چھوڑ کر چلے گئے تھے اور
وجہ بھی معلوم ہے" (قول مقبول صفحہ ۵۵ طبع لاہور)

**جواب** ۱۔ یہ عبارت اہل سنت و اہل تشیع دونوں کے تمام تر ذخیرۂ سیرت
و حدیث و تاریخ کے خلاف ہے فریقین کے مسلمات سے متصادم
ہے یقیناً اس کی تخلیق میں سخت گڑبڑ ہے۔ کنز العمال نے اسے مصنف ابن ابی شیبہ
سے لیا ہے اور وہاں اس کی سند دیکھنے سے پتہ چلا کہ اس روایت کا دارومدار ہشام
بن عروہ پر ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ "ہشام بن عروہ کی وہ روایات جو
انھوں نے مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے بیان کیں وہ اہلِ فن کے ہاں مقبول ہیں مگر کوفہ
چلے جانے کے بعد ان کے حالات بدل گئے۔ کوفہ کی نظریاتی آب و ہوا نے ان میں
تشیع کا عنصر پیدا کر دیا تھا اور ایسا دورِ تابعین میں بہت سے لوگوں کے ساتھ ہوا۔
حضرت امام مالک فرماتے ہیں ہشام کی ہمارے ہاں بیان کردہ روایات صحیح ہیں جبکہ
ہمارے ہاں سے چلے جانے کے بعد والی روایات بے حد کمزور، یعقوب بن شیبہ
کہتے ہیں وہ ثقہ تھے مگر عراق جانے سے پہلے تک، بلکہ امام مالک نے بعد ازاں ان
پر کھل کر تنقید شروع کر دی تھی اور اہلِ کوفہ نے ان سے جو روایتیں لی ہیں انھیں
کمزور قرار دیا۔ ابوالحسن قطان کہتے ہیں ہشام میں موت سے قبل بہت تغیر آ گیا
تھا جو ان میں اس سے قبل کبھی دیکھا نہ گیا تھا۔"[1]

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۵۰ حرف الھاء (عقائد جعفریہ ۲۷۶)

مذکورہ روایت بھی کوفی راویوں نے ہشام سے پیش کی ہے۔ اس لیے ہم اس پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ ہشام بن عروہ اسی دَور میں کوفہ گئے جب وہاں سبائی فتنہ زوروں پر تھا اور صحابہ ثلاثہ کے متعلق کردارکشی کی مہم جاری تھی یہ روایت بھی اسی مہم کا ہی ایک حصّہ ہے۔

۲ مقتدر ترین شیعہ علماء نے بالتفصیل لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے قبل اپنی تمام وصیتیں حضرت ابوبکرؓ سے فرمائی تھیں، "آپ نے انھیں فرمایا تھا میرے اہل بیت مجھے غسل دیں گے اور جو کپڑے میں نے پہن رکھے ہیں انھی میں مجھے کفن دینا پھر مجھے حجرے میں چھوڑ کر باہر نکل جانا پہلے اللہ میرا جنازہ پڑھے گا (مجھ پر درود بھیجے گا) پھر فرشتے پڑھیں گے پھر تم لوگ ٹولیوں کی صورت آنا اور (مجھ پر درود پڑھتے ہوئے چلتے جانا۔ پھر مجھے میرے اہل بیت قبر میں اتاریں گے۔" [1]

گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرما رہے تھے کہ میرے بعد ابوبکر ہی تمام اُمور کی نگرانی کریں گے اس لیے انہی سے سب وصیتیں ارشاد فرمائیں۔ پھر ان کا جنازہ و دفنِ جسدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر حاضر رہنا کیسے ممکن ہے۔

۳ یہ کہنا کتنا غلط ہے کہ شیخین کو وصالِ نبوی کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ اہلِ تشیع کی معتبر تاریخی کتب میں بالتفصیل لکھا ہے کہ عمر فاروقؓ نے انتقالِ رسالت مآب کے بعد غم وغصّہ کے عالم میں شمشیر بکف اعلان کیا "جو یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا، یہ آپ اس لیے کہہ رہے تھے کہ بعض منافقین کی سرگوشیاں آپ نے سُنی تھیں کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

[1] جلاء العیون جلد اوّل ص۱۰۸ وفات سید الانبیاء (تحفائد جعفریہ ۱۶۴/۱) ۔ کشف الغمہ جلد اول ص۱۷ ۔ امالی شیخ صدوق جلد اول ص۱۰۸



نبی ہوتے تو فوت نہ ہوتے۔ ادھر ابوبکرؓ اس وقت مدینہ ہی میں کسی جگہ گئے ہوئے تھے انھیں وصالِ نبوی کا علم ہوا تو چیخ چیخ کر کہنے لگے وا محمداہ! وا انقطاع ظہراہ! آپؓ وہاں سے سیدھے حجرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے اور چشم ہائے گریاں کے ساتھ رخسارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا پھر باہر نکلے اور مسجد میں آئے وہاں عمر فاروقؓ کی باتوں سے بڑی تعجب خیز حالت پیدا ہو چکی تھی آپ نے فوراً وہاں خطبہ دیا۔ اور یہ آیات پڑھیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس کے بعد آپ نے فرمایا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ آپؐ فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ کو کبھی موت نہ آئے گی آپ کے اس خطبہ سے یوں محسوس ہوا جیسے یہ آیات آج پہلی ہی مرتبہ سُنی گئی ہیں (عمر گوید بخدا سوگند گویا ایں آیہ را نشنیدہ بودم) حضرت عمرؓ نے کہا گویا میں نے یہ آیت وَمَا مُحَمَّدٌ الخ پہلے کبھی نہیں سُنی تھی) [1]

۴ شیعہ کتب میں ہمیں یہ اعتراف بھی ملتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ غسلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مسجد نبوی میں موجود تھے۔ چنانچہ بیشتر شیعہ مؤرخین و اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت سلمان فارسی ان کے پاس آئے اور سقیفہ میں ہونے والے حالات سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتلایا اِنَّ اَبَا بَكْرٍ السَّاعَةَ لَعَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ابوبکر اس وقت منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے ہوئے ہیں (خلیفہ بن گئے ہیں) بلکہ ملا باقر مجلسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کو یہ بھی بتلایا "تمام صحابہ نے اتفاق کر لیا ہے کہ ابوبکرؓ کے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

[1] تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص۲۲۴ ذکر احوال خاتم الانبیاء، تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص۱۱۴ ذکر وفات رسول (عقائد جعفریہ ۳۴۲/۱)

جنازہ پڑھیں گے۔" (مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم در بقیع دفن کنند و ابوبکر ایستادہ و برآنحضرت نماز کند[1])

اس عبارت سے جہاں اور بہت سے باطل سوز اور حقیقت افروز نتائج حاصل ہوتے ہیں جن کا تذکرہ ہم آگے کریں گے وہاں ایک یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غسلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت ابوبکر مسجدِ نبوی میں موجود تھے لہذا یہ الزام غلط ثابت ہوا کہ شیخین وصالِ نبوی سے آپ کے دفن کے بعد تک سقیفہ ہی میں رہے اور غسل و کفن اور جنازہ و دفن کے وقت حاضر نہ ہوئے۔

**۵** نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ اور آپ کی تدفین حضرت ابوبکر صدیق رض کی سرپرستی اور راہنمائی ہی میں روبعمل ہوئی۔ عالم اسلام کے محدثِ کبیر حضرت ابن سعد اپنے طبقات میں محمد بن ابراہیم بن حرث تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل و کفن کے بعد ایک چارپائی پہ لاکر رکھ دیا گیا۔

فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَعَهُمَا نَفَرٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَقَالَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَسَلَّمُوْا كَمَا سَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَهُمَا فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ حِيَالَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

چنانچہ حضرات ابوبکر رض و عمر رض مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کی معیت میں حجرے میں داخل ہوئے اور "السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ" کہا۔ پھر تمام مہاجرین و انصار نے بھی اسی طرح سلام عرض کیا جیسے حضرات شیخین نے کہا تھا۔ وہ دونوں پہلی صف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے کھڑے تھے اس کے بعد انھوں نے درود شریف پڑھا اور باہر نکل گئے، اور دوسری جماعت

---

[1] فروع کافی کتاب الروضہ جلد ۸ ص ۳۴۳ طبع تہران۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۰۶ طبع جدید، حیات القلوب جلد دوم ص ۱۱۹۸ باب ۶۴ (عقائد جعفریہ ۲۴۱)



آگئی یوں تمام صحابہ نے آپ کا جنازہ پڑھا[1]

ابن سعد ہی نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ دفن کے وقت لوگوں میں اختلاف ہوا کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بقیع میں اور کچھ مسجد میں دفن کرنے کی بات کر رہے تھے اس وقت حضرت ابوبکر رض نے فرمایا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ مَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا "ہر نبی کو وہیں دفن کیا جاتا رہا جہاں وہ وصال پاتا تھا"[2]

الحمد للہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی اور حضرات شیخین پر جنازہ و دفنِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت غیر حاضر ہونے کا الزام قطعی بے بنیاد ٹھہرا۔

**۶** فقیہ جعفریہ کے ضوابط بھی یہ تقاضا کرتے ہیں کہ جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رض ہی کی سرپرستی و نگرانی میں ہونا چاہیئے یہ بات دو مقدموں میں ثابت ہو جاتی ہے

**پہلا مقدمہ** اہلِ سنت و اہلِ تشیع دونوں کو تسلیم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ پاک کو حضرت علی رض اور ان کے ساتھی صحابہ و اہلِ بیت ابھی غسل دے کر فارغ نہ ہوئے تھے کہ صحابہ کرام کی اکثریت نے حضرت ابوبکر صدیق رض کی بیعت کر لی تھی اور ان کے خلیفہ ہونے کا اعلان ہو چکا تھا۔ پیچھے[1] احتجاج طبرسی کی یہ عبارت گذر چکی ہے کہ غسل کے بعد لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھنے لگے مَنْ بَايَعَ اَبَابَكْرٍ وَمَنْ لَّمْ يُبَايِعْ۔ ان میں سے بعض نے ابوبکر رض کی بیعت کر لی تھی اور بعض نے ابھی نہیں کی۔ بہرحال سب نے جنازہ پڑھا[3]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۔۔ ص ۔۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۲۶۵، کنز العمال کتاب الشمائل حرف شین جلد ۳ ص ۱۲۴ [2] طبقات ابن سعد جلد ۔۔ ص ۔۔ کنز العمال حرف شین جلد ۳ ص ۱۲۵
[3] احتجاج طبرسی جلد اول ص ۹۴ (عقائد جعفریہ ۲۳۶)

۲۔ نہج البلاغہ کا شیعی شارح ابن ابی حدید لکھتا ہے کہ جب انصار نے وصالِ نبوی کے فوراً بعد کہا مِنَّا اَمِیْرٌ وَّ مِنْکُمْ اَمِیْرٌ۔ ایک امیر ہمارا ہوگا اور ایک اے مہاجرین تمہارا، تو عمر (فاروق) نے ابوبکر (صدیق) کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور لوگوں سے پوچھا، کیا تم سے کوئی ایسا آدمی ہے جس کے حق میں اللہ نے یہ فرمایا هُوَ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ الآیۃ پھر عمرؓ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی فَبَایَعَهُ النَّاسُ بَیْعَةً حَسَنَةً۔ تو پھر سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی اور اچھی طرح بیعت کی۔[1]

۳۔ اور ابھی پیچھے یہ بھی گزرا ہے کہ جس وقت حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے ابوبکر صدیقؓ مسجد میں منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے (احتجاج طبرسی، حیات القلوب اور فروع کافی وغیرہ) اور ابھی حیات القلوب کے حوالے سے یہ بھی گذرا کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت علیؓ کو جب وہ جسدِ نبوی کو غسل دے رہے تھے آکر یہ بتلایا تھا کہ سب لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے کہ وہ ابوبکرؓ کے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھیں گے۔

پتہ چلا جنازۂ نبوی کے آغاز سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ بطور خلیفہ مقرر ہو چکے تھے اور امتِ مسلمہ نے ان کی خلافت پر اتفاق کر لیا تھا۔

**دوسرا مقدمہ** شیعی محدّثین وفقہاء کا اتفاق ہے کہ جنازہ پڑھانا اولاً خلیفۂ وقت ہی کی ذمہ داری ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام باقر سے روایت ہے کہ فرمایا اِذَا حَضَرَ الْاِمَامُ فَهُوَ اَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْهَا۔ جب امام حاضر ہو تو جنازہ پڑھانے کا سب لوگوں سے زیادہ وہی حقدار ہے۔[2]

---

[1] ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ص۶ جلد ۲ (عقائد جعفریہ ۲۵۱/۴) [2] فروع کافی جلد ۳ ص۲ طبع جدید



۲۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اَلْوَالِیْ اَحَقُّ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ مِنْ وَلِیِّهَا۔ حاکمِ وقت جنازہ پڑھانے میں ولیِ میّت سے زیادہ حقدار ہے۔[1]

۳۔ جب امام حسنؓ نے وصال فرمایا تو حضرت امام حسینؓ نے والیِ مدینہ سعد بن العاصؓ کو جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا اور فرمایا لَوْلَا اَنَّهَا سُنَّةٌ مَا قَدَّمْتُكَ۔ اگر یہ سنّتِ (خلفاءِ سابقین) نہ ہوتی تو میں تمہیں آگے نہ بڑھاتا۔[2]

۴۔ امام جعفر اپنے والد امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جب اُمّ کلثومؓ بنت علی مرتضیٰؓ کا وصال ہوا اُس وقت کا حاکمِ مدینہ مروان بن حکم آگے بڑھا اور اس نے ان کی نماز پڑھائی۔ امام حسینؓ نے بعدازاں فرمایا لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهٗ یُصَلِّیْ عَلَیْهَا۔ اگر والی کا جنازہ پڑھانا سنّت نہ ہوتی تو میں اسے اُمّ کلثوم کا جنازہ نہ پڑھانے دیتا۔[3]

ان دونوں مقدمات ملا کر ہم نے اصول فنِ منطق کے مطابق شکلِ اوّل ترتیب دی۔ صُغریٰ یہ بنا "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ابوبکرؓ خلیفہ تھے" اور کُبریٰ یہ "خلیفہ ہی امامتِ جنازہ کا سب سے زیادہ حقدار ہے" حدِ اوسط گرانے سے نتیجہ یہ نکلا "ابوبکرؓ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھانے کے لیے سب سے بڑھ کر حقدار تھے"۔ اہلِ تشیع کو ائمہ اہلِ بیت کی روایات کے مطابق جب صُغریٰ کُبریٰ تسلیم ہیں تو نتیجہ کیوں تسلیم نہیں۔

---

[1] قرب الاسناد ص۲۱۵ جلد دوم
[2] مقاتل الطالبین ص۷۶
[3] قرب الاسناد جلد دوم ص۲۱۵ (عقائد جعفریہ ۲۸۳/۴)

## طعن دوم :- حکمِ نبوی ﷺ کے باوجود شیخین حصولِ خلافت کے لیے جَیشِ اُسامہ میں شریک نہ ہوئے

ملا باقر مجلسی نے یہ اعتراض بڑی شد و مد سے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے کچھ قبل اسامہ بن زید کی سرکردگی میں ایک لشکر سوئے شام روانہ کیا تھا اور خصوصاً تمام منافقین و اہلِ فتنہ کو اس میں شامل کیا تاکہ مدینہ منافقین سے خالی ہو جائے اور خلافت کا منصب حضرت علی رض کو بآسانی سپرد کر دیا جائے اور کسی منافق کو روڑا اٹکانے کا موقع نہ ملے مگر ابوبکر رض و عمر رض حکمِ رسول ﷺ کے باوجود لشکر میں شریک نہ ہوئے اور کوشش کر کے خلافت اپنے ہاتھوں کر لی[1]

اسی طرح اہلِ تشیع علامہ شہرستانی کو ایک معتبر سنّی عالم قرار دے کر اس کی کتاب الملل والنحل سے یہ عبارت بھی نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جَهِّزُوْا جَيْشَ أُسَامَةَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا جَیشِ اسامہ کی جلد تیاری کرو، جو اس سے پیچھے رہے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ لہٰذا ابوبکر رض و عمر رض (معاذ اللہ) لعنتِ الٰہی کے سزاوار ٹھہرے۔

**جواب** ١۔ ملا باقر مجلسی کی عبارت سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) ایک خفیہ پلان بنایا تھا۔ اور (معاذ اللہ) ابوبکر رض و عمر رض جیسے منافقین کو مدینہ سے باہر بھیج دیا تاکہ حضرت علی رض کو بآسانی خلافت دی جا سکے مگر ابوبکر رض و عمر رض بھی آپ ﷺ کے ارادے بھانپ گئے تھے انھوں نے لشکر میں شرکت نہ کی اور خلافت سنبھال کر آپ کے سارے پلان کو ناکام بنا دیا (معاذ اللہ) ہم پوچھتے ہیں کیا محبوبِ کبریا سالارِ انبیاء شہِ ہر دو سرا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی شان تھی کہ وہ بوقت وصال نفس پرست حکمرانوں کی

[1] حیات القلوب جلد ٢ ص ١١٦٧ باب ٦٣، تہذیب المتین جلد اول ص ٣٢٠ (تحفہ جعفریہ ٣/٣٥٧)



طرح کوئی خفیہ پلان تیار کر رہے تھے مگر ابوبکر رض نے وہ پلان خراب کر دیا ورنہ حضرت علی رض خلیفہ بلا فصل بن جاتے۔ شانِ نبوت کا کیا خوب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ باتیں قابلِ التفات ہی نہیں۔

٢۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حضرات شیخین لشکرِ اسامہ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ مشہور شیعہ محقق ابو منصور طبرسی کی یہ عبارت کتنی فیصلہ کن ہے وَكَانَ أَوَّلُ مَنْ سَارَعَ إِلَيْهِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ۔ لشکرِ اسامہ میں شریک ہونے کے لیے جو سب سے پہلے دوڑ کر پہنچے تھے وہ ابوبکر رض و عمر رض اور عبیدہ بن جراح رض تھے[1]

اس طرح ابن ابی الحدید شیعی نے لکھا ہے کہ حضرت اسامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جھنڈا ہاتھ میں لیے اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو پڑے اور مقامِ جُرف (مدینہ طیبہ سے باہر ایک جگہ) پر جا کر نزول کیا وَمَعَهُ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَكْثَرُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ۔ اور ان کے ساتھ حضرات ابوبکر رض و عمر رض اور اکثر مہاجرین و انصار تھے۔ ابھی یہ لوگ یہیں پڑاؤ کیے ہوئے تھے کہ اسامہ رض کی والدہ حضرت اُمّ ایمن کا فرستادہ ایک آدمی وہاں آ پہنچا۔ اس نے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دمِ آخریں پر ہیں۔ چنانچہ اسامہ واپس چلے آئے اور جونہی انھوں نے کاشانۂ نبوت کی دہلیز پر قدم رکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا فَمَا كَانَ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ يُخَاطِبَانِ أُسَامَةَ إِلَى أَنْ مَاتَا إِلَّا بِالْأَمِيْرِ۔ تو ابوبکر رض و عمر رض اپنے آخری سانس تک حضرت اسامہ کو جب بھی بلاتے "امیر" کہہ کر پکارا کرتے۔[2]

[1] احتجاج طبرسی جلد اوّل ص ٩١ ما جریٰ بعد وفات النبی ﷺ۔ طبع تہران۔ (تحفہ جعفریہ ٣/٣٦٤)
[2] ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد دوم ص ٢١ (تحفہ جعفریہ ٣/٣٦٩)

یہ تو اہلِ تشیع کے علماء کا بیان تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو اس لشکر میں بھیجا ہی نہیں تھا انھیں تو آپ نے اپنی مرض کے ایام سے لے کر مسجدِ نبوی میں امامت پر مامور کر رکھا تھا اور درۂ نجفیہ کے شیعی مصنف شیخ ابراہیم بن حاجی حسین کی یہ تحریر پیچھے بابِ امامت میں گذر چکی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ ہی اس وقت امامت کروا رہے تھے اور وصالِ نبویؐ تک وہی یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔[1]

البتہ حضرت عمرؓ اس لشکر میں شامل تھے۔ اہلِ سنّت کا ذخیرۂ حدیث یہ تبلاتا ہے کہ جنگ موتیٰ میں حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی شہید ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے وصال سے کچھ دن قبل حضرت زید کے بیٹے حضرت اُسامہ کو اپنے والد اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر دے کر ملکِ شام کی طرف روانہ کیا جہاں جنگِ موتیٰ ہوئی تھی اس لشکر میں آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، اور ایسے ہی دیگر جلیل القدر صحابہؓ کو بھی شامل ہونے کا حکم فرمایا۔ بعض لوگوں نے دبی زبان سے کہا ایسے مقتدر اور بزرگ صحابہ پر ایک نوعمر لڑکے کو امیر کیوں بنایا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی شکایت کی۔ آپ نے اعتراض کرنے والوں کو سخت ڈانٹا اور فرمایا اسامہ اور اس کا باپ دونوں مجھے سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہیں[2]

۳۔ خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لشکرِ اسامہ کی فوری روانگی کا حکم فرمایا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اگر آپ اجازت دیں تو میں عمر

[1] درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ص۲۲۵ [2] کنز العمال بروایت ابن عساکر عن عروہ بن زبیر جلد ۵ ص۱۸۱ برحاشیہ مسند احمد



بن الخطابؓ کو اپنے پاس ٹھہرا لوں کہ مجھے ان کے مشورہ کی ضرورت ہے"۔ حضرت اسامہؓ نے بخوشی یہ بات قبول کر لی۔[1]

اہلِ تشیع کی معتبر تواریخ روضۃ الصفا اور ناسخ التواریخ نے بھی صاف لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہ سے فرمایا "اگر رائے تو اقتضاء فرماید عمر را رخصت دہ تا باز گردد، اسامہ ملتمسِ ابوبکر مبذول داشت"۔ اگر آپ کی رائے ہو تو عمر کو واپسی کی اجازت دے دیں۔ اسامہؓ نے ابوبکرؓ (صدیق) کا مدعا پورا کر دیا۔[2]

۴۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے زمامِ خلافت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلا حکم بحیثیتِ خلیفۃ المسلمین یہی دیا تھا کہ لشکرِ اسامہؓ فوراً اپنی منزل کی طرف روانہ ہو۔ جس شخص کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نامزد فرمایا ہو وہ پیچھے نہ رہے۔ بہت سے اصحابِ عقل و دانش نے آپ کو مشورہ دیا کہ اس وقت مدینہ منورہ کی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے۔ وفاتِ نبویؐ کے بعد دشمنوں کی نظریں مرکزِ اسلام کو ختم کرنے کی طرف اٹھی ہوئی ہیں لہٰذا یہ لشکر باہر نہ بھیجا جائے۔ آپ نے فرمایا، اگر سباع منارہ در غیبتِ اسامہ مرا پارہ پارہ سازند من اورا نخواہم فرستاد ــــ اگر خونخوار درندے آکر لشکرِ اسامہ کی عدم موجودگی میں مجھے پارہ پارہ کر ڈالیں تو بھی میں یہ لشکر ضرور بھیجوں گا۔[3]

مذکورہ چار امور حضرت شیخینؓ پر لشکرِ اسامہ میں عدم شرکت کے طعن کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ خدا سب کو چشمِ بصیرت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

[1] کنز العمال بروایت ابن عساکر عن عروہ بن زبیر جلد ۵ ص۱۸۶ [2] روضۃ الصفا جلد دوم ص۲۳۳ ناسخ التواریخ جلد اول حالات خلفاء ص۱۸۰ (تحفہ جعفریہ ۳۷۳/۲) [3] ایضاً گسیل شدنِ اسامہ بجانب شام، روضۃ الصفاء جلد دوم ص۲۳۳ ذکر خلافتِ ابی بکرؓ (تحفہ جعفریہ ۳۷۳/۲)

## طعنِ سوم :۔ حضرت علیؓ حضراتِ شیخین کو خائن اور دھوکہ باز سمجھتے تھے

اہلِ تشیع مسلم شریف باب حکم الفیئی میں مذکور ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جناب عباسؓ اور علی مرتضیٰؓ دونوں سے فرمایا "تم دونوں ابوبکرؓ کے پاس آئے تھے۔ یہ عباسؓ بھتیجے کے مال سے چچا کی میراث مانگتے تھے اور یہ علیؓ باپ کے مال سے بیٹی کی میراث کا تقاضا کرتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہم گروہ انبیاء کا مال میراث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ (امت پر) صدقہ ہوتا ہے۔ فرایتما کاذبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا ۔ تو تم نے ابوبکرؓ کو جھوٹا، گنہگار اور دھوکہ باز اور خیانتی سمجھا۔ حالانکہ وہ پرہیزگار اور تبع حق تھے۔ پھر جب میں خلیفہ بنا تو تم نے مجھے بھی کاذب، آثم، فریب کار اور خائن سمجھا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں سچا، نیکوکار اور تبع حق ہوں۔" الخ (مسلم شریف جلد دوم باب حکم الفیئی ص۹۱)

**جواب** ۱۔ یہ مسلم شریف کتاب الجہاد باب حکم الفیئی میں مذکور متعدد احادیث میں سے ایک حدیث کا آخری ٹکڑا ہے جو اہلِ تشیع نے پیش کیا۔ اگر وہ سارا باب نہیں تو کم از کم یہی حدیث ساری پڑھ لیتے تو ان کا شیخین پر الزام باقی نہ رہتا۔ ہم حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان مذکورہ نزاعی مسئلہ چار مقدمات میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ وہ علاقہ یا اموال جو لشکر کشی اور جنگ و قتال کے بغیر مصالحتًا کفار کی طرف سے مسلمانوں کو مل جائیں انھیں اموالِ فیئی کہا جاتا ہے اور قرآن کریم سورہ حشر آیت ۶ تا ۷ (پارہ ۲۸ رکوع ۱) میں واضح فرمایا گیا ہے "اور جو



کچھ اللہ نے اپنے رسول کو مال فیئی دیا تو یہ وہ ہے جس پر تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، مگر اللہ اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے غالب فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جو کچھ مالِ فیئی اللہ اپنے رسول کو کسی بستی والوں کی طرف سے دے تو وہ اللہ اس کے رسول (رسول کے) رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے الخ"

مذکورہ دو آیاتِ قرآنیہ نے صاف بتلا دیا کہ مالِ فیئی کیا ہوتا ہے اور یہ کہ مالِ فیئی اللہ اس کے رسول، رسول کے رشتہ داروں اور تمام اہلِ اسلام جو غرباء و مساکین ہیں کا حق ہے۔ اسی لیے تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مالِ فیئی کا مالک حاکمِ وقت کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ مصالحِ مسلمین کے لیے جہاں چاہے خرچ کرے۔ مالِ غنیمت کی طرح اس میں خمس جاری نہیں کیا جاتا جبکہ اس کے برعکس لڑائی کے ساتھ کفار سے حاصل کردہ مال کو غنیمت کہا جاتا ہے اس میں سے پانچواں حصہ حکومت لے لیتی ہے اور مصالحِ مسلمین میں خرچ کرتی ہے اور باقی چار حصے مجاہدین میں بانٹ دیئے جاتے ہیں۔ مزید تحقیق باغِ فدک کی بحث میں آئے گی۔

۲۔ خیبر کے نزدیک علاقہ فدک اور مدینہ طیبہ میں بنو نضیر کے باغات وغیرہ۔ یہ وہ علاقے تھے جو یہود نے مصالحتًا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے متعلق عمل مبارک درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے عَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَةٍ وَّ مَا بَقِيَ يَجْعَلُهٗ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ حضرت عمر فاروقؓ

سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے اموال اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بطور فیئ دیئے تھے ان پر گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے گئے تھے۔ ایسے اموال خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھے۔ آپ ان میں سے اپنے گھر والوں کے لیے سال بھر کا خرچہ نکال کر باقی ماندہ کو گھوڑوں اور اسلحہ برائے جہاد فی سبیل اللہ پر خرچ کر دیتے۔[1]

یہ مسلم شریف کے الفاظ ہیں، بخاری شریف میں آخری الفاظ یہ ہیں:۔
فَيَجْعَلُهٗ فَجَعَلَ مَالِ اللّٰهِ — آپ صلی اللہ علیہ وسلم باقی ماندہ مال کو بیت المال میں داخل کر دیتے۔ اس حدیث سے اموالِ بنی نضیر کی حیثیت بھی معلوم ہو گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے متعلق عمل بھی سامنے آگیا۔

۳۔ چونکہ فدک اور اموالِ بنی نضیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف خاص میں تھے۔ ان میں کوئی خمس وغیرہ جاری نہ کیا گیا تھا اور اہلِ بیتِ نبی کے تمام مصارف انہی میں سے لیے جاتے تھے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رض، سیدہ فاطمہ رض اور حضرت عباس رض و دیگر چند افرادِ اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان گذرا کہ شاید فدک اور بنی نضیر کے اموال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مالِ میراث ہیں اور بحیثیتِ وارث انھیں ہم میں تقسیم کیا جانا چاہیئے چنانچہ بخاری شریف میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوبکر صدیق رض کے پاس پیغام بھجوایا اور جو مال اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فیئ دیا تھا اس میں سے اپنے حصۂ میراث کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابوبکر رض نے جواب دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

---

[1] بخاری شریف جلد اول کتاب الجہاد باب فرض الخمس ص ۴۳۶ طبع کراچی مسلم شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب حکم الفیئ ص ۹۰ طبع دہلی و ترمذی و ابوداؤد وغیرہ۔



ہے۔ ہم گروہ انبیاء مال میراث نہیں چھوڑا کرتے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ (امت کے لیے) صدقہ ہوتا ہے ........ حضرت سیدہ فاطمہ رض کا یہ مطالبہ خیبر (کی ایک بستی) فدک اور مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ (اموالِ بنی نضیر) کے متعلق تھا حضرت ابوبکر رض نے فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کی مخالفت نہیں کر سکتا ورنہ میری تباہی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رض نے اموالِ بنی نضیر کو حضرات عباس رض اور علی رض کے سپرد کر دیا (کہ ان میں سنت نبوی کے مطابق عمل کرو) جبکہ خیبر اور فدک کو روکے رکھا اور فرمایا اَمْرُهُمَا اِلٰی مَنْ وَلِیَ الْاَمْرَ ——— ان کا معاملہ حاکمِ وقت کی صوابدید پر رہے گا۔[1]

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج کو بھی یہ خیال ہوا کہ شاید یہ اموال فیئ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہیں۔ انھوں نے بھی حضرت ابوبکر رض کے پاس بھجوانا چاہا تھا مگر سیدہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں سمجھا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔ ہم گروہِ انبیاء مال میراث نہیں چھوڑا کرتے۔ جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔[2]

۴۔ اب آئیں مسلم شریف کی اس حدیث کی طرف جس سے استدلال کرتے ہوئے اہلِ تشیع نے حضراتِ شیخین پر یہ الزام دیا ہے کہ حضرت علی رض انھیں خائن وفریب کار سمجھتے تھے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عباس رض اور حضرت علی رض دونوں اموالِ بنی نضیر کے متعلق اپنا باہمی تنازعہ لے کر جناب عمر فاروق رض کے پاس آئے اور حضرت عباس رض نے عرض کیا یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِقْضِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ هٰذَا

---

[1] بخاری شریف کتاب الجہاد جلد اول ص ۴۳۵ طبع کراچی

[2] مسلم شریف کتاب الجہاد جلد دوم ص ۹۵

اَلْکَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ۔ امیر المؤمنین! میرے اور اس جھوٹے، گناہگار، فریب کار اور دھوکہ باز آدمی (حضرت علیؓ) کے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں بینی و بین ھذا الظالم۔ میرے اور اس ظالم (حضرت علیؓ) کے درمیان فیصلہ فرمائیں (بخاری جلد دوم کتاب الاعتصام صفہ ۱۰۸) حضرت عمرؓ نے تمام حاضرینِ مجلس سے فرمایا میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں تبلائیے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا نہیں تھا "ہم گروہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے؟" سب نے کہا "ہاں فرمایا تھا" پھر حضرت عمرؓ نے حضراتِ عباسؓ و علیؓ سے بھی یہی قسم لی انھوں نے بھی کہا "ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا"، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے اموال اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جنگ عطا فرمائے۔ آپ ان میں سے سال بھر کے لیے اپنا خرچہ نکال کر باقی کو بیت المال میں قرار دیتے۔ اے عباسؓ و علیؓ! تمھیں خدائے مالکِ ارض و سما کی قسم ہے تبلائیے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے؟ دونوں نے کہا ہاں ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ وصالِ نبویؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تم دونوں ان کے پاس میراث طلب کرنے آئے عباسؓ بھتیجے کے مال سے اپنا حصہ مانگتے تھے اور علیؓ باپ کے مال سے بیٹی کا حصہ مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ تو تم نے ابوبکرؓ کو خائن و فریب کار سمجھا۔ حالانکہ وہ پرہیز گار اور متبع حق تھے۔ پھر میں خلیفہ بنا تو تم نے مجھے بھی (اموال بنی نضیر کو تمھارے درمیان تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے) خائن و فریب کار خیال کیا۔ حالانکہ میں سچا اور متبع حق ہوں۔ پھر تم نے کہا یہ اموال ہماری نگرانی میں دے دیں! تو میں نے انھیں اس شرط پر تمھاری



نگرانی میں دے دیا کہ تم ان میں عملِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کرو (یعنی اہلِ بیتِ نبویؐ کے اخراجات نکال کر باقی کو بیت المال میں جمع کرواتے رہو گے) تو تم نے اس شرط پر یہ مال لے لیے۔ اب اگر تم اس کے خلاف مجھ سے فیصلہ چاہو تو بخدا میں قیامت تک اس کے سوا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر تم ان اموال کی نگرانی نہیں کر سکتے تو انھیں میری طرف لوٹا دو! [1]

مذکورہ مقدمات اور اس حدیث میں چند امور قابلِ غور ہیں (۱) حضرت عباسؓ نے جناب علیؓ کو خائن ظالم اور کاذب وغیرہ کہا مگر ان کا مقصد حضرت علیؓ کو ان اوصاف سے متصف قرار دینا ہرگز نہ تھا۔ چچا ہونے کے ناطے وہ اپنے فرزندِ عزیز پر کسی معاملہ میں اظہار ناراضگی کر سکتے تھے اور مقصد بھی صرف یہی تھا۔ عینی، کرمانی اور قاضی عیاض وغیرہم شارحین نے اس کی صراحت کی ہے اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کے یہ فرمانے کا مقصد کہ تم ابوبکرؓ کو اور مجھے خائن سمجھتے ہو ہرگز یہ نہ تھا کہ واقعتاً وہ شیخین کو ایسا قرار دیتے تھے بلکہ مقصد کچھ اور تھا اور وہ یہ کہ اموال بنی نضیر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سپرد تھے۔ عباسؓ کا کہنا تھا کہ تصرف اور نگرانی کے امور میں حضرت علیؓ اکثر پیش قدمی اور خود مختاری کا ثبوت دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے انھیں سمجھایا کہ اے عباسؓ! یہ اموال تم میں تقسیم نہیں کیے گئے کہ تم علیؓ پر ظلم و خیانت کا الزام دو، اگر یہی بات ہے تو سب سے پہلے ابوبکرؓ اور پھر میں خود خائن ٹھہرتا ہوں کہ ہم نے یہ اموال تمھارے درمیان تقسیم نہ کیے جبکہ تم دعویٰ میراث کر رہے تھے (۲) اگر حضرت علیؓ و عباسؓ شیخین کو معاذ اللہ خائن و ظالم سمجھتے ہوتے تو خود اُن کو ان صفات سے یاد

---

[1] مسلم شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب حکم الفیئی صفہ ۹ طبع دہلی

کرتے۔ مگر انھوں نے شیخین کو ہرگز ایسا نہیں کہا یہ تو عمر فاروق اپنے طور پر حضرت عباس رض کو سمجھانے کے لیے فرما رہے ہیں [۳] شاید کسی کے ذہن میں آتا کہ عباس وعلی رضی اللہ عنہما نے اگرچہ زبان سے شیخین کو ایسا نہ کہا مگر ممکن ہے دل میں ایسا محسوس کرتے ہوں تو ایسا سوچنا بھی غلط ہے پچھلے مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے کہ شیخین نے انھیں ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنا کر مطمئن کر دیا تھا۔ [۴]

حضرت عمر رض نے اموالِ بنی نفیر حدیث نبوی کے مطابق عباس رض وعلی رض کے مابین اگرچہ بطور میراث تقسیم نہیں کیے تھے مگر پھر بھی انھیں ان کا نگران کر دیا تھا کہ وہ اپنا اور دیگر اہلِ بیتِ نبوت کا مکمل خرچہ ان سے نکال کر بقیہ بیت المال میں جمع کروا دیا کریں۔ بتلائیے کیا اس کے بعد بھی کسی کو شک ہے کہ شیخین رض خائن وظالم تھے؟

**جواب** [۲] حضرت علی رض سیدنا عمر فاروق رض کی عدالت کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے کہ للہ بلاد فلان فلقد قوم الا ود وداوی العمد واقام السنۃ وخلف الفتنۃ ذھب نقی الثوب۔

فلاں آدمی (عمر فاروق رض) کے شہروں کو اللہ برکت دے کہ اس نے کج روی درست کر دی۔ بیماری کا علاج کر دیا۔ سنت قائم کر دی اور فتنہ فرو کر دیا اور دنیا سے پاک دامن چلا گیا [۱]

اسی طرح آپ نے حضراتِ شیخین رض کے متعلق یہ بھی فرمایا۔ مجھے میری زندگی کی قسم، اسلام میں ان کا مقام عظیم ہے اور ان کی رحلت اسلام کے لیے صدمۂ عظیم ہے۔ اللہ ان پر رحمت برسائے اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ [۲]

---

[۱] نہج البلاغہ صفحہ ۲۵ خطبہ ۲۲۸۔

[۲] شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۲



# رسالہ

# مسئلہ امامت و خلافت

# پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیعہ مذہب کے عقائد میں سب سے زیادہ اہمیت مسئلہ امامت کو حاصل ہے باقی تمام شیعی عقائد اسی مسئلہ امامت کے گرد گھومتے ہیں۔ اہلِ تشیع کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت و خلافت کا حق صرف حضرت علی رضؓ اور ان کی اولاد کا تھا۔ مگر صحابہ کرام نے حقدار کو اس کا حق دینے کے بجائے ابوبکر صدیق رضؓ کو خلیفہ و امام تسلیم کر لیا اس لیے اہلِ تشیع صحابہ کرام خصوصاً ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو بہت بُرا جانتے ہیں (معاذ اللہ) اور ان پر طرح طرح کے الزامات اختراع کرتے ہیں، کبھی غصبِ فدک کا الزام دیتے ہیں تو کبھی تحریفِ قرآن کا، کبھی نکاحِ امّ کلثوم کا انکار کرتے ہیں تو کبھی بناتِ رسول کا۔ چنانچہ اس بندۂ گناہگار فقیر پر تقصیر راقم الحروف نے محض اور محض امتِ مسلمہ کی خیر خواہی کے جذبہ سے اس نہایت اہم مسئلہ پر چند معروضات سپردِ قلم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

وما توفیقی الّا باللّٰہ

# امامت و خلافت کے متعلق

## اہلِ سُنّت کا عقیدہ اور استحقاقِ خلافت کی شرائط

درج ذیل اُمور اس بارہ میں اہلِ سنّت کے نظریات کو بوضوح بیان کر دیتے ہیں۔

ا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اپنے جانشین اور خلیفہ کے طور پر کسی آدمی کا تعین اور تقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ معاملہ امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ مسلمین جسے اپنے میں سے بہتر جانیں گے اس کا تقرر کر لیں گے البتہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے شارع علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ضوابط ارشاد فرما دیئے تھے۔ اور ایسا کرنا ہی امتِ مسلمہ کے بہترین مفاد میں تھا اگر اللہ یا اس کا رسول ؐ کسی شخص کی خلافت پر نصِ قطعی جاری فرما دیتا تو اس کا انکار کفر و ارتداد ٹھہرتا۔ اور امّت میں بابِ تفریق کھل جاتا چنانچہ مسند بزار میں حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو وائلؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے لیے ایک خلیفہ نامزد کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا پھر اگر تم نے اسے نہ مانا تو تم پر عذابِ الٰہی آئے گا۔ اور چونکہ انبیاء سابقین کے خلفاء جن کے لیے انبیاء نے نص کر دی ہوتی تھی عموماً انبیاء ٹھہرے ہوتے تھے جیسے داؤد علیہ السّلام کے لیے سلیمان علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے لیے یوشع علیہ السّلام اور زکریا علیہ السلام کے لیے یحییٰ علیہ السّلام وغیرہ۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور خلیفہ کسی کے تقرر سے اس کے نبی ہونے کا گمان ہو سکتا تھا اور یہ بات عقیدۂ

ختمِ نبوت کو غیر مستحکم کر سکتی تھی۔ اس لیے آپ نے اپنا کوئی خلیفہ مقرر نہ فرمایا اور بھی اس میں کئی حکمتیں ہیں۔

لہٰذا خلیفہ یا امیر المومنین کے لیے منصوص من اللہ یا منصوص من الرسول ہونا جیسا کہ یہ اہلِ تشیع کے ہاں ضروری ہے قطعاً غلط اور خلاف منشاءِ الٰہی ہے۔

۲۔ خلیفہ کے لیے معصوم عن الخطا ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ صفتِ خاصۂ انبیاء ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ مسلمان اسے اپنا حاکم مقرر کریں جو کردار کے اعتبار سے متہم نہ ہو قرآن و سنت کا پیرو اور اہلِ تقویٰ میں سے ہو۔ اہلِ تشیع کے ہاں خلیفہ کے لیے معصوم عن الخطاء ہونا شرطِ خلافت ہے ہم آگے چل کر اس کا بھرپور رد دیکھیں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورہ نور آیت ۵۵) میں امتِ مسلمہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ بعض اہلِ ایمان کو جو صالحین ہوں گے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) خلافت عطا فرمائے گا اور ان کے دور میں اسلام کو بے حد استحکام ملے گا الخ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی (یعنی ایسے حاکم آئیں گے جو آپ کی خلافت و جانشینی کا حق ادا کریں گے) اس کے بعد بادشاہت آجائے گی [1]

اللہ کا وعدہ اور اس کے رسول کی یہ پیش گوئی سیدنا ابوبکر صدیق رض، عمر فاروق رض، عثمان غنی رض اور علی مرتضیٰ رض کے دورِ خلافت اور سیدنا امام حسن رض کے چھ ماہ پر مشتمل عہدِ حکومت کی صورت میں پوری ہوئی، خلفاءِ راشدین کا طرزِ حکومت مکمل طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ کے مطابق تھا۔ مگر ان کے بعد حکومت

[1] ترمذی، مسند احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان اور مسند ابو یعلیٰ (کنز العمال ص ۱۵۴ علیٰ حاشیۃ مسند احمد)



کا انداز بدل گیا۔ اسی لیے خلفاءِ راشدین کے عہدِ زریں کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے یہ اسلام کا مبارک ترین دور ہے اس کے بعد سنت کی وہ پیروی نہ رہی جو خلافتِ راشدہ کا حصہ تھا۔

۴۔ خلافت کوئی خاندانی یا موروثی عہدہ نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا اور اس کے بعد پوتا وارث کی حیثیت سے امیر و حاکم بن جائے بلکہ خلیفہ اللہ اور اس کے رسول کا نائب ہوتا ہے جسے اہلِ اسلام مشورے سے منتخب کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اہلِ تشیع کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رض کو بطور خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ پھر ان کے بعد ان کے بیٹے امام حسن رض پھر ان کے بھائی امام حسین رض پھر امام حسین رض کے بیٹے زین العابدین پھر ان کے بیٹے امام باقر، پھر ان کے بیٹے امام جعفر۔ پھر امام جعفر کے بیٹے موسیٰ کاظم، پھر ان کے بیٹے علی رضا، پھر علی رضا کے بیٹے علی تقی پھر ان کے بیٹے علی نقی پھر علی نقی کے بیٹے حسن عسکری اور پھر حسن عسکری کے بیٹے امام مہدی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خلافت اور امت کی امامت کا فرمان جاری کر دیا تھا۔

اہلِ تشیع کے نزدیک ان بارہ ائمہ اہلِ بیت ہی کا حق تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے آپ کی جگہ خلیفہ ہوتے۔ اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کی خلافت و امامت کا انکار کرتا ہے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اسی طرح ان بارہ ائمہ میں سے کسی کی موجودگی میں جو شخص زمامِ خلافتِ اسلامیہ سنبھالے وہ بھی کافر و مرتد ہے اسی لیے اہلِ تشیع کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین آدمیوں کے سوا تمام صحابہ معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے کیونکہ انھوں نے حضرت علی رض کی امامت و خلافت تسلیم نہ کرتے ہوئے ابوبکر صدیق رض کو خلیفہ منتخب کر لیا تھا۔[1]

[1] انوارِ نعمانیہ جلد اول ص ۸۱ (تذکرہ نورِ مرتضوی) - رجال کشی ص ۱۲ (تذکرہ سلیمان)

ہم پہلے باب میں خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ سے دلائل پیش کرتے ہیں پھر اگلے باب میں امامت سے متعلقہ عقائد شیعہ کی تردید ہوگی۔

# بابُ اوّل

## قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت کی روشنی میں حقانیت خلافت خلفاء راشدین

**پہلی آیت** وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً۔

ترجمہ:- ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے ان کی خاطر پائیدار کرے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(پارہ ۱۸ رکوع ۱۳) (ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

۱ اس آیت مبارکہ میں کلمہ منکم بتلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے براہ راست خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے بعض کو زمین میں خلافت دی جائے گی چنانچہ مشہور شیعی مفسر ملا فیض کاشانی اس آیت کے تحت لکھتا ہے

یعنی اللہ تم میں سے بعض کو نبی (کے وصال) کے بعد خلفآء بنائے گا۔[1]

اب یہ اہلِ تشیع کو بھی سوچنا چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اللہ نے کن لوگوں کو خلفآء بنایا تھا۔ وہ خلفآء راشدین نہیں تھے تو اور کون تھے اس کے باوجود اہلِ تشیع ابوبکر صدیق رضؓ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت کو برحق نہ جانیں تو اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہوسکتی ہے۔؟

۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضؓ نے جب ایران کے محاذِ جنگ پر خود جانے کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضؓ نے انھیں روکا اور فرمایا کہ (مذکورہ بالا) آیت استخلاف میں اللہ نے ہم سے کامیابی کا وعدہ کر رکھا ہے آپ یہاں رہیں اللہ ہمیں کامیاب کرے گا۔[2]

(یعنی آپ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو قرآن کی پیشگوئی کے مطابق بننے والے خلفآء میں شامل کیا۔ اہلِ تشیع کو حضرت عمر رضؓ کی خلافتِ حقہ پر اس سے بڑی اور کیا دلیل چاہیئے)

۳۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے تحت علامہ طبرسی شیعہ نے لکھا ہے کہ اللہ انھیں عرب وعجم کے کفار کے علاقوں پر غلبہ دے گا۔[3]

۴۔ ملا فتح اللہ کاشانی شیعہ نے لکھا کہ جزائر عرب اور دیار کسریٰ و بلاد روم پران خلفآء کو قبضہ دے دیا جائے گا۔[4]

دیار کسریٰ اور بلادِ روم حضرت عمر رضؓ نے فتح کیے تھے۔ پھر وہ قرآنی پیش گوئی کے مصداق ٹھہرے یا نہ؟ اور ان کے خلیفہ برحق ہونے میں کیا شک رہا؟

**آیت دوم** | یاایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ

۱؎ تفسیر صافی جلد دوم ص۱۷۷ طبع تہران (تحفہ جعفریہ ۱/۱۲۵) ۲؎ نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۳ ص۱۴۶ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۱۲) ۳؎ مجمع البیان ۴/۱۵۲ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۱۶) ۴؎ تفسیر منہج الصادقین ۶/۳۱۲ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۱۷)



علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولایخافون لومۃ لائم۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ (پارہ ۶ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ رحمدل ہیں اور کافروں کے لیے سخت، راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضلِ خدا ہے جس کو چاہے عطا کرے اور خدا تعالیٰ صاحب وسعت وعلم والا ہے۔

(ترجمہ از مقبول احمد شیعہ)

۱۔ فَقِیْلَ هُمْ اَبُوْبَکْرٍ وَّ اَصْحَابُهُ الَّذِیْنَ قَاتَلُوْا اَهْلَ الرِّدَّةِ۔

کہا گیا ہے کہ اس آیت میں جن مجاہدین کا ذکر کیا گیا ہے ان سے ابوبکر رضؓ اور ان کے ساتھی مراد ہیں جنھوں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) دین سے پھر جانے والوں کے ساتھ جہاد کیا تھا۔[1]

۲۔ صاحبِ تفسیر منہج الصادقین نے اس آیت کے تحت ان حالات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے فوراً بعد کئی قبائل دین سے برگشتہ ہوگئے تھے جن میں کچھ منکرین زکوٰۃ تھے تو کچھ مدعیانِ نبوت اور ابوبکر صدیق رضؓ نے جس جانفشانی سے مرتدین کی سرکوبی کی اس کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی حکومت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق مرتدین کی سرکوبی کے لیے قائم فرمائی تھی شیعہ کتبِ تفسیر اس پر گواہ ہیں۔

۱؎ تفسیر مجمع البیان ۲/۲۰۸ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۳۵) ۲؎ تفسیر منہج الصادقین ۳/۲۵۷ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۴۲)

اگر اس کے باوجود اہلِ تشیع ان کی خلافت کو درست نہیں مانتے تو میں نہ مانوں کا کوئی علاج نہیں۔

**تیسری آیت** الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین۔ (پارہ ۲۱ رکوع ۳)

ترجمہ:- بہت قریب کے ملک میں رومی نصاریٰ، اہلِ فارس آتش پرستوں سے ہار گئے وہ بہت جلد اس غلبہ کے بعد غالب آئیں گے چند سالوں میں۔

فروعِ کافی میں امام باقر نے اس آیت کی تفسیر میں ھُمْ کی ضمیر اہلِ اسلام کے لیے قرار دی ہے اور مطلب یہ لیا ہے کہ اگر اہلِ فارس نے آج رومیوں پر غلبہ پایا ہے تو کل یہ اہلِ اسلام کے ہاتھوں مغلوب بھی ہونے والے ہیں اور آگے لکھا ہے کہ وَاِنَّمَا غَلَبَ الْمُؤْمِنُوْنَ فَارِسَ فِیْ اِمَارَۃِ عُمَرَ۔ اور اہلِ ایمان خلافتِ عمر فاروق رض میں فارس پر غالب آگئے تھے۔[1]

پتہ چلا کہ امام باقر کے نزدیک یہ آیت حضرت عمر فاروق رض کی خلافتِ حقہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ حیرت ہے ایک طرف اہلِ تشیع امام باقر کی محبت کا دم بھرتے ہیں دوسری طرف ان کا فیصلہ نہیں مانتے۔

## احادیثِ نبویہ

**پہلی حدیث** نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمّ المؤمنین سیّدہ حفصہ رض کو ایک گھریلو معاملہ میں کچھ شکایت تھی۔ آپ نے حضرت حفصہ رض کو خوش کرنے کے لیے آئندہ آنے والے حالات کے بارہ میں پیش گوئی اور خوش خبری دینے کے انداز میں فرمایا اِنَّ اَبَابَکْرٍ یَلِی الْخِلَافَۃَ بَعْدِیْ ثُمَّ بَعْدَہٗ اَبُوْکِ۔

[1] فروعِ کافی کتاب الروضہ ص ۲۶۹ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۵۱)



بے شک ابوبکر میرے بعد خلافت کے وارث ہوں گے اور ان کے بعد تمھارے باپ عمر رض[1] یاد رہے یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ اہلِ سنّت کے ذخیرۂ حدیث میں سے طبرانی اوسط اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے۔ جب کہ یہی حدیث طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے اور ابن عدی اور ابن عساکر نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رض سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ ان ابابکر خلیفتی من بعدی اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتبِ حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت علی رض اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بخدا ابوبکر رض و عمر رض کی خلافت کا ذکر تو کتاب اللہ میں ہے اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت سیدہ) حفصہ رض سے فرمایا تھا ابوک و اَبُوْ عَائِشَۃَ وَالِیَانِ النَّاسَ بَعْدِیْ[2]

**دوسری حدیث** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کے آنے پر فرمایا کہ انس جاؤ! دروازہ کھولو! اور ابوبکر رض کو جنّت کے ساتھ ساتھ میرے بعد خلافت کی خوش خبری بھی دے دو، اس کے بعد عمر آئے تو پھر آپ نے حضرت انس رض کو فرمایا کہ جاؤ عمر رض کو بھی جنت اور ابوبکر رض کے بعد خلافت کی خوشخبری دے دو۔[3]

یہ حدیث کتب اہلِ سنت میں سے ابن عساکر نے حضرت انس رض نے یونہی روایت کی ہے۔[4]

یہ دونوں حدیثیں سنّی شیعہ دونوں کی روایت کردہ ہیں اور خلافتِ صدیقی و فاروقی کی صداقت پر نصِ صریح ہیں الحمدللہ۔

[1] تفسیر صافی ۲/۷۱۶ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۵۴) [3] تلخیص الشافی ۲/۳۹ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۵۵)
[2] تفسیر درمنثور علامہ سیوطی زیر آیت وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ سورہ تحریم جلد ۶ ص ۲۶۶ [4] کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ کتاب الامارۃ۔

## تیسری حدیث

حضرت جبیر بن مطعم رضؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ نے اسے دوبارہ آنے کو فرمایا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی آپ کا وصال ہو چکا ہو تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اِنْ لَمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَا بَکْرٍ۔ اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر رضؓ کے پاس چلی آنا [1]

یہ حدیث کتب اہل سنت میں سے بخاری اور مسلم نے حضرت جبیر بن مطعم رضؓ ہی سے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے [2]

اسی طرح حاکم نے روایت کیا ہے کہ قبیلہ بنی مصطلق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہم آپ کے بعد اپنے صدقات لائیں تو کسے دیں؟ آپ نے فرمایا ابوبکر رضؓ کو۔ [3]

یہ احادیث صریح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

پھر جب حضرت جبیر بن مطعم رضؓ والی حدیث کو شیعہ محدّث علامہ طوسی نے بھی روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم نے بھی تو اب سنی و شیعہ دونوں کی اس متفق علیہ حدیث کی موجودگی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت کی صداقت میں کیا ابہام باقی رہ جاتا ہے۔

صاحب تلخیص الشافی علامہ طوسی شیعہ نے ان دو احادیث کو یہ کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے کہ یہ خبر واحد ہیں مگر اس کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ خبر واحد ہونا صحت... روایت کے منافی ہرگز نہیں مزید بحث تحفہ جعفریہ میں دیکھیں وہاں قبلہ والد گرامی نے خوب دادِ تحقیق دی ہے۔

---

[1] تلخیص الشافی ۳۹/۳ (تحفہ جعفریہ ۱۸۵/۱) [2] بخاری شریف جلد اوّل ص ۵۱۶ کتاب الفضائل، مسلم شریف کتاب فضائل صحابہ باب ۲۲۱ ص ___ [3] تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۲۴



## چوتھی حدیث

صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال کے لیے ہے [1]

صاحب مروج الذہب مسعودی شیعہ نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد یوں تفصیل لکھی ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے سوا دو سال، عمر فاروق رضؓ نے ساڑھے دس سال، عثمان غنی رضؓ نے بارہ سال، علی مرتضیٰ رضؓ نے پونے چار سال اور حضرت حسن رضؓ نے آٹھ ماہ حکومت کی۔ گویا تیس سال کی نبوی پیشنگوئی پوری ہو گئی۔

## پانچویں حدیث

فَلَمَّا اشْتَدَّ بِہِ الْمَرَضُ اَمَرَ اَبَا بَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض وصال کا حملہ شدید ہو گیا تو آپ نے ابوبکر (صدیق) رضؓ کو یہ حکم فرمایا کہ وہ آپ کی جگہ نماز پڑھائیں [2]

صاحب درہ نجفیہ ابراہیم بن حسین نے تفصیل لکھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل دو روز تک ابوبکر (صدیق) رضؓ نے آپ کی جگہ نماز پڑھائی ہے۔ یاد رہے بخاری اور مسلم دونوں نے یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

مسلمانو! جب تمہارے نبی ﷺ نے اپنے وصال کے وقت اپنے مصلیٰ امامت پر ابوبکر صدیق رضؓ کو کھڑا کیا ہے اور اس حدیث کو سنی اور شیعہ تمام علماء نے روایت کیا ہے تو اب خلافت صدیقی پر اعتراض کرنا کیا حکم نبی ﷺ پر اعتراض کے مترادف نہیں۔ ہم اہل تشیع سے بصد نیاز عرض کرتے ہیں کہ خدارا مسلمانوں کی صفوں میں انتشار ختم کرنے میں تعاون فرمائیے اور جو حدیثیں سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کے محدثین روایت

---

[1] مروج الذہب ۴۲۹/۲ ذکر خلافت حسن رضؓ (تحفہ جعفریہ ۱۰۲/۱) [2] درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ص ۲۲۵

کر رہے ہیں انھیں تسلیم کر لیا جائے۔

## حضرت علی رضؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت کے ارشادات عالیہ

۱۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا جب تک میں کسی کمزور کا حق اسے دلوا نہ دوں تب تک وہ میرے لیے بہت قوی ہے اور جب تک میں کسی غاصب سے حق چھین نہ لوں تب تک وہ میرے نزدیک سب سے کمزور شخص ہے ............ تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرا یہ حال تھا کہ اپنی بیعت لینے سے پہلے مجھے کسی کی طاعت کرنا ضروری تھا اور کسی غیر کے لیے میرے گلے میں طوقِ میثاق پڑا ہوا تھا۔[۱]

علامہ ابن میثم شیعہ نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو اپنے بعد مددگاروں کے نہ ملنے کی صورت میں خلیفہ کی بیعت کر لینے کا اور جان کو مشقت میں نہ ڈالنے کا حکم فرمایا تھا۔[۲] تو حضرت علی رضؓ نے حکمِ نبویؐ کے مطابق اُمّت کا ساتھ دیا اور ابوبکر صدیق رضؓ کی بیعت کر لی۔

۲۔ جب سارے لوگوں نے ابوبکر صدیق رضؓ کی بیعت کر لی تو حضرت علی رضؓ مسجد نبوی کی طرف دیوانہ وار دوڑے آئے، آپؓ کی چادر زمین پر گھسٹتی جا رہی تھی۔ مسجد میں آکر آپؓ نے فوراً ابوبکر صدیق رضؓ کی بیعت کر لی۔ ابوسفیان رضؓ نے آپ سے کہا اگر آپ کا حکومت حاصل کرنے کے لیے ارادہ ہو تو میں ایک لشکرِ جرار آپ کی مدد میں تیار کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ رہنے دو! میں ابوبکر رضؓ کو خلافت کا صحیح طور پر اہل سمجھتا ہوں۔[۳]

۳۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے جب روم کے معرکۂ جنگ میں بذاتِ خود شریک

---

۱ نہج البلاغہ ص۸۱ خطبہ ۳۷ ۲ شرح ابن میثم ۲/۹۷ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۶۱)
۳ روضۃ الصفا ۲/۴۳۲ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۶۲)



ہونے کا ارادہ کیا تو اس وقت حضرت علی رضؓ نے آپ کو وہاں نہ جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ آپ امیر المؤمنین ہیں اگر آپ کو دشمن نے قتل کر دیا تو تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کے لیے کہیں جائے پناہ نہ رہے گی۔[۱]

۴۔ حضرت علی رضؓ حضرت امیر معاویہ کو خط میں لکھتے ہیں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضؓ خلیفہ بنے، پھر ابوبکر رضؓ نے عمر رضؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ ان دونوں نے بہترین کردار کا مظاہرہ کیا، امت میں عدل قائم کیا۔ ہمیں ان پر یہ گلہ تھا کہ انھوں نے ہمیں حکومت کرنے کا موقع نہیں دیا۔ جبکہ آلِ رسول ہونے کی وجہ سے ہم زیادہ حقدار تھے مگر جب ان دونوں نے عدل و انصاف قائم کیا تو ہم نے اپنی ناراضگی ختم کر دی۔[۲]

حضرت علی رضؓ کا یہ قول بتلاتا ہے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قریب ترین رشتہ داری اور اپنی دیگر خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت سنبھالنے کا حقدار سمجھتے تھے مگر جب انھوں نے ساری امت کو ابوبکر رضؓ کی امامت پر متفق پایا اور ابوبکر صدیق رضؓ کو نہایت اچھے انداز میں قرآن وسنت کے عین مطابق حکومت کرتے دیکھا تو آپ رضؓ بھی امت کے اجماع میں شامل ہو گئے۔ اے کاش اہلِ تشیع اب اس مسئلہ کو ہوا نہ دیں تاکہ امّت کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو۔

۵۔ ایک اور خط میں حضرت علی رضؓ امیر معاویہ رضؓ کی بعض باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں "مجھے اپنی زندگی کی قسم پہلے اور دوسرے دونوں خلیفوں کا اسلام میں عظیم مقام ہے اور ان کا دنیا سے چلے جانا اسلام کے لیے شدید صدمہ ہے۔ اللہ

---

۱ نہج البلاغہ ص۱۹۲ خطبہ ۱۳۴ (تحفہ جعفریہ ۱/۱۶۴)
۲ وقعۃ صفین ص۱۴۹ (تحفہ جعفریہ ۱۷/۱)

ان پر رحمت کرے اور بہترین جزا عطا فرمائے[1]

۶۔ حضرت علی رض ایک اور خط میں امیر معاویہ رض سے مخاطب ہو کر اپنی خلافت کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے وہ الفاظ لکھتے ہیں جنھیں پڑھ کر اہلِ تشیع کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ فرماتے ہیں "میری بیعت بھی انہی لوگوں نے کی ہے جنھوں نے ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی۔ مہاجرین و انصار کا یہ منصب ہے کہ وہ مشورہ کر کے خلیفہ کا انتخاب کریں فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰہِ رِضًا ۔ جب وہ کسی آدمی کو باہمی اتفاق سے امام مقرر کر دیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ امام ہوتا ہے"[2]

حضرت علی رض کا یہ ارشاد آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، اس سے دو فائدے ہوئے۔

۱۔ حضرت علی رض امیر معاویہ رض کے مقابلے میں اپنی خلافت کی صحت پر خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی صداقت کو بطور دلیل لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں میری بیعت انہی مہاجرین و انصار صحابہ کرام نے کی ہے جنھوں نے ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی جب ان کی حکومت درست تھی تو میری حکومت کیوں برحق نہیں؟ شیعوں کو اب تو انصاف سے کام لینا چاہیئے۔

۲۔ حضرت علی رض یہ بھی فرما رہے ہیں کہ مہاجرین و انصار جس شخص کی بیعت کر لیں وہی اللہ کا پسندیدہ خلیفہ ہے۔ ثابت ہوا حضرت علی رض کے نزدیک خلافت و امامت منصوص من اللہ نہیں ہے بلکہ اہلِ اسلام باہمی مشاورت سے اپنا خلیفہ منتخب کرتے ہیں اور یہی اہلِ سنت کا عقیدہ ہے۔

---

[1] شرح ابن میثم ۱۷۲/۴

[2] نہج البلاغہ ص۳۶۷ خط نمبر۶ (تحفہ جعفریہ ۱۷۳/۱)



۷۔ ایک خبر میں مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا آپ اپنے بعد کسی کی خلافت کے متعلق وصیت کیوں نہیں کرتے؟ فرمانے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کس شخص کے متعلق وصیت کی تھی کہ میں بھی وصیت کروں؟ اگر اللہ نے چاہا تو میرے بعد لوگوں میں سے بہتر شخص پر امت کو اکٹھا کر دے گا جیسا کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کو ان میں سے بہترین شخص پر اکٹھا کر دیا تھا۔[1]

حضرت علی رض کے اس ارشاد کو نقل کرنے کے بعد صاحب تلخیص الشافی نے اسے ضعیف قرار دینے کے لیے چند بے حد کمزور باتیں کہی ہیں جن کا تحقیقی رد تحفہ جعفریہ ۱۸۴/۱ میں دیکھیں۔

۸۔ حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا یہ نعرۂ حق بھی ضلالتوں کی شب تار میں چراغِ منزل بن کر سامان ہدایت فراہم کرتا ہے آپ نے فرمایا وَمَنْ لَّمْ یَقُلْ اِنِّیْ رَابِعُ الْخُلَفَآءِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ جس نے مجھے چوتھے خلیفہ نہ کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔[2]

شیعہ علماء اس قول کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ قرآن کے مطابق پہلے خلیفہ حضرت آدم ع دوسرے حضرت داؤد ع اور تیسرے حضرت ہارون ع تھے اس لیے حضرت علی رض چوتھے خلیفہ تھے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ انبیاء اللہ کے خلفاء تھے اور حضرت علی رض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ اگر حضرت علی رض کو مذکورہ خلفاء کی صف میں کھڑے کرنا ہے تو پھر آپ کے لیے نبوت ماننا پڑے گی اور ایسے شخص پر امام جعفر رح کی لعنت پیچھے گذر چکی ہے (دیکھیے رجال کشی ص۲۵۵)

---

[1] تلخیص الشافی جلد دوم ص۲۳۷ (تحفہ جعفریہ ۱۸۲/۲)

[2] مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم ص۶۳ (تحفہ جعفریہ ۱۹۶/۱)

۹۔ جنگِ جمل کے موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا لوگو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں خلافت کا سب سے زیادہ حق دار تھا مگر جب تم سب نے ابو بکرؓ کی بیعت کر لی فَبَایَعْتُہٗ تو میں نے بھی ان کی بیعت کی اور امتِ مسلمہ میں افتراق نہ پیدا کرنا چاہا۔ پھر تم نے عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تو میں بھی تمہارا ساتھ دیتا رہا اور ان کی بیعت کرتا رہا تاکہ مسلمانوں کی قوت ماند نہ پڑے۔ ؎۱

۱۰۔ ارشادِ علی مرتضیٰؓ، اگر مجھے چالیس آدمی بھی مل جاتے تو میں ابو بکرؓ کی بیعت نہ کرتا۔ پھر جب عمرؓ اور عثمانؓ کا انتخاب ہوا تو (کُنْتُ قَدْ بَایَعْتُ وَمِثْلِیْ لَا یَنْکُثُ بَیْعَتَہٗ) پہلے میں چونکہ ابو بکرؓ کی بیعت کر چکا تھا اس لیے میں نے ان کی بھی بیعت کر لی کیونکہ میرے جیسا آدمی بیعت توڑا نہیں کرتا۔ ؎۲

۱۱۔ امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے جن شرائط پر بیعت کی تھی ان میں سے ایک یہ بھی تھی ان یعمل فیھم بکتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ وسیرۃ الخلفاء الراشدین امیر معاویہؓ پر ضروری ہوگا کہ وہ لوگوں میں کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور سیرتِ خلفاء راشدین کے مطابق حکومت کریں گے ؎۳

معلوم ہوا امام حسنؓ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کا طرزِ حکومت ایک مثالی نمونۂ عمل تھا، اس سے بڑھ کر ان کی خلافت کی حقانیت پر کیا دلیل چاہیئے۔

---

؎۱ امالی طوسی جلد سوم ص۱۲۱ (تحفہ جعفریہ ۲۱۰/۱)

؎۲ ارشاد القلوب ص۳۹۶ (تحفہ جعفریہ ۲۱۳/۱)

؎۳ کشف الغمہ جلد اول ص۵۷ (تحفہ جعفریہ ۲۲۱/۱)



۱۲۔ امام باقر کی زبان سے الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ کی تفسیر پیچھے گزر چکی ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کی خلافتِ حقہ کے لیے شاہدِ عادل ہے۔

۱۳۔ امام جعفرؒ سے حضرات شیخین کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا ھما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ۔ وہ دونوں عادل اور منصف امام تھے، جادۂ حق پر قائم رہے اور راہِ حق میں جان قربان کر گئے۔ ؎۱

کیا ان ارشاداتِ ائمہ اہلِ بیت کی موجودگی میں بھی خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ میں کوئی شک رہ جاتا ہے اور جو اب بھی شک کرے اسے یقیناً ائمہ اہلِ بیت سے اپنی وفاداری کے دعویٰ پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے۔

---

؎۱ احقاق الحق ص۶۱

# باب دوم

## امامت وخلافت کے متعلق عقائدِ شیعہ اور انکا ترتیب وار رد

### عقیدۂ اوّل

**اہلِ تشیع کے نزدیک خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ منصوص من اللہ ہو اور وہ بارہ[12] امام ہیں**

اس سلسلہ میں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اہلِ تشیع کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علیؓ اور ان کے بعد نسل در نسل اُن کی اولاد کے حق میں خلافت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ اور اس پر آپ نے متعدد مرتبہ نص کر دی تھی۔ اس عقیدہ کو وہ امامت، وصیت اور ولایت کے ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس شیعی عقیدہ کی تفصیلات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ امامت ایک عظیم ترین منصب ہے جو نبوت و رسالت سے بھی کہیں بلند تر ہے اور اللہ نے ساری مخلوق میں سے حضرت علیؓ اور ان کی اولاد میں سے گیارہ اماموں کو ہی یہ منصب دیا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و مرسلین سے ائمہ اہلِ بیت کی امامت کا اقرار لیا تھا اور جس نے اسے قبول کرنے میں توقف کیا اُسے اللہ کے غضب وجلال کا نشانہ بننا پڑا اور وہ سزا سے نہ بچ سکا۔ آدم علیہ السلام کا مبتلائے معصیت ہونا، نوحؑ کا طوفان سے دوچار ہونا، حضرت ابراہیمؑ کا نارِ نمرود میں پڑنا۔ یوسف علیہ السلام



کا کنوئیں میں پڑنا۔ حضرت ایوبؑ کی بیماری، حضرت یونسؑ کا لقمۂ حوت بننا، یہ سب اس لیے تھا کہ انھوں نے حضرت علیؓ اور آپ کی اولاد میں سے ائمہ اہلِ بیت کی امامت و ولایت کا انکار یا اسے قبول کرنے میں توقف کیا تھا۔[1]

اسی طرح اہلِ تشیع کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اس لیے نکالے گئے کہ انھوں نے حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت کے مقامِ رفیع کو بنظرِ حسد دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ دربارِ خداوندی میں ظالم قرار پائے اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔[2]

۳۔ امام جعفر صادق کا فرمان ہے جو شخص خود کو امام سمجھے اور وہ امام نہ ہو وہ اللہ پر بہتان باندھنے والا ہے چاہے وہ حضرت علیؓ اور سیّدہ فاطمہؓ کی اولاد ہی میں سے کیوں نہ ہو۔[3]

اسی طرح بقولِ شیعہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص بارہ ائمہ میں سے کسی ایک کی امامت کا انکار کرے یا دعویٰ امامت کرے یا ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھے اللہ اس سے کلام نہیں کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔[4]

شیعہ کتب نے امام جعفر کا یہ قول بھی پیش کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد بارہ[12] امام ہیں پہلے امام کا نام علی بن ابی طالب ہے اور آخری کا نام مہدی القائم، ان کی طاعت میری طاعت ہے اور ان کی معصیت میری معصیت فَمَنْ اَنْکَرَ اَحَدًا مِّنْهُمْ فَقَدْ اَنْکَرَنِیْ۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کی امامت کا انکار کیا اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔[5]

---

[1] انوار نعمانیہ جلد اوّل ص۲۵ نور علوی (عقائد جعفریہ ۵۵/۲) [2] معانی الاخبار ص۱۰۹ باب معنی الامامۃ (عقائد جعفریہ ۵۵/۲) [3] اصول کافی ص۲۳۶ مطبوعہ قدیم [4] بحار الانوار جلد ۲۶ ص (عقائد جعفریہ ۳۶/۲) [5] اعتقادِ صدوق ص۱۲۸ باب ۳۹۔

علمائے شیعہ کے رئیسِ اعظم شیخ صدوق کا اعتقاد سنئیے — وہ کہتا ہے واعتقادنا فیمن جحد امامۃ امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب والائمۃ من بعدہ انہ کمن جحد نبوۃ جمیع الانبیاء۔
یعنی ہمارا امیر المؤمنین حضرت علیؓ اور آپ کے بعد والے ائمہ کی امامت کے منکر کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ اس نے گویا تمام انبیاء کی نبوت کا انکار کیا ہے۔[1]

اسی طرح حیات القلوب میں امام جعفرؓ سے روایت مروی ہے کہ اللہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک سو بیس مرتبہ آسمانوں پر بلایا اور حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ کی ولایت و امامت کا تمام فرائض سے بڑھ کر حکم فرمایا۔

گویا شیعوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی امامت و خلافت اور آپ کی اولاد میں سے امام مہدی تک ائمہ اہلِ بیت کی امامت و خلافت کا اقرار تمام انبیاء کی نبوت، تمام آسمانی کتابوں اور روزِ قیامت کے ماننے سے بھی زیادہ اہم اور سب سے بڑا اسلامی اعتقاد ہے۔

۴۔ بارہ اماموں کی امامت شیعوں کے نزدیک صرف ایک مذہبی اور روحانی منصب نہیں۔ شیعوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ اماموں کو یکے بعد دیگرے حاکم اور خلیفہ ماننا بھی فرض اور منصوص قطعی ہے اسی لیے وہ اپنے زعم میں تین صحابیوں (سلمان فارسی، مقداد اور ابوذر) کے سوا تمام صحابہ کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کافر و مرتد سمجھتے ہیں کیوں کہ سب نے حضرت علیؓ کی خلافت سے اعراض کرتے ہوئے ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنا لیا تھا۔[2]

---

[1] اعتقاداتِ صدوق ص۱۲۸ باب ۳۸ (عقائد جعفریہ ۳/۲)
[2] انوار نعمانیہ جلد اوّل ص۸۱ (نور مرتضوی)



آئیے اب دیکھتے ہیں کہ شیعوں نے حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ کی امامت و خلافت پر کیا دلائل پیش کیے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ جس عقیدۂ امامت کی بنیاد پر شیعہ مذہب کا شیش محل استوار کیا گیا ہے قرآن و حدیث اور خود ائمہ اہلِ بیت کے اقوال کی روشنی میں اس کی قدر و قیمت کیا ہے؟ کیا واقعتاً اللہ اور اس کے رسول نے بارہ ائمہ کی امامت پر ایسا زور دیا ہے جیسے شیعہ سمجھتے ہیں۔ اور کیا ایسی امامت کی طرف کوئی اشارہ بھی کیا ہے؟ اس مضمون کو ہم تین بحثوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلی بحث میں حضرت علیؓ کی خلافتِ بلا فصل پر شیعوں کے دلائل کا رد ہے، دوسری میں عموماً بارہ ائمہ اہلِ بیت کی منصوص من اللہ امامت کے دلائل کا رد ہے اور تیسری بحث میں متعدد وجوہ سے بارہ ائمہ اہلِ بیت کے منصوص من اللہ نہ ہونے پر دلائل ہیں۔

## پہلی بحث

### حضرت علیؓ کی "منصوص من اللہ" خلافتِ بلا فصل پر شیعوں کے دلائل اور ان کا رد

آیاتِ قرآنیہ سے غلط استدلال کا رد

**آیتِ اوّل:** انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا یقیمون الصلوٰۃ یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون پ۶

ترجمہ:۔ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ اہلِ ایمان جو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دیتے اور رکوع کرنے والے ہیں۔
تمام شیعہ سنی مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰؓ کے حق

ہیں نازل ہوئی۔ آیت میں لفظ ولی بمعنیٰ حاکم ہے اور کلمہ اِنَّمَا برائے حصر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اہلِ ایمان کے لیے سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ کی حکومت ہے ان کے بعد حضرت علی ہی حاکم ہیں۔

شیعہ اس آیت کے تحت یہ روایت لاتے ہیں کہ حضرت علی محوِ نمازِ ظہر تھے آپ پر ایک چادر تھی جس کی قیمت ہزار دینار تھی۔ اتنے میں ایک سائل نے آ کر صدا لگائی اے ولی اللہ! اے وہ جو اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم کی شان رکھتا ہے! مجھے کچھ دیجیے!! آپ نے حالتِ رکوع میں چادر اتار کر پھینکی اور اشارہ کیا کہ اسے اٹھا لو! تب یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

**جواب** یہاں یہ امور قابلِ غور ہیں جن سے حقیقت واضح ہو جائے گی۔

۱۔ یہ کہنا غلط ہے کہ سنی شیعہ تمام مفسرین کا اس آیت کا حق علیؓ میں ہونے پر اتفاق ہے۔ یہ صرف ثعلبی نے روایت کیا ہے اور اس کی روایات اکثر کلینی جیسے غالی اور سبائی شیعہ سے ہوتی ہیں۔ علماء اہلِ سنت کے ہاں اس کی جَو برابر قیمت نہیں۔

۲۔ اس آیت کا سیاق اس آیت سے ہے یاایہا الذین امنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء (المائدہ آیت ۵۸) یعنی اے اہلِ ایمان! اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو دل لگی اور کھیل کے طور پر لے لیا ہے انھیں اپنا دوست اور حامی مت سمجھو!

پتہ چلا آیت میں لفظ ولی بمعنیٰ دوست ہے اور اہلِ ایمان کو کفار سے دوستیاں قائم کرنے کے بجائے اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو

[1] اصول کافی کتاب الحجہ ص ۲۸۹ باب ما نص اللہ ورسولہ علی الائمۃ (تحفہ جعفریہ ص ۱۰۵)



اپنا دوست سمجھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے اور بس۔ اس کا امامتِ علیؓ سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ روح المعانی جلد ۶ ص ۱۶۷ میں ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے چند ساتھیوں کے مشرف باسلام ہونے پر قومِ یہود نے ان سے رشتہ ناطہ کھانا پینا اور لین دین سب کچھ بند کر دیا۔ یہ لوگ اس پر کچھ پریشان ہوئے تب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ الخ

شیعوں کے معتبر مفسر طبرسی شیعہ نے بھی بروایت کلینی لکھا ہے کہ نزلت فی عبد اللہ بن سلام واصحابہ لما اسلموا فقطعت الیہود موالاتہم۔ یعنی جب عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے ایمان لانے پر یہود نے ان سے تمام تعلقات منقطع کر لیے تو یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

۳۔ دورِ نبوی میں اور اس کے بعد بھی حضرت علیؓ کی مالی حالت کبھی ایسی نہیں رہی کہ وہ ہزار دینار جتنی خطیر رقم زکوٰۃ میں ادا کریں جیسا کہ صاحبِ اصول کافی نے کہا ہے آپ کے پاس تو اپنی شادی کے وقت اتنی رقم نہ تھی کہ حقِ مہر ادا کر سکیں اور ضروریاتِ زندگی بکفایت پوری کر سکیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کے تعاون سے یہ مرحلہ طے پایا تھا۔[2] اس کی تفصیل تعلقات کے باب میں آگے آئے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ فقرِ حیدری نے کبھی مال جمع کرنا پسند نہ کیا تھا۔

۴۔ پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ بارہ ائمہ کی امامت و خلافت خصوصاً حضرت علیؓ کی خلافت اہلِ تشیع کے نزدیک اصولِ دین میں سے ہے تمام انبیاء کی نبوت و رسالت سے بھی بڑھ کر اس کا اقرار ضروری ہے۔ اس لیے ان پر لازم تھا کہ قرآن کریم

[1] مجمع البیان جلد دوم ص ۲۱۰ (تحفہ جعفریہ ص ۱۰۳)

[2] کشف الغمہ جلد اوّل ص ۳۵۴ باب تزویج فاطمہ (تحفہ جعفریہ ص ۱۰۷)

سے کوئی نص صریح لاتے جس میں حضرت علیؓ کا نام لے کر ان کی بلا فصل خلافت و امامت پر صریح نص کی گئی ہوتی بالکل اسی طرح جیسے اللہ کی توحید، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور روزِ قیامت کی آمد جیسے اصولِ دین پر قرآن میں ایک نہیں بیسیوں نص ہائے صریحہ موجود ہیں مذکورہ پیش کردہ آیت میں حضرت علیؓ کی ذات کی طرف اشارہ تک نہیں صرف ایک ضعیف روایت کی بنا پر استدلال کرتے ہوئے آیت کو کھینچ تان کر حضرت علیؓ پہ صادق کرنے کی کوشش کی گئی ہے پھر اس میں معنوی اعتبار سے اتنے احتمالات ہیں کہ استدلالی پہلو کمزور سے کمزور تر ہو گیا ہے، کیا اصولِ دین ایسے ثابت ہوتے ہیں؟ امامت کی بحث میں شیعوں کے باقی دلائل بھی ایسے ہی ہیں بلکہ اس سے بھی ضعیف تر اور یہ جواب ہر دلیل و استدلال کے رد کے لیے کافی و وافی ہے۔

**آیت دوم** پیچھے آیت استخلاف گزر چکی ہے (سورہ نور آیت ۵۵) جو اپنے شانِ نزول، لفظی مفہوم اور سنی و شیعہ تفاسیر کی روشنی میں خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیلِ صریح اور شہادتِ بیّنہ ہے مگر اہلِ تشیع نے اسے بھی امامتِ علیؓ و ائمہ اہلِ بیت کی طرف کھینچنے کی سعیِ لاحاصل کی ہے چنانچہ وہ دو پہلوؤں سے استدلال کرتے ہیں۔ ۱۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ اور كَمَا اسْتَخْلَفَ کے الفاظ تبلاتے ہیں کہ خلیفہ کا انتخاب براہِ راست اللہ کی طرف سے ہوتا ہے یعنی فرمایا گیا ہے کہ اللہ امتِ محمدیہ میں اسی طرح خلفاء مقرر کرے گا جیسے پہلی امتوں میں اللہ یا اس کا کوئی رسول ہی براہ راست خلیفہ مقرر کرتا تھا چنانچہ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (پارہ ۱ رکوع ۴)، يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً (پارہ ۲۳ رکوع ۱۱) اور يَا هَارُوْنُ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي (پارہ ۹ رکوع ۷) جیسی آیت اس پر شاہد ہیں جبکہ خلفاءِ ثلاثہ (ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ)



کا استخلاف اور تقرر نہ اللہ نے کیا تھا نہ اس کے رسول نے۔ ہاں حضرت علیؓ کی خلافتِ بلا فصل اور امامت پر نصوصِ صریحہ ثابت ہیں۔

۲۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (یعنی وہ خلفاء میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کریں گے) سے خلیفہ کا ہمیشہ کے لیے آلودگیِ شرک سے پاک ہونا بھی ضروری قرار پاتا ہے جبکہ خلفاءِ ثلاثہ ایک مدت تک مشرک و کافر رہے بعد میں اسلام لائے۔ جبکہ حضرت علیؓ کی بچپن سے تربیت ہی دستِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی تھی۔ اس لیے خلافت کے اہل بھی وہی رہتے ہیں۔

**جواب ۱** پہلی امتوں میں خلیفہ کے براہِ راست اللہ یا کسی رسول کی طرف سے تقرر پر جن آیات سے استدلال کیا گیا ہے اس سے کسی خلیفہ یا حاکم کا نہیں بلکہ کسی قوم کے لیے نبی کا تقرر مراد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت، خلافتِ نبوت تھی۔ وہ خلیفۃ الرسول یا خلیفۃ المسلمین نہیں بلکہ خلیفۃ اللہ تھے جبکہ ہماری بحث خلیفۃ الرسول میں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کا تقرر یا اس کی حیثیت مسئولیت کا اثبات و اعلان براہِ راست اللہ یا اس کے کسی ذوعزم رسول ہی کی طرف سے ہوتا ہے مگر امتِ محمدیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بابِ نبوت بند ہو چکا ہے۔ ہاں اگر آپ حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ اہلِ بیت کو انبیاء سمجھتے ہیں تو وہ الگ بات ہے۔ مگر چشم بد دور! گستاخی معاف! پھر آپ کو حضرت امام جعفر صادق کی اس لعنت اور پھٹکار کا بھی مستحق بننا پڑے گا جو آپ ہی کی کتابوں میں ان الفاظ سے ہے۔

مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِيَاءُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَمَنْ شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔ یعنی جس نے ہم اہلِ بیت کو انبیاء کہا اس پر اللہ کی لعنت۔

اور جو اس میں شک کرے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔[۱]

**جواب ۲:** یہ دعویٰ آپ نے کیسے کر دیا کہ حضرت علیؓ کی خلافت پر نصوص صریحہ موجود ہے۔ ہمارا چیلنج ہے آپ حضرت علیؓ کی خلافت و امامت بلا فصل پر قرآن کریم کی آیت یا ذخیرۂ حدیث میں سے ایک حدیث صحیح و متواتر پیش کر دیں جو حضرت علیؓ کا نام لے کر آپ کی خلافتِ بلا فصل پر صریح نص کرے تو ہم آپ کا دعویٰ مان لیں گے۔

**جواب ۳:** آپ پیچھے حضرت علیؓ کا یہ فرمان بھی پڑھ چکے ہیں کہ مہاجرین و انصار صحابہ کا یہ منصب ہے کہ وہ خلیفہ کے تقرر کے لیے باہم مشورہ کریں۔ اور جب وہ باہمی اتفاق سے کسی کو امام اور حاکم چُن لیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ خلیفہ ہوگا۔[۲]

حضرت علیؓ کے مقرر کردہ اس معیار پر خلفائے ثلاثہ کی خلافت پرکھ کر دیکھیں تو ان کا استخلاف اور تقرر بھی بالواسطہ اللہ ہی کی طرف سے ٹھہرتا ہے۔

**جواب ۴:** قبولِ اسلام سے قبل کسی کا مشرک ہونا اس کے استحقاقِ خلافت پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پسندیدہ خلفاء قبولِ اسلام کے بعد یا اپنے دورِ خلافت میں آلودگی شرک سے پاک ہوں گے۔ یعنی عقیدتاً ان میں کوئی خامی نہ ہوگی۔ اسی لیے اللہ نے لا یشرکون بی فرمایا ہے ما اشرکوا بی یا لم یشرکوا بی نہیں، بندہ پرور! اگر آپ خلفاء راشدین کا لائقِ خلافت ہونا جاننا چاہتے ہیں تو آئیے! ہم آپ کو دربارِ مرتضوی میں لے چلتے ہیں جہاں سے یہ اعلان ہو رہا ہے هُمَا إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى

---

[۱] رجال کشی ص۲۵۵۔ تذکرہ ابو الخطاب (تحفہ جعفریہ ۱/۹۱)

[۲] نہج البلاغہ ص۳۶۷ مکتوب ۶ (تحفہ جعفریہ ۱/۵۹)



الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ۔ یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں عادل و منصف امام تھے وہ حق پر ثابت قدم رہے اور راہِ حق میں جان دے دی۔[۱]

**آیت سوم:** وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ پارہ ۷ رکوع ۱۶

ترجمہ:- اور ان (انبیاء) کے باپ داداؤں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے (جن کو مناسب سمجھا) ہم نے منتخب کر لیا، اور راہِ راست کی ہدایت کر دی۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت اور اس سے ماقبل والی دو تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد ان کے خلفاء کے انتخاب کا طریقہ ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کی جگہ ہمیشہ ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے کسی نہ کسی کا انتخاب کیا جاتا رہا۔ ضروری ہے کہ اس طریقہ پر امتِ محمدیہ میں بھی عمل ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی جانشینی اور خلافت آپ کی اولاد یا آپ کے بھائیوں کو ملے۔ اسی لیے ہم اہلِ تشیع آپ کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت مانتے ہیں کیونکہ وہ آپ کے چچا زاد بھائی ہیں اور ان کے بعد امام حسن و حسین اور دیگر ائمہ کی امامت و خلافت کے قائل ہیں کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں

**جواب:** ہم پھر وہی عرض کریں گے کہ بندہ پرور! آپ نے حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ کی امامت اصولِ دین میں سے قرار دے رکھی ہے۔ اصولِ دین نصوصِ صریحہ و متواترہ سے ثابت ہوتے ہیں اس آیت میں حضرت علیؓ و ائمہ اہلِ بیت کی ذواتِ ستودہ صفات کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں نبی کی جگہ دوسرے نبی کے انتخاب کا

---

[۱] احقاق الحق ص۱۵ (تحفہ جعفریہ ۱/۹۰)

ذکر ہوا ہے۔ اور یہ سلسلہ تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ہے اب آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہیں۔ اور ان کا انتخاب اللہ نے اُمّت کے اصحابِ علم و اہلِ تقویٰ کے سپرد فرمایا ہے کہ وہ اپنے میں سے جسے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے بہتر جانیں اُسے اپنا خلیفہ مان لیں تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے قرآن و سنت نافذ کرے۔ اللہ کا ارشاد ہے

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۔ (پارہ ۲۵ رکوع ۵)

ترجمہ:۔ اور مومنوں کا معاملہ باہمی مشورے سے طے ہوگا۔

چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد پیچھے گذر چکا ہے کہ مہاجرین و انصار صحابہ کا یہ منصب ہے کہ وہ باہمی مشورہ سے امام کا انتخاب کریں۔ پھر جب وہ باہمی اتفاق سے کسی کو امام چُن لیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ امام ہوگا۔[۱]

**آیت چہارم** [۵]

وقفوهم انهم مسئولون پارہ ۲۳ رکوع ۶

ترجمہ:۔ اور انہیں ٹھہراؤ! ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔

اہلِ سنت کی معتبر کتاب مسند فردوس دیلمی میں ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اِنَّهٗ قَالَ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنْ وِلَايَةِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ۔ انھوں نے کہا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ روزِ قیامت ان (لوگوں سے جو جہنم کی طرف لے جائے جا رہے ہوں گے) کے متعلق فرمائے گا کہ (اے فرشتو!) انھیں ٹھہراؤ! ان سے علی بن ابی طالب کی ولایت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

نتیجہ چلا اہلِ جہنم کو یاد دلایا جائے گا کہ تم حضرت علیؓ کی ولایت کا انکار کرنے کے سبب جہنم میں جا رہے ہو۔ اس لیے ہم آپ کی امامت و خلافت کا اقرار فرض

---

[۱] نہج البلاغہ ص۳۶۷ مکتوب ۶

[۵] زیادت



قطعی کہتے ہیں۔

**جواب**

۱۔ مسند فردوس اس لیے لکھی گئی ہے کہ اس میں ضعیف اور واہی و موضوع احادیث جمع کر دی جائیں۔ ایسی کتاب کا سہارا لیکر امامتِ علیؓ جیسا (بزعم خود) اصل دین ثابت کرنا کہاں کی دانش ہے؟

۲۔ آیت کا ماقبل وما یعبدون من دون اللہ (اور جن کی وہ اللہ کے سوا بندگی کرتے ہیں) بتلاتا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے حق میں ہے اور ان سے جو کچھ پوچھا جائے گا وہ بھی اللہ نے آگے خود ارشاد فرما دیا ہے مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ یعنی اے مشرکو! تمہارے جھوٹے خدا اور تم ایک دوسرے کی باہم مدد کیوں نہیں کر رہے (دونوں اکٹھے جہنم کی طرف کیوں چلے جا رہے ہو؟) جب خود قرآن میں اس چیز کی صراحت ساتھ ہی موجود ہے جو اہلِ جہنم سے پوچھی جائے گی تو اس کے مقابلے میں ایک واہی تباہی روایت کا کیا مقام ہے؟

۳۔ اگر یہ روایت مان بھی لی جائے تو ولایت بمعنیٰ محبت ہے کہ حضرت علیؓ کی محبت کے بارے میں سوال ہوگا مگر یہ احتمال بے حد کمزور ہے۔

**آیت پنجم** [۵]

والسابقون السابقون اولئك المقربون پارہ ۲۷ رکوع ۱۴

ترجمہ:۔ اور جو لوگ سابق ہیں وہی سابق ہیں اور وہی مقرب۔

طبرانی اور ابنِ مردویہ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اَلسَّابِقُوْنَ ثَلَاثَةٌ فَالسَّابِقُ اِلٰى مُوْسٰى يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَالسَّابِقُ اِلٰى عِيْسٰى صَاحِبُ يٰسٓ وَالسَّابِقُ اِلٰى مُحَمَّدٍ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ۔

یعنی سابق تین ہیں، موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والا یوشع بن نون ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سابق صاحبِ سورہ یٰسین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سابق

---

[۵] زیادت

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

تو جو سابق ہے وہی خلیفہ اور امام بھی ہونا چاہیئے یہی ہمارا مدعیٰ ہے۔

**جواب** ۱۔ اس روایت کا دار و مدار ابو الحسن اشقر پر ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف اور متروک الحدیث ہے۔

۲۔ سیاق کا تین افراد میں حصر بھی روایت کے موضوع ہونے پر دال ہے۔ کیونکہ ہر نبی کے لیے ایک نہ ایک سابق ضرور ہے پھر تین میں حصر کیسے؟

۳۔ اور یہ کب ضروری ہے کہ جو سابق ہو یعنی پہلے ایمان لایا ہو وہ امام اور حاکم و خلیفہ بھی ہو۔ کیا کسی لغت میں سابق کا معنیٰ خلیفہ بلا فصل بھی لکھا ہے؟

## احادیث سے شیعوں کے غلط استدلال کا رد

**پہلی حدیث** مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ (عامہ کتب سنی و شیعہ)

اہل تشیع نے حضرت علی رضؓ کی خلافت بلا فصل پر سب سے بڑی دلیل یہ حدیث پیش کی ہے اور ان کی کتب کے مطابق اس کی تفصیل یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع میں تھے تو عرفات میں جبرئیل نازل ہوئے اور اللہ کا سلام پہنچانے کے بعد یہ پیغام دیا کہ اے محمد! حضرت علی رضؓ کو کسی اونچی جگہ ٹھہرا کر کے لوگوں سے ان کی ولایت و امامت کا عہد لیں۔ اس لیے کہ آپ کا وقت وصال قریب آ چکا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ڈر سے جو حضرت علی رضؓ کے متعلق دل میں کدورت اور عناد رکھتے تھے (شیعوں کے ایسے الفاظ سے معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی وغیرہم رضی اللہ عنہم صحابہ کبار مراد ہوتے ہیں) یہ اعلان مؤخر کر دیا۔ آپ نے جبرئیل سے کہا کہ اللہ کے ہاں سے میری حفاظت کا عہد لائیں کہ اللہ مجھے لوگوں کے فتنے سے بچائے گا۔



پھر مسجد خیف میں یہ پیغام آیا، پھر حج سے واپسی پر راستے میں کراع نعیم کے مقام پر یہ پیغام آیا مگر حفاظت کا عہد ساتھ نہ تھا اس لیے آپ نے مسلسل تاخیر برتی۔ تا آنکہ مقام غدیر خم پر دن کے پانچ بجے جبرئیل نازل ہوئے اور اللہ کی طرف سے جھڑک اور ڈانٹ سنائی (معاذ اللہ) اور حفاظت کا پیغام بھی دیا جو اس قرآنی آیت کی شکل میں تھا۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فِي عَلِيٍّ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (پارہ ۶ رکوع ۱۳) — یعنی اے رسول! علی رضؓ کے متعلق آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو نازل ہوا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

چنانچہ آپ نے اپنی اونٹنی بٹھائی۔ باقی اونٹوں کے کجاوے اکٹھے کر کے ایک ممبر بنوایا۔ حضرت علی رضؓ کو ساتھ لے کر اس پر کھڑے ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور بلند آواز سے فرمایا:

أَلَا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ — یعنی خبردار! یاد رکھو جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے۔ اے اللہ جو اسے دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھ! انتہیٰ[1]

**جواب** حضرت علی رضؓ کی امامت و خلافت بلا فصل پر شیعوں کے پاس یہی وہ قطب مدار دلیل ہے جس کے گرد ان کے مذہب کی چکی گھومتی ہے مگر یہ سارا افسانہ شیعہ کتب ہی کی زینت ہے ہم نے صرف دو حوالوں پر اکتفاء کیا ہے ورنہ شیعہ کتب میں لے دے کے دھرا دھرایا ہی یہی کچھ ہے اور آج بھی

---

[1] احتجاج طبرسی ص۳۵ باب احتجاج النبی یوم الغدیر طبع قدیم۔ جامع الاخبار ص۱۱ فصل ۵ فضائل امیر المؤمنین (تحفہ جعفریہ ص۴۲)

عید غدیر کے عنوان سے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہ کے اعلان کی خوشیاں منائی جاتی ہیں جبکہ کتبِ اہلِ سنت میں اس کا نام ونشان تک نہیں ہاں مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہ الخ کے الفاظ متعدد احادیث میں ہیں اور ان کا مفہوم ہم عنقریب واضح کر رہے ہیں۔ درج ذیل امور توجہ سے پڑھیے۔ جن سے اس شیعی روایت کی قلعی کھل جائے گی۔

۱۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُول بلغ والی آیت کا غدیرِ خم پر نازل شدہ ہونا خود شیعہ تفاسیر کے مطابق متفق علیہ نہیں۔ تفسیر فرات کوفی میں اس کے تحت لکھا ہے کہ ابتداء اسلام میں صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اتری۔۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بلغ الخ تو آپ نے اپنے محافظوں سے فرمایا چلے جاؤ اب اللہ نے میری حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ صاحبِ مجمع البیان نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت آغازِ دورِ اسلام میں اتری تھی جبکہ غدیرِ خم والی بات سنہ ۱۰ھ کی ہے۔

۲۔ ما انزل الیك کے تحت اہلِ تشیع کے ہاں معتبر تفسیر منہج الصادقین میں یوں لکھا ہے "از پروردگار عالم احکام شرعیہ" یعنی اے رسول آپ کو اللہ کی طرف سے جو احکامِ شرعیہ ملے ہیں انھیں لوگوں تک پہنچا دو۔ معلوم ہوا یہ آیتِ تبلیغ جملہ احکام اسلامیہ وشرعیہ کے لیے ہے۔ اس کا حضرت علیؓ کی امامت وخلافت کے اعلان سے کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ اس شیعی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کے ڈر سے حکم خداوندی کی بجا آوری میں لیت ولعل سے کام لیا۔ پھر جب اللہ نے (معاذ اللہ) آپ کو ڈانٹ پلائی اور سخت زجر کیا تو تب آپ نے کچھ بات کہی۔ کیا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سیرت طیبہ ہے؟ آپ نے تو وادئ طائف میں پتھر کھائے آپؐ کو قریش نے تین سال تک قید کر دیا۔ اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپ کی پشتِ انور



پر رکھ دی گئی۔ آپ کو معاذ اللہ گالیاں دی گئیں ستایا گیا مگر آپ نے ہر زخم سہہ کر بھی اعلائے کلمۃ الحق میں ذرہ کمی نہ آنے دی۔ کیا آپ انسانوں سے اتنا ڈرتے تھے کہ معاذ اللہ حکمِ حق آپ کی زبان پر نہ آنے پاتا تھا۔ یقیناً یہ روایت سبائی ٹکسال کا بنا ہوا کھوٹا سکہ ہے۔ بازارِ صداقت میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔

۴۔ اگر آپ نے غدیرِ خم پر حضرت علیؓ کی امامت وخلافت ہی کا اعلان کرنا تھا تو اس کے کچھ ایسے الفاظ ہونے چاہئیں تھے (اِنَّ عَلِیًّا خَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ وَلَا خَلِیْفَۃَ غَیْرُہٗ وَمَنْ یَّدَّعِی الْخِلَافَۃَ بَعْدِیْ غَیْرُہٗ فَھُوَ کَافِرٌ) یعنی میرے بعد علیؓ ہی خلیفہ ہے کسی اور کو خلافت کا حق نہیں اور اس کے علاوہ جو دعویٰ خلافت کرے گا وہ کافر ہے ـــــ اس لیے کہ شیعوں کے نزدیک تمام فرائض وارکانِ دین سے اہم تر فرض اور رکن دین، حضرت علیؓ کی امامت وخلافت ہے۔ تو اتنے اہم ترین رکن کا اعلان صاف اور واضح الفاظ میں چاہیئے تھا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ فرمائے ان میں شیعوں کے دعویٰ کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں۔ آپ نے صرف یہ فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولا ہے۔ لفظِ مولیٰ کے لغت کے اعتبار سے کثیر معانی ہیں۔ آقا، غلام، دوست، چچا زاد بھائی وغیرہ۔ اور خود عبارۃ النص میں واضح ترین قرینہ موجود ہے جو یہاں مولیٰ کا معنیٰ "دوست" متعین کر رہا ہے اس لیے کہ اس سے اگلے الفاظ یہ ہیں اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اسے دشمن جانے تو اسے دشمن رکھ۔ گویا مَنْ کُنْتُ مولاہ کا معنیٰ یہ ہو گیا "جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے" تو کیا صرف دوست کے لفظ سے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل ثابت ہو گئی۔ واہ رے واہ

شیعہ محققین،، یہاں مولیٰ بمعنی آقا اور سردار لیتے ہیں یعنی جس کا میں
سردار ہوں اس کا علیؓ بھی سردار ہے اور یہ آپ کی حاکمیت و خلافت کی
طرف اشارہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو سب انبیاء کے بھی
سردار ہیں کیا حضرت علیؓ بھی تمام انبیاء کے سردار ہیں؟ اگر ہیں تو خود ان
میں صفتِ نبوت کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ انبیاء سے افضل نہیں ہو سکتے
اور امام جعفرؒ کا فرمان پیچھے گذر چکا ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت کو انبیاء کہے اس
پر اللہ کی لعنت ہے اور جو اس میں شک کرے اس پر بھی لعنت ہے۔ اس لیے
مولیٰ بمعنی سردار اور حاکم کسی صورت نہیں قرار پاتا۔

۵ اصل صورتِ حال جو کتبِ اہلِ سنّت میں مذکور ہے یوں ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن میں کسی معرکہ پر امیرِ لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ واپسی
پر ایک صحابی حضرت بریدہؓ نے حضرت علیؓ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور
کچھ شکائتیں اور شکوے کیے جو آپ کو سخت ناگوار گزرے اس پر آپ نے
ارشاد فرمایا من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ الخ۔ [۱]

۶ اگر یہی بات ہے کہ غدیر خم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی
خلافتِ بلا فصل کا اعلان کر دیا تھا۔ تو کیا سبب ہے کہ شیعہ فرقہ آج تک حضرت
عمر فاروقؓ پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وصال کاغذ اور
قلم منگوایا تھا تاکہ حضرت علیؓ کی خلافتِ بلا فصل کا پروانہ لکھ دیں مگر عمر فاروقؓ
نے حَسْبُنَا کتاب اللہ کہہ کر آپ کو اس سے روک دیا۔ ارے! اگر غدیر خم
پر ہزاروں کے مجمع میں اعلان ہو چکا تھا تو پھر قلم اور کاغذ منگوا کر لکھنے کا ارادہ
کرنا چہ معنیٰ دارد؟

[۱] البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۰۸ (تحفہ جعفریہ ص ۴۸)



۷ جابر راوی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّکُوْنَ الْاَمْرُ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ بَعْدِہٖ فَاَبَی اللّٰہُ۔
یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی شدید تمنّی کی کہ آپ کے بعد حضرت
علیؓ کو خلافت ملے مگر اللہ تعالیٰ نے انکار کیا۔ [۱]
بتلائیے جب شدید تمنّا اور حرص کی حد تک خواہش کے باوجود اللہ نے
یہ مدعیٰ قبول نہیں کیا تو اس کے بعد غدیر خم کے اعلان والی کہانی کا کیا معنیٰ باقی
رہ جاتا ہے؟

۸ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتِ وصال قریب تھا ایسے میں حضرت
عباسؓ، ان کے بیٹے فضلؓ، حضرت علیؓ اور دیگر اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس بیٹھے تھے گھر میں کوئی اور نہ تھا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اگر یہ امرِ خلافت آپ کے بعد ہمیں ملنے والا ہے تو ہمیں اس کی بشارت ارشاد
فرما دیں اور اگر نہیں ملنے والا تو (کم ازکم) ہمارے حق میں خلافت کا فیصلہ تو
فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ۔ یعنی تمہیں میرے
بعد بے بس کر دیا جائے گا۔ [۲]
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرے بعد جب میری امّت
باہمی اتفاق سے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا لے گی تو ایسے میں تم بے بس ہو گے۔ خواہش
کے باوجود تم پوری امت کا مقابلہ نہ کر سکو گے تمہیں امّت کا ساتھ دینا ہوگا۔ اور
اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلِ بیتِ رسول نے خلافت کے معاملہ میں امّت کا
ساتھ دیا۔ شیعہ علماء سے انصاف کے نام پر سوال ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] تفسیر فرات کوفی ص ۱۹ (تحفہ جعفریہ ص ۵۵)
[۲] اعلام الوریٰ ص ۱۴۲ - تہذیب المتین جلد اول ص ۲۳۶ (تحفہ جعفریہ ص ۵۶)

نے وقتِ وصال بھی حضرت علیؓ کی خلافت کا فیصلہ نہیں فرمایا تو غدیر خم کے اعلان والا افسانہ کیا مفہوم رکھتا ہے؟

۹ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بوقتِ وصال جب اپنا وصیت نامہ لکھواتے ہیں تو ان الفاظ پر کہ میرے بعد خلیفہ........" آپ کو غشی آجاتی ہے۔ افاقہ کے بعد دیکھتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے (جو وصیت نامہ لکھ رہے تھے) لفظِ خلیفہ کے بعد حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں اے عثمان اگر تم اپنا نام بھی لکھ دیتے تو کوئی حرج نہ تھا یعنی تم بھی منصبِ خلافت کے لیے ہر طرح موزوں ہو۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے جو فرمایا وہ شیعہ مورخ کی زبانی سنئے! فرمایا " ما بغیر عمر راضی نمے شویم کہ خلیفہ باشد" ـــــ یعنی ہم عمر کے سوا کسی اور کے خلیفہ بننے پر ہرگز راضی نہ ہوں گے۔[1]

تبلائیے! جس کے لیے زبانِ رسالت سے ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں اعلانِ خلافت ہو چکا کیا اس کا یہ اندازِ تکلم ہوتا ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

۱۰ حضرت عثمانِ غنیؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے اصرار کیا کہ آپ زمامِ خلافت سنبھالیں! آپ نے فقرِ حیدری کا ان الفاظ میں ثبوت دیا۔

دَعُوْنِیْ وَالْتَمِسُوْا غَیْرِیْ...... وَلَعَلِّیْ اَسْمَعُکُمْ وَاَطْوَعُکُمْ لِمَنْ وَلَّیْتُمُوْہُ اَمْرَکُمْ وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَّکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا یعنی جاؤ میرا پیچھا چھوڑو! کسی اور کو اس کام کے لیے تلاش کرو! اور جسے بھی تم امیر بناؤ گے شاید میں تم سب سے بڑھ کر اس کی اطاعت بجا لاؤں گا۔ اور میں اگر وزیر بن کہ کام کروں تو یہ تمہارے لیے میرے امیر بننے سے زیادہ سودمند ہے۔[2]

---

[1] تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۲۲ (تحفہ جعفریہ ج۱) [2] نہج البلاغہ صفحہ ۱۳۶ الخطبہ ۹۲ (ایضاً ج۱)



میں دنیائے شیعیت کے ہر فرد سے انصاف کا سوال کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو خدائے ذوالجلال کے دربار میں حاضر سمجھ کر اپنی عاقبت کا فکر کریں اور تمام مذہبی اختلافات سے بالاتر ہو کر حضرت علیؓ کے اس ارشادِ گرامی پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کریں۔ شاید راہِ حق آپ کے قدموں کا استقبال کر رہی ہو۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

**ایک شبہ** درمنثور میں ابن مردویہ کے حوالے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے۔

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اَنَّ عَلِیًّا مَّوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ الخ

ـــــ یعنی اے رسول آپ کی طرف جو آپ کے رب کی طرف سے یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ علی مومنوں کا مولیٰ ہے، اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔

(درمنثور جلد دوم صفحہ ۲۹۸)

**جواب** ۱ یہ روایت قطعی ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ محدث ابن مردویہ سے لے کر حضرت ابن مسعود تک درمیان میں کتنے راوی ہیں کون ہیں کچھ پتہ نہیں۔

۲ درمنثور کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں علامہ سیوطی نے درمنثور میں مضامینِ قرآنیہ کے موافق صحت و سقم کا لحاظ کیے بغیر تمام رطب و یابس روایات جمع کر دی ہیں تاکہ محدث میزانِ علم پر پرکھ کر ان میں سے جسے صحیح سمجھے لے لے۔[1]

۳ اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی مان لی جائے اور اَنَّ عَلِیًّا الخ والے

---

[1] قرۃ العینین (شاہ ولی اللہ) صفحہ ۲۸۳ (تحفہ جعفریہ ج۱)

کلمات منسوخ التلاوۃ شمار کرلیے جائیں تو مولیٰ بمعنیٰ دوست ہونا پیچھے بالصراحت گزر چکا ہے اس کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔

**دوسری حدیث** [2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا تھا۔
اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی۔

یعنی اب علی تمھاری مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

یہ حدیث اہل سنت کی بیشمار کتب حدیث میں موجود ہے اور کوہ طور پر جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارونؑ ہی کو ان الفاظ میں خلافت عطا فرمائی تھی یَاھَارُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ۔ (پارہ ۹ رکوع ۷) یعنی اے ہارون تم قوم میں میرے خلیفہ ہو۔ قرآن اور حدیث دونوں کو یکجا کرنے سے حضرت علیؓ کی خلافت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

**جواب** ۱۔ اس حدیث کا صحیح مفہوم ہم آپ کو اپنی ہی کتب سے پیش کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ غالی شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی لکھتا ہے کہ جنگِ تبوک پر جاتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو واپسی تک اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ بعض منافقین نے کہا حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے ناراض ہیں۔ اس لیے انھیں ساتھ نہیں لے جانا چاہتے۔ ان کی یہ باتیں سن کر حضرت علیؓ کو سخت صدمہ ہوا اور دوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور ماجرا سنایا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الخ ناسخ التواریخ حالات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۳ ص ۱۹۷

یعنی غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے کے سبب حضرت علیؓ کو جو ملال ہوا تھا اُسے دور کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے۔ پتہ چلا



اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کی طرف اشارۃ تک نہیں بلکہ یہ چار دن کی خدمت مراد ہے اور وہ بھی گھریلو معاملات میں عورتوں اور بچوں وغیرہ کی نگرانی کے متعلق یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد ہارون علیہ السلام چند دن کے لیے اُن کے نائب رہے تھے ایسے ہی چند دن کے لیے حضرت علیؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنایا گیا۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختلف غزوات پر جاتے ہوئے مختلف افراد کو مدینہ طیبہ میں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ جاتے تھے۔ آپ کا قائم مقام۔ آپ کی جگہ نماز پڑھاتا مختلف معاملات میں فیصلے اور نگرانی کا کام سرانجام دیتا۔ عموماً نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو یہ ڈیوٹی سونپی جاتی تھی۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب الریاض النضرہ اردو کے حاشیے میں بحارالانوار اور ناسخ التواریخ جیسی شیعہ کتب کے حوالوں کی روشنی میں ان افراد کی فہرست مرتب کی ہے جنھیں مختلف غزوات کے دوران مدینہ طیبہ میں نیابتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ سونپا گیا تھا ایک غزوہ میں سیدنا عثمانِ غنیؓ بھی نائب مقرر ہوئے تھے۔

اگر چند روزہ نیابت ہی خلافتِ بلا فصل کی دلیل ہے تو پھر خلیفہ ہائے بلا فصل کی پوری جماعت سامنے آجائے گی اور سب "بلا فصل" خلیفہ ہوں گے۔

۳۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام اُن کے خلیفہ بنے ہوتے تو پھر مذکورہ حدیث کی بنیاد پر حضرت علیؓ کی خلافتِ بلا فصل کا استدلال قائم ہو سکتا تھا مگر سب جانتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی ہی میں وصال فرما گئے تھے [1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون آپ کے خلیفہ بنے تھے تفسیر فراتِ کوفی میں ہے۔

---

[1] تفسیر منہج الصادقین

كَانَ أَعْلَمَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بَعْدَ مُوسٰى (ع) يُوشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَكَانَ وَصِيَّ مُوسٰى مِنْ بَعْدِهٖ ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں سب سے بڑے عالم حضرت یوشع بن نون تھے اور وہی آپ کے بعد خلیفہ بھی تھے۔[1]
یہ حدیث تو شیعہ "محققین" کے لیے بھاری ثابت ہوئی لینے کے دینے پڑے ہیں

## تیسری حدیث[3]

ابتداء اسلام میں جب یہ آیت مبارکہ اتری :۔
وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ پارہ ۱۹ رکوع ۱۵

ترجمہ :۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنائیں !
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤسا قریش کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے دعوت توحید و رسالت رکھی، اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ لہٰذا تم میں سے کون ہے جو اس کٹھن کام میں میرا مددگار اور وزیر بنے ؟ تمام حاضرین مجلس خاموش ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے کم عمر ہونے کے باوجود میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میں آپ کا وزیر بنوں گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا هٰذَا أَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَأَطِيْعُوْا ۔ یعنی یہ (علی) میرا بھائی میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے۔ تم اس کا حکم مانو اور اس کی اطاعت کرو۔ (تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۳۸۴) یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کھلا اعلان کر رہی ہے۔

## جواب

معالم التنزیل میں اس روایت کی مکمل سند موجود ہے جو یوں ہے
روی محمد بن اسحاق عن عبد الغفار بن قاسم عن منہال عن عبد اللہ بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابی طالب۔ اس سند کے ایک راوی عبد الغفار بن قاسم کے متعلق محققین رجال کی آراء

[1] فرات کوفی صفحہ ۶۵ (تحفہ جعفریہ ۹۹/۱)



ملاحظہ ہوں۔ علامہ طاہر ہندی قانون الموضوعات میں لکھتے ہیں مَتْرُوْكٌ شِيْعِيٌّ يَضَعُ ۔ یہ ایک متروک شیعہ راوی ہے احادیث گھڑنا اس کا کام ہے۔ لسان المیزان میں ہے عبد الغفار بن القاسم رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَيُقَالُ مِنْ رُءُوْسِ الشِّيْعَةِ ۔ یعنی عبد الغفار بن قاسم رافضی ہے، ثقہ نہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ بڑے شیعوں میں سے ہے۔
یہی نہیں ملا نور اللہ شوستری شیعہ نے اسے شیعہ راویوں کے طائفہ دوم میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے "در قسم مقبولان از کتاب خلاصہ مذکور است" ۔ یعنی عبد الغفار بن قاسم کتاب خلاصہ کے مطابق مقبول راویوں میں سے ہے۔[1]
جسے شیعہ علماء مقبول راوی کہیں اس کے شیعہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے، گویا یہ روایت خود شیعوں کی اپنی وضع کردہ ہے تو اس سے اہلِ سنت پر حجت قائم کرنا بازیِ اطفال کے زمرے میں سے ہے۔
اگر یہ روایت بالفرض درست مان بھی لی جائے تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مطلق خلافت کا ذکر ہے جسے اہلِ سنت بھی مانتے ہیں "بلا فصل" کا دعویٰ پھر بھی بے دلیل ہے۔

## چوتھی حدیث[4]

خیبر فتح کرنے کے لیے جب بڑے بڑے ناکام ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَيُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ ۔ یعنی کل میں اس شخص کے ہاتھ جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بھی ہے اور محبّ بھی۔ اللہ اس کے ہاتھ پہ فتح دے گا۔
یہ حدیث اہلِ سنت کی صحاح میں موجود ہے۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ خدا

[1] مجالس المؤمنین جلد اوّل صفحہ ۲۵۳ (تحفہ جعفریہ ۹۲/۱) صفحہ ۵ (زیادت)

اوراس کے رسول کی محبت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے حصے میں آئی تھی اور اسلام کی عظمت اور غلبہ کا اظہار بھی انھیں کے ہاتھوں قرار پایا تھا۔

**جواب**

۱۔ حدیث کے الفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا اور رسول کے ہاں محبوبیت اور محبیّت ضرور مذکور ہے مگر ان دو امور کا ان کی ذات پر حصر مذکور نہیں یعنی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خدا و رسول کے محبوب اور محب ہیں۔ ایسا کہنا محض ادعاء اور تعلّی ہے۔

۲۔ حصر مراد لینے سے یہ حدیث نصوصِ قطعیہ سے متعارض ٹھہرے گی۔ پیچھے آیت مبارکہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (پارہ ۶ رکوع ۱۲) گزر چکی ہے (یعنی اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے) جس کے تحت معتبر شیعہ تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ سے یہ الفاظ بھی مذکور ہوئے تھے فَقِيْلَ هُمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَصْحَابُهٗ ـــــ یعنی وہ ابوبکر اور اُن کے ساتھی ہیں، یونہی اہالیانِ مسجدِ قبا کے متعلق ارشاد ہوا فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ یعنی وہاں وہ لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند رکھتے ہیں اور پاک رہنے والوں سے اللہ محبت رکھتا ہے الغرض ایسی نصوص انگنت ہیں۔

۳۔ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ۔ بھی صرف فتح خیبر کے متعلق ہے اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ فتح و نصرت اور غلبہ و عظمت صرف اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر منحصر کر دی گئی تھی۔ کون نہیں جانتا کہ تاریخ اسلام میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت فتوحات کے اعتبار سے روشن ترین اور بے مثال دور ہے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرطِ عقیدت و محبت سے فرماتے ہیں:۔

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ۔ یعنی اللہ اس آدمی کے (فتح کردہ) شہروں کو برکت دے۔



اس نے کجی درست کر دی، بیماری کا علاج کر دیا۔ سنت قائم کر دی اور فتنہ فرو کر دیا[1]۔ خلفائے ثلاثہ کے دور میں ہونے والی فتوحات کا مفصل تذکرہ شیعوں کی معتبر تاریخ ناسخ التواریخ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

**پانچویں حدیث**

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ كُنْتُ اَنَا وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ نُوْرًا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اٰدَمَ بِاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔ یعنی میں اور علی ہم دونوں حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل اللہ کے ہاں نور کی صورت میں تھے۔

یہ حدیث صاحب الریاض النضرہ علامہ ابوجعفر محب الطبری الشافعی نے روایت کی ہے۔ پتہ چلا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب امت سے افضل ہیں اس لیے خلافت کے حقدار بھی وہی ہیں۔

**جواب**

اس روایت کا واہی اور موضوع ہونا اس سے ثابت ہے کہ اس کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساری امت ہی نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء و مرسلین سے بھی افضل بتلایا گیا ہے۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری مخلوق سے قبل پیدا ہونا آپ کی افضلیت کی دلیل ہے یونہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی اس روایت کی رو سے سابق فی الخلق ہونا حضرت آدم علیہ السلام و دیگر جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہونے کی دلیل ٹھہرتی ہے۔ یہ صریح گمراہی اور ضلالت ہے۔

علاوہ ازیں اس طرح کی مبالغہ آمیز روایات تمام صحابہ کے حق میں واعظین نے لکھی ہیں۔ ان سے خلافتِ بلافصل کے استحقاق پر دلیل لانا طفل تسلی ہے اسی الریاض النضرہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ روایت لکھی

---

[1] نہج البلاغہ صفحہ ۳۵ خطبہ ۲۲۸ (تحفہ جعفریہ ۲ صفحہ ۴۲) للہ (زیادت)

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے ہر پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق لکھا ہوا دیکھا۔ ظاہر ہے جرح و نقد کے بازار میں ایسی مبالغہ آمیز بے تحقیق روایات کی کچھ حجیت نہیں۔

---

# اہلِ سنّت کا شیعوں سے ایک بنیادی سوال!

## حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہ کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟

اہلِ سنت شیعوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب تمہارے زعم میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت غاصبانہ تھی تو کیا سبب ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کے خلاف علمِ بغاوت بلند نہ کیا۔ اس کے علی الرغم وہ ان کا ساتھ دیتے رہے اور ان کے مشیر بنے رہے۔ حضرت علیؓ کو تو افرادی قوت جمع کر کے غاصب حکمرانوں کے خلاف جنگ کرنا چاہیئے تھی۔ علی شیرِ خدا کے لختِ جگر سیّدنا امام حسینؓ نے دورِ یزیدیہ میں حدودِ اسلامیہ پامال ہوتے دیکھیں تو کارزارِ شہادت میں بے خطر کود پڑے اور جانِ جاں آفرین کے سپرد کر دی مگر جابر حکمران کی اطاعت قبول نہیں کی تو کیا وجہ ہے کہ خود شیرِ خدا جابروں کے آگے جھک جائیں؟

اہلِ سنت کے اس سوال پر اہلِ تشیع کے پاس حیلوں بہانوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ذیل میں ان کی طرف سے پیش کیے جانے والے لایعنی بہانے اور ان کا رد لکھا جاتا ہے۔

**بہانہ اوّل** حضرت علیؓ نے مشکل سے چالیس آدمی تیار کیے تھے مگر بعد میں وہ بھی بے وفائی کر گئے فَلَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ غَدْرَھُمْ



وَقِلَّۃَ وَفَآئِھِمْ لَزِمَ بَیْتَہٗ۔ حضرت علیؓ نے ان کی دھوکہ دہی اور بیوفائی دیکھی تو گھر بیٹھ رہے۔ [1]

مگر یہ بہانہ بالکل غلط ہے۔ یہ بہانہ افسانہ ہے من گھڑت سٹوری ہے۔ نہ حضرت علیؓ نے کسی کو بغاوت پر تیار کیا نہ کسی نے بے وفائی کی۔ یہ بھی صریح جھوٹ ہے کہ حضرت علیؓ گھر بیٹھ رہے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی بلکہ آپ ان کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھتے تھے اور انھیں بہترین مشوروں سے بھی نوازتے تھے۔ تفسیر قمی کے یہ الفاظ دیکھئے۔ ثُمَّ قَامَ وَتَھَیَّأَ لِلصَّلٰوۃِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ۔ حضرت علیؓ نے نماز کی تیاری فرمائی مسجد میں آئے اور ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ [2]

**بہانہ دوم** زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر سے پوچھا امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو اپنی طرف (خلافت کی طرف) دعوت کیوں نہ دی تھی؟ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَوْفًا اَنْ یَّرْتَدُّوْا حضرت امام باقر نے جواب دیا "اس ڈر سے کہ کہیں لوگ مرتد نہ ہو جائیں"۔ [3]

یہ بہانہ بھی کتنا گمراہ کن ہے۔ گویا حضرت علیؓ نے لوگوں کو اپنی خلافت کے ماننے کی دعوت تو اس ڈر سے نہ دی کہ کہیں لوگ اس دعوت کا انکار کر کے مرتد نہ ہو جائیں۔ مگر شیعہ کتب یہ بھی کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابوذر، مقداد اور سلمان فارسی کے سوا سب صحابہ معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے کیونکہ انھوں نے خلافتِ علیؓ کی تمام صریح نصوص کا انکار کر کے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ اِنَّ النَّاسَ کَانُوْا اَھْلَ الرِّدَّۃِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا ثَلٰثٌ۔

---

[1] احتجاج طبرسی ص۵۲ طبع قدیم (تحفہ جعفریہ ۲۲۴) [2] تفسیر قمی ص۵۰۳
[3] انوار نعمانیہ ص۲۳ (تحفہ جعفریہ ۲۲۴)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین کے سوا سب لوگ مرتد ہو گئے تھے [1]

دوستو! جب لوگ پہلے ہی سے مرتد ہو چکے تھے تو انھیں ارتداد سے بچانے کی خاطر مولیٰ علیؓ کی دعوتِ خلافت سے دست کشی کیا معنیٰ رکھتی ہے؟ یہ ایسے ہے جیسے کوئی مُردے کو نہ مارے کہ کہیں یہ مر نہ جائے۔

**بہانہ سوم** زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر سے سُنا، آپ فرماتے تھے حضرت علی علیہ السّلام نے اپنے دشمنوں سے اس لیے ہاتھ کھینچا تاکہ ہمارے شیعوں کا بھلا ہو آپ جانتے تھے کہ ان پر بعد میں دشمن غالب آجائیں گے۔ آپ نے چاہا کہ بعد میں آنے والے آپ کی سیرت اپنا کر دشمنوں سے نہ لڑیں۔ [2]

یہ بہانہ شیرِ نر فاتح خیبر علیِ حیدر اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہٗ کی شجاعت و بسالت اور بہادری و جوانمردی سے صریح انکار کے مترادف ہے آپ کا تو یہ ارشاد ہے کہ دو آدمیوں سے میری کھلی جنگ ہے۔ ایک وہ جو خلافت کا مستحق نہ ہونے کے باوجود اس کا مدعی ہو۔ دوسرا وہ جو اس چیز (خلافت) سے خود کو دور رکھے جو اس کے لیے واجب اور لازم ہے [3]

اسی طرح علامہ کاشانی شیعی نے یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین (پارہ ۲۸ رکوع ۱۵) کے تحت لکھا ہے:۔

فَجَاهَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْكُفَّارَ وَجَاهَدَ عَلِيٌّ جِهَادَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جہاد کیا اور حضرت علیؓ نے آپ کی سیرت پر چل کر یہ جہاد جاری رکھا [4]

[1] تفسیر عیاشی جلد اوّل صہ ۱۹۹، بحار الانوار جلد ۶ صہ ۷۴۹ [2] حلیۃ الابرار باب ۲۹ صہ ۴۱۸ جلد ۱ (تحفہ جعفریہ ۲۲۹/۱) [3] نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ صہ ۲۴۹ (تحفہ جعفریہ ۲۳۰/۱) [4] تفسیر صافی صہ ۷۱۴ جلد ۱، تفسیر قمی صہ ۶۸۸ سورہ تحریم۔



حضرت علیؓ کا قول و عمل تو جہاد سے عبارت ہے۔ علی اس جبلِ صداقت کا نام ہے جس سے باطل کا طوفان ٹکرا ٹکرا کر اپنا سر تو پھوڑتا رہا مگر اسے سر مو اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا۔ مگر اہلِ تشیع کا یہ بہانہ بتلاتا ہے کہ آپ خود بھی بزدلی کا دامن تھامے رہے اور اپنے متبعین کو بھی یہی سبق سکھلا گئے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

**بہانہ چہارم** راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا "کیا وجہ ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فلاں فلاں اور فلاں (یعنی ابوبکر صدیق عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کے خلاف جہاد نہ کیا؟" آپ نے فرمایا ودائع المؤمنین فی اصلاب قوم کافرین یعنی کافر قوم کی پشت میں مومن روحیں ودیعت تھیں۔ اسی طرح امام قائم (امام مہدی) اس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے تا آنکہ کفار کی پشتوں سے اللہ مومن روحوں والی امانت مکمل طور پر نکال لے [1]

یعنی حضرت علیؓ کے مدِ مقابل کافر قوم تھی اور ان کی آئندہ نسلوں اور پشتوں میں مومن روحیں تھیں۔ آپ نے انھیں اس لیے نہ قتل کیا کہ وہ روحیں ان کی پشتوں سے نکل کر اپنے وقت پر دنیا میں آجائیں۔ اور جب تک یہ عمل مکمل نہیں ہو پاتا امام مہدی ظاہر ہو کر جہاد شروع نہیں کر رہے۔

اس بہانے پر بے اختیار ہنسی بھی آتی ہے اور غصہ بھی ع اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے امیر۔ اس بہانے سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور ان خلفاء کے رفقاء یہ سب معاذ اللہ کفار تھے۔ اگر ان کی آئندہ نسلوں میں مومن لوگ نہ آنے والے ہوتے تو حضرت علیؓ ان سے ٹکرا جاتے اور انھیں قتل کر دیتے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ امام مہدی کے ظہور تک جہاد منع ہے لیکن اگر یہی بات

[1] حلیۃ الابرار جلد ۱ صہ ۱۹۹ باب ۳۹ ۔ علل الشرائع صہ ۱۴۷

ہے تو حضرت امام حسین رضؓ نے یزید کے خلاف تلوار کیوں اٹھائی۔ کیا امام مہدی ظاہر ہو چکے تھے؟ سچ ہے جب کسی قوم پر ظلمت و ضلالت کی شبیہ تاریک پہرے جما لیتی ہے تو پھر ہدایت کے سب راستے ان پر چھپ جاتے ہیں۔

**بہانہ پنجم** ہیثم بن عبد اللہ کہتا ہے میں نے علی رضا علیہ السلام سے پوچھا یا ابن الرسول! کیا وجہ ہے علی مرتضیٰ رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے دشمنوں کے خلاف پچیس سال تک جہاد نہ کیا۔ پھر اپنے دورِ حکومت میں جہاد شروع کیا۔ انھوں نے فرمایا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکّی دور میں تیرہ برس تک ترکِ جہاد والے عمل کی اقتدا کی تھی۔ جیسے اللہ کے رسول نے مددگار کم ہونے کے سبب دشمنوں سے لڑائی نہ کی اسی طرح حضرت علی رضؓ نے کیا۔ اگر اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باطل نہیں ہوئی تو علی علیہ السلام کی امامت کیوں باطل ہو گئی[1]۔

یہ بہانہ بھی صداقت سے عاری اور فریبِ نظر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ بجا ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّی دور میں تیرہ برس تک کفار کے خلاف جہاد نہ فرمایا تھا مگر اس دوران آپؐ نے فریضۂ تبلیغ حق میں سرِ مُو فرق نہیں آنے دیا۔ وادی طائف آپ کے خونِ پاک سے نازمین سے لہورنگ ہوئی۔ آپ کو پتھروں کا نشانہ بنایا گیا آپؐ کی پشتِ انور پر اونٹوں کی اوجھڑیاں رکھی گئیں مگر آپ ہر زخم سہہ کر بھی نعرۂ توحید بلند کرتے رہے صحابہ کرام پر اس دور میں ظلم کے پہاڑ توڑے گئے مگر وہ اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہ رہے اور دعوت الی الحق کا کام جاری رکھا۔ لیکن کوئی بتلائے کیا حضرت علی رضؓ نے بھی خلفاءِ ثلاثہ کے پچیس سالہ دور میں اپنی امارت و خلافت کی طرف دعوت دینے کا کام جاری رکھا تھا؟ نہیں! نہیں!! بلکہ حضرت

[1] حلیۃ الابرار جلد ۱ صفحہ ۴۳۲ باب ۲۹، ارشاد القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۹۵ تذکرۂ علّتِ قعودہٗ عن القتال (تحفہ جعفریہ ۲۳۵)



علی مرتضیٰ رضؓ خلفاءِ راشدین کے لیے دست و بازو بن کر رہے۔ اپنے بہترین مشوروں سے ان کے لیے استحکامِ حکومت کا سامان فراہم کرتے رہے۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنے دورِ خلافت میں شام کے کارزارِ جہاد میں شریک ہونے کا ارادہ کیا تو علی مرتضیٰ رضؓ نے وہاں نہ جانے کا مشورہ دیا کہ کہیں امیر المؤمنین کی ذات کو نقصان پہنچنے سے پورے عالمِ اسلام کو نقصان نہ پہنچ جائے۔[1]

اہلِ تشیع اس شیرِ خدا کے خاموش بیٹھے رہنے کی بات کر رہے ہیں جن کا یہ اعلان ہے کہ اگر سارا عرب بھی مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائے تو میں کبھی پشت نہ دکھاؤں گا اور اپنی ہمت کے مطابق ان کی گردنیں اڑانے میں جولانی دکھاتا رہوں گا[2]

**بہانہ ششم** فُضَیل بن یسار کہتا ہے میں نے امام باقر رضؓ سے پوچھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کس کا حق تھا؟ آپ نے فرمایا "ہم اہلِ بیت کا!" میں نے عرض کیا۔ پھر وہ دوسروں نے کیسے لے لیا؟ آپ نے فرمایا جب تو یہ سوال پوچھ ہی بیٹھا ہے تو پھر جواب غور سے سن! اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ لَمَّا عَلِمَ اَنْ یُّفْسَدَ فِی الْاَرْضِ وَ تُنْکَحُ الْفُرُوْجُ الْحَرَامُ ...... اَرَادَ اَنْ یَّلِیَ ذٰلِکَ غَیْرُنَا۔ جب اللہ نے یہ جانا کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد والے دور میں) زمین کے اندر فساد بپا ہوگا اور حرام کاری و زناکاری عام ہو گی تو اللہ نے چاہا کہ ایسے دور میں حکومت ہم اہلِ بیت کی نہ ہو کسی اور کی ہو[3]

یہ بہانہ جتنا مضحکہ خیز ہے اتنا افسوسناک بھی ہے۔ اگر ساری دنیا کا حافظہ ختم نہیں ہو گیا تو ہم پوچھ سکتے ہیں کہ وہ زناکاری جو دورِ خلفاءِ ثلاثہ میں عام تھی اور اس کے منقرض ہوتے ہی علوی دور میں دنیا سے مٹ گئی کیا تھی اور کہاں تھی

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۳۴ صفحہ ۱۹۲ (تحفہ جعفریہ ۱۶۵) [2] نہج البلاغہ خطبہ ۴۵ صفحہ ۲۱۸

[3] حلیۃ الابرار جلد ۱ صفحہ ۴۲۲ باب ۲۹ (تحفہ جعفریہ ۲۴۱)

اور وہ کونسا فساد تھا جو خلفاء ثلاثہ کے ادوار میں بپا تھا اور سیدنا علی مرتضیٰ رض کے دَور میں امن سے بدل گیا؟ یارو کچھ تو انصاف سے کام لو۔

اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مرتضوی دورِ خلافت میں داخلی امن وامان کی وہ اعلیٰ کیفیت نہ تھی جو دورِ خلفاء ثلاثہ کا امتیاز ہے۔ جمل وصفین کے واقعات اور خوارج کے ساتھ معرکہ آرائیاں کس پہ مخفی ہیں؟ اسی لیے تو حضرت علی شیرِ خدا رض فاروقی دَور میں بپا ہونے والی امن وامان کی اعلیٰ کیفیت اور نفاذِ اسلام کے پرجلال اور مثالی ماحول کو یاد کرکے فرماتے تھے:۔

لله بلاد فلان فلقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنة وخلف السنة

یعنی اللہ فلاں آدمی (حضرت عمر فاروق رض) کے شہروں کو برکت دے جس نے کجی دور کردی، بیماری کا مکمل علاج کردیا۔ سنت قائم کردی اور فتنہ فرو کردیا[1]

اسی طرح آپ فرماتے ہیں وَوَلِيَهُمْ وَالٍ فَاَقَامَ وَاسْتَقَامَ حَتّٰى ضَرَبَ الدِّيْنُ بِجِيرَانِه (ابوبکر صدیق رض کے بعد) ایک شخص لوگوں کا حاکم بنا وہ خود بھی دین پر قائم رہا اور دوسروں کو بھی قائم کردیا تاآنکہ دین نے ایسے قرار پالیا جیسے اونٹ گھٹنے ٹیک کر اطمینان سے بیٹھ جاتا ہے۔

اُمید ہے شیعہ لوگ حضرت علی رض کے یہ ارشادات بنظرِ ایمان پڑھیں گے

---
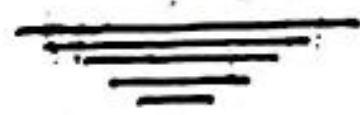
[1] نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۸ صفحہ ۳۵۰۔ (تحفہ جعفریہ ۱/۲۴۱)



## بقولِ شیعہ حضرت علی رض نے حصولِ خلافت کے لیے کیا کیا جتن کیے اور بالآخر کس عاجزی وبیچارگی کے ساتھ قتل کے خوف سے ابوبکر رض کی بیعت کرلی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تمام امتِ مسلمہ نے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رض کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کے طور پر اپنا حاکم وخلیفہ منتخب کیا تھا۔ حضرت علی رض نے البتہ چند دن توقف کیا مگر اس کے بعد انھوں نے بھی حضرت صدیق اکبر رض کی بیعت کرلی اور پھر خلفاء ثلاثہ کے مشیر ومددگار بن کر رہے۔

مگر اس کے برعکس اہلِ تشیع خانہ ساز روایات کا سہارا لے کر وصالِ نبوی کے بعد والے دَور کو جس قدر سنگین اور کشیدہ بنا کر پیش کرتے ہیں اس پر سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ شیعہ کتب سے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

### (۱) حضرت علی رض نے سیدہ فاطمہ کو گدھے پر بٹھایا، حسنین کو بھی ساتھ لیا اور گھر گھر جا کر ووٹ مانگا (بقولِ شیعہ)

حمل علی فاطمة علی حمار واخذ بیدی ابنیه الحسن والحسین فلم یدع احدا من اهل بدر من المهاجرین ولا من الانصار الا اتاه فی منزله و ذکر حقه۔ (جب رات پڑی تو) حضرت علی رض نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے پر سوار کیا اپنے دونوں بیٹوں حسن رض وحسین رض کے ہاتھ پکڑ لیے اور مہاجرین وانصار (اہلِ مدینہ) میں سے کوئی ایسا آدمی نہ چھوڑا جس کے دروازے پر آپ نے جا کر دستک نہ دی ہو اور اپنا حق بیان نہ کیا ہو۔

مگر صرف چوالیس (۴۴) آدمیوں نے حامی بھری۔ آپ نے انھیں حکم فرمایا کہ صبح اپنے سر منڈوا کر اور اسلحہ زیب تن کر کے نکل آئیں اور سر دھڑ کی بازی لگانے کا عہد کریں مگر صبح ان میں سے صرف چار آدمی سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد اور زبیر بن عوام وعدے پر پہنچے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ گھر بیٹھ رہے اور چپ سادھ لی۔[1]

۲۔ جب ابوبکرؓ نے حضرت علی علیہ السّلام کو بیعت کے لیے بلایا اور وہ نہ آئے تو عمرؓ آگ لے کر آئے کہ ان کا گھر جلا دے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا عمرؓ! اس گھر کو مجھ سمیت جلا دو گے؟ اس نے کہا ہاں! تیرا باپ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جو دین لے کر آیا تھا اس کی یہی سزا ہے (معاذاللہ) چنانچہ علی آئے اور ابوبکر کی بیعت کر لی۔[2]

## (۳) بقولِ شیعہ حضرت علیؓ کو گلے میں رسی ڈال کر لایا گیا اور لہراتی تلواروں کے سائے میں ان سے بیعت لی گئی۔

فَکَثَرُوْا عَلَیْہِ فَضَبَطُوْہُ وَاَلْقَوْا فِیْ عُنُقِہٖ حَبْلًا اَسْوَدَ ثُمَّ نَادٰی قَبْلَ اَنْ یُّبَایِعَ وَالْحَبْلُ فِیْ عُنُقِہٖ یَا ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ثُمَّ تَنَاوَلَ یَدَ اَبِیْ بَکْرٍ فَبَایَعَہٗ۔

لوگ حضرت علیؓ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کو دبوچ لیا اور آپ کے گلے میں سیاہ رنگ کی رسی ڈال دی۔ آپ نے بیعت سے قبل پکار کر کہا اے میرے ماں جائے! (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) قوم نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور قریب ہے کہ مار ڈالیں اس کے

---

[1] احتجاج طبرسی ص ۱۰۷، انوار نعمانیہ جلد ۱ ص ۱۴۲ (تحفہ جعفریہ ۲۴۴/۱)

[2] حق الیقین باب ۵ ص ۱۱۵ احتجاج طبرسی ص ۵۳، نفس الرحمان باب ۱۱ (تحفہ جعفریہ ۲۵۴/۱)



بعد آپ نے ہاتھ بڑھا کر (حضرت) ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔[1]

مشہور شیعہ شاعر و مؤرخ مرزا محمد رفیع مشہدی کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

بدستِ عمر یک سرِ ریسماں ۔۔۔ دوم در کفِ خالد پہلواں
فگندند در گردنِ شیرِ نر ۔۔۔ کشیدند اُورا بر بوبکر

یعنی رسی کا ایک سرا عمرؓ کے ہاتھ میں تھا تو دوسرا خالد پہلوان کے ہاتھ میں، انھوں نے شیرِ نر (مولا علیؓ) کی گردن میں رسی ڈال لی اور اسے ابوبکرؓ کی طرف کھینچتے لے چلے۔[2]

عدی بن حاتم سے روایت ہے کہتے ہیں مجھے کسی شخص پہ اتنا رحم کبھی نہیں آیا جتنا حضرت علیؓ پر اس وقت آیا تھا جب لوگ انھیں گریباں سے پکڑ کر کھینچے لے جا رہے تھے۔ وہ انھیں ابوبکرؓ کے پاس لے آئے، ابوبکرؓ نے انھیں کہا "بیعت کن"، بیعت کرو۔ علی علیہ السّلام نے کہا "اگر نکنم چہ خواہی کرد"؟ اگر نہ کروں تو تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا "سر ترا بر میدارم"۔ میں تیرا سر اڑا دوں گا۔ علی علیہ السّلام نے رو بآسمان کیا اور کہا خداوندا! گواہ رہنا، اور بیعت کر لی۔[3]

یونہی احتجاج طبرسی ص ۵۴ میں ہے کہ حضرت زبیرؓ کو عمرؓ اور خالدؓ نے پکڑ کر دبوچ لیا اور ان کے ہاتھ سے تلوار چھین کر توڑ ڈالی اور ان سے جبراً بیعت لی گئی۔ انتہٰی۔ مگر کیا کوئی ذی ہوش آدمی یہ باتیں مان سکتا ہے۔ یہ افسانہ طرازیاں صرف حقیقت کو چھپانے کے لیے ہیں مگر حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ کیا حضرت علیؓ حصولِ حکومت میں اتنے حریص ہو گئے تھے کہ سیّدہ فاطمہؓ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حسنین کو ساتھ لے کر گھر گھر ووٹ مانگتے پھرے۔ سیّدہ فاطمہؓ

---

[1] تحفہ جعفریہ ۲۴۵/۱ [2] حملہ حیدری ص ۲۸۲ (تحفہ جعفریہ ۲۵۴/۱)

[3] حق الیقین باب ۵ ص ۱۱۵ (تحفہ جعفریہ ۲۵۰/۱)

تو وہ ہیں جنھوں نے اپنا جنازہ رات کو اٹھائے جانے کی وصیت کی تھی تاکہ ان
کی میت بھی لوگوں کی نظروں میں نہ آئے ۔ [۱]

کیا حضرت عمر رضہ کے یہ الفاظ ہو سکتے ہیں کہ اے فاطمہ رضہ! تیرا گھر جلانا اس
دین کی بہتر سزا اور بدلہ ہے جسے تیرا باپ لایا تھا جبکہ حضرت علی رضہ یہ تمنا کرتے تھے
کہ اے کاش مجھے بھی حضرت عمر رضہ کے اعمال نامہ جیسا اعمال نامہ نصیب ہو جائے ۔ [۲]
اور کیا حضرت علی رضہ اتنے بزدل تھے کہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر انھیں ....
(معاذ اللہ) گھسیٹ کر لایا گیا اور ان سے بیعت لی گئی ۔ آخر شیعہ لوگ حضرت علی رضہ
اور سیدہ فاطمہ رضہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو اس ناگفتہ بہ حالت میں لوگوں کے
سامنے لاکر کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں جبکہ اہلِ سنت کا یہ اعتقاد ہے ؎

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

## تصویر کا دوسرا رُخ

### قوت و شانِ علی رضہ کے متعلق اہلِ تشیع کا مبالغہ اور مضحکہ خیز لاف زنی

۱ـ علی بن ابراہیم کہتا ہے میں ... ایک بار عمر بن خطاب رضہ کے ساتھ کہیں جا رہا
تھا اچانک ان کا چہرہ زرد پڑ گیا ۔ میں نے کہا کیا ہوا؟ کہنے لگے تم دیکھ نہیں رہے
کہ بہادری و شجاعت کا مجسمہ چلے آ رہا ہے ۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی رضہ تھے ۔ عمر رضہ

[۱] (تحفہ جعفریہ ۲۵۰/۱)
[۲] معانی الاخبار (شیخ صدوق) ص ۴۱۲



کہنے لگے ۔ جنگِ احد میں جب ہم بھاگ کھڑے ہوئے تو علی مرتضیٰ رضہ نے ہم پر پلٹ کر
دھاوا بول دیا ۔ مجھے اس وقت یقین ہو گیا کہ علی رضہ ہماری جان لے لیں گے ۔ میں نے
معذرت کی تو آپ نے ہمیں معاف کر دیا ۔ بس اس دن سے لے کر میرے دل میں ان
کا ایسا خوف بیٹھا ہے کہ انھیں دیکھ کر ہی ڈر کے مارے پیچھے ہٹ جاتا ہوں ۔ [۱]

۲ـ ایک روز نماز فجر میں حضرت علی رضہ براہِ تقیہ ابوبکر رضہ کے پیچھے کھڑے تھے
خالد بن ولید تلوار حمائل کیے ساتھ کھڑا ہو گیا ۔ آخری تشہد میں ابوبکر رضہ نے بہت
دیر لگائی قریب تھا کہ سورج نکل آئے ۔ ابوبکر رضہ نے بلند آواز سے کہا ۔ اے خالد
میں نے جو تمھیں حکم دیا وہ نہ کرنا ۔ اور یہ کہہ کر سلام پھیر دیا ۔ حضرت علی رضہ نے
خالد سے پوچھا ۔ ابوبکر رضہ نے تجھے کیا کہا تھا؟ کہا تمھارے قتل کا حکم دیا تھا حضرت
علی رضہ نے یہ سن کر خالد کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا ۔ بیچارے کی نجاست نکل گئی ۔
اور کپڑے خراب ہو گئے ، یوں ہاتھ پاؤں مارتا تھا کہ ابھی جان نکل جائے گی ۔
اس وقت حضرت علی رضہ اتنے غصے میں تھے جس پر نگاہِ قہر آلود ڈالتے وہ بھاگ
کھڑا ہوتا ۔ ابوبکر رضہ نے عمر رضہ سے کہا یہ سب تیری نحس رائے کا نتیجہ ہے آخر عباس رضہ
آئے اور آپ کو سمجھا کر لے گئے اور آپ کا غصہ فرو کیا ۔ [۲]

۳ـ اس رسوائی کا بدلہ لینے کے لیے ایک بار خالد بن ولید نے حضرت
علی رضہ پر چھپ کر گُرز سے وار کرنا چاہا آپ نے خالد کو گردن سے پکڑ لیا ۔ اور
ایک آہنی سلاخ کو اس کے گلے میں یوں لپیٹ دیا جیسے وہ جوتی کا تسمہ ہو ۔
ابوبکر رضہ نے بہت سے آہن گروں کو بلایا مگر کسی سے وہ سلاخ کا کڑا خالد کی
گردن سے جدا نہ ہو سکا ۔ آخر حضرت علی رضہ سے معافی مانگی گئی تو آپ نے اپنے

[۱] حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۶۱ (تحفہ جعفریہ ۲۵۹/۱)
[۲] تہذیب المتین جلد ۱ ص ۳۲۹ (تحفہ جعفریہ ۲۶۲/۱)

دستِ کرامت سے وہ لوہا ایک ایک ٹکڑا کر کے الگ کر دیا۔[۱]

۴ حضرت علیؓ نے جب خیبر میں مرحب کے دو ٹکڑے کر دیئے تو آپ کی تلوار اس کے گھوڑے کو دو لخت کرتے ہوئے زمین پر گری اور زمین میں دھنستی چلی گئی۔ اللہ نے جبریل سے کہا بھاگ کر جاؤ علیؓ کی تلوار تھام لو ورنہ ساری زمین زیر و زبر ہو جائے گی۔ جبریل کہتے ہیں میں بھاگ کر آیا اور تلوار اپنے پروں پر روک لی مگر میرے پروں پر اس کا اتنا بوجھ پڑا کہ قوم لوط کی سات بستیاں اٹھاتے ہوئے بھی وہ بوجھ محسوس نہ ہوا تھا۔

پھر جب آپ نے درِ خیبر کو جنبش دی تو اس وقت خدا بھی غضب میں آگیا، ساتوں آسمان خوف سے لرزنے لگے، فرشتے مارے خوف کے چہروں کے بل گر پڑے۔[۲]

۵ ایک دن عمرؓ نے حضرت علیؓ کے شیعوں کے خلاف کچھ باتیں کیں۔ حضرت علیؓ کو غصہ آگیا آپ نے اپنی کمان زمین پر پھینکی تو وہ اژدھا بن گئی۔ وہ اژدھا اونٹ کی طرح منہ کھولے عمرؓ پر چڑھ دوڑا۔ عمرؓ نے چیخنا چلّانا شروع کر دیا۔ اور اللہ سے فریاد کرنے اور دہائی دینے لگا اور بہت منت و سماجت کی۔ آخر آپ کو رحم آگیا آپ نے اژدھا کو پکڑ لیا تو وہ پھر کمان تھی۔[۳]

۶ حضرت علیؓ نے اللہ سے دعا کی "مولا لوگوں کو اپنی نشانیاں دکھا"! چنانچہ جب لوگ گھروں میں جا کر اپنے لباس اتارنے لگے تو لباس بھاری ہو گئے اور ان میں سے آواز آئی جب تک تم ولایت و خلافتِ علیؓ نہ مانو گے ہم نہیں اتریں گے۔ جب وہ کھانا کھانے لگے تو وہ ان کے منہ میں جا کر پتھر ہو گیا۔ اور اس میں سے

[۱] تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین ص ۲۳۱ جلد ۱ [۲] انوار نعمانیہ جلد اوّل ص ۵۶۔
[۳] کتاب الخرائج ص ۲۰ (تحفہ جعفریہ ۲۶۹/۱)



بھی یہی آواز آئی۔ پھر جب وہ پاخانہ و پیشاب کے لیے بیٹھے تو ان کی دبروں اور آلہ ہائے تناسل میں سے آواز آئی کہ جب تک تم ولایتِ علیؓ نہیں مانتے خلاصی نہیں ہو گی اس وقت سب نے ولایتِ علیؓ کا اقرار کیا۔[۱]

۷ آپ نے جنگِ صفین سے واپسی پر راستے میں کسی جگہ فرشتوں کو حکم دیا کہ معاویہ، عمر بن خطاب اور یزید کو میرے سامنے پیش کرو۔ پل بھر میں یہ تینوں آپ کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا لوگو! میں چاہوں تو انھیں ابھی قتل کر دوں مگر میں نے انھیں خود ہی چھوڑ رکھا ہے۔[۲]

۸ ایک بار بچپن میں جبرئیل امین آپ کو اٹھا کر جنگل میں لے گئے وہاں جبرئیل نے میکائیل اور اسرافیل اور دیگر ملائکہ پر لواء الحمد کا سایہ کیا۔ اور دس نبیوں اور دس وصیوں کے ساتھ آپ کو تولا آپ کا وزن بھاری رہا۔ جبرئیل نے کہا فرشتو! رہنے دو۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اگر تم خدا کی ساری خدائی بھی دوسرے پلے میں رکھو گے تو یہ سب سے بھاری ہی رہیں گے۔ وہاں حضرت علیؓ سو گئے۔ فرشتے چلے گئے جب آپ خوابِ راحت سے بیدار ہوئے تو جانورانِ وحشی آپ کے گرد حلقہ زن تھے۔ ایک شیر جو عظیم الخلقت اور جنگل کا سردار تھا اپنا سر آپ کے قدموں سے ملنے لگا اور عرض کیا کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں۔ آپ اس پر سوار ہو کر شہر مکہ میں واپس آئے۔ تمام جانورانِ صحرائی آپ کے پیچھے قطار اندر قطار آ رہے تھے۔ فرشتے یمین و یسار میں تسبیح و تہلیل خواں تھے۔ حورانِ بہشت غرفوں سے سر نکالے محوِ نظارہ تھیں۔ درختانِ جنت جھومنے لگے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر شہر میں زلزلہ بپا ہو گیا۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر

[۱] آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۵۵۶ (تحفہ جعفریہ ۲۷۱/۱)
[۲] آثار حیدری ص ۱۴۵ (تحفہ جعفریہ ۲۷۴/۱)

آپ کو شیر سے نہ اتارتے تو قریب تھا کہ شیر الٹ جاتا۔[1]

**لمحہ فکریہ!** ایک طرف تو شیعوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوت و طاقت اتنی بڑھائی ہے کہ انسانی عقل اسے دیکھ کر ماتھا پیٹ لیتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھتے تو دہشت سے ان کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ خالد بن ولید کو آپ نے یوں زمین پر پٹخا کہ ان کی نجاست نکل گئی۔ اگر روزِ خیبر جبرئیل آپ کی تلوار نہ تھامتے تو زمین زیر و زبر ہو جاتی۔ آپ نے کمان کو اژدھا بنا کر عمر پہ مسلط کر دیا۔ معاویہ، عمر اور یزید کو فرشتے آپ کے حکم پر اٹھا کر لے آئے۔ اگر یہ باتیں درست ہیں تو پھر یہ کیسے ہو گیا کہ عمر اور خالد بن ولید نے آپ کے گلے میں رسی ڈال لی کھینچتے ہوئے لائے اور آپ سے بیعت کروالی یقیناً یہ سب غلط ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوری رغبت اور رضا کے ساتھ خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی اور ڈنکے کی چوٹ پر ان کی خلافت کی صداقت کا پرچار کرتے رہے۔

---

# دوسری بحث

## مطلقاً بارہ ائمہ اہلِ بیت کی "منصوص من اللہ" امامت پر شیعوں کے دلائل اور انکا رد

---

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اہلِ تشیع کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ، زین العابدین، امام باقر، امام جعفر، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، محمد تقی، علی نقی، حسن عسکری اور امام مہدی رضی اللہ عنہم بارہ ائمہ اہلِ بیت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منصوص ائمہ اور خلفاء ہیں انہی کا حق تھا کہ

---

[1] تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین جلد اول ص ۳۲ (تحفہ جعفریہ ۲۷۶/۱)



نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یکے بعد دیگرے زمام حکومت سنبھالتے اور جو ان کے اس حق کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے خواہ وہ صحابی ہو۔ یا آلِ رسول میں سے علوی اور فاطمی سید ہو۔ کچھ شیعی روایات جو اس مفہوم پر مشتمل ہیں پیچھے گذر گئی ہیں اور کچھ مزید حاضر ہیں۔

۱۔ امام جعفر کہتے ہیں و یوم القیٰمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ الخ یعنی اے نبی روزِ حشر آپ انھیں دیکھیں گے جنھوں نے اللہ پر بہتان باندھا الخ (پارہ ۲۴ رکوع ۳) اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو خود کو امام کہے جب کہ وہ امام نہ ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا چاہے وہ فاطمی اور علوی ہو۔ آپ نے کہا وَاِنْ کَانَ فَاطِمِیًّا وَعَلَوِیًّا چاہے وہ فاطمی اور علوی ہو۔[1]

۲۔ اسی مفہوم کی ایک اور روایت امام باقر سے اصول کافی ص ۲۳۵ پر بھی ہے۔

۳۔ شیعوں کے ہاں عظیم ترین علمی شخصیت شیخ صدوق قمی تمام دنیائے شیعیت کی وکالت کرتے ہوئے کہتا ہے واعتقادنا فیمن اقر بامیر المؤمنین و انکر واحدا من بعدہ من الائمۃ انہ بمنزلۃ من اقر بجمیع الانبیاء وانکر نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال الصادق علیہ السلام المنکر للاخر کالمنکر لاولنا یعنی جو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت تو مانتے مگر آپ کے بعد والے ائمہ میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو ہمارے اعتقاد کے مطابق وہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انبیاء کو تسلیم کیا مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر دیا۔ اور امام جعفر کا قول ہے، ہم ائمہ میں سے آخری امام کا منکر ہم میں سے پہلے امام (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے منکر جیسا ہے۔[2]

---

[1] اصول کافی ص ۲۳۶ طبع قدیم (عقائد جعفریہ ۳۶/۲)

[2] اعتقادات شیخ صدوق ص ۱۲۸ باب ۳۸ (عقائد جعفریہ ۳۷/۲)

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک خلافت و امارت سنبھالنے کے لیے ہر دور میں کسی نہ کسی امام کا ہونا ضروری تھا جو منصوص من اللہ بھی ہو اور معصوم عن الخطاء بھی اور بارہ اماموں کی امامت و خلافت پر اللہ اور اس کے رسول نے نص کر دی تھی۔ تیرہواں کوئی شخص آ نہیں سکتا تھا اس لیے اللہ نے بارہویں امام یعنی امام مہدی کو طویل ترین زندگی عطا فرما دی جو صدیوں پر محیط ہے۔ وہ آج بھی زندہ ہیں اور جب اللہ کو منظور ہو گا وہ ظاہر ہو جائیں گے اس وقت وہ غائب ہیں[۱]

اب آئیے! دیکھیں ان بارہ اماموں کی منصوص من اللہ امامت پر شیعوں کے ہاں کیا نصوص ہیں۔ تو لیجئے جو کچھ ہمیں ان کے دلائل ملے وہ حاضر ہیں۔

## آیاتِ قرآن سے بارہ ائمہ کی امامت پر شیعی دلائل اور ان کا رد

**پہلی آیت** آیتِ استخلاف اس سلسلہ میں شیعوں کی سب سے بڑی دلیل ہے جسے ہم پہلی بحث میں حضرت علیؓ کی خلافتِ بلافصل کے شیعی دلائل کے ضمن میں لکھ آئے ہیں اور ان کے استدلال کا کافی و وافی رد بھی وہاں گذر چکا ہے۔

**دوسری آیت** وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ الخ (پارہ ۷ رکوع ۱۶) اس کی مکمل بحث بھی پچھلی بحث میں گذر چکی ہے کہ اس کا نبوت سے تعلق ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہو چکی ہے۔

**تیسری آیت** قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ (پارہ ۲۵ رکوع ۴) یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں میں تم سے اس تبلیغ و ارشاد پر کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے رشتہ داری کی محبت کے۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے نزول

[۱] حدیقۃ الشیعہ ص۲۷۳ (عقائد جعفریہ ۱۳۱/۲) للہ ۵ (زیادت)



پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وہ کون سے قریبی رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر لازم کی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ وَلَدَاهُمَا یعنی علیؓ، فاطمہؓ اور اس کے دونوں بیٹے (حسن و حسین رضی اللہ عنہما)

قرآن کی نصِ قطعی کی رو سے حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی محبت واجب ٹھہری جبکہ کسی اور صحابی کی محبت اس طرح واجب نہیں قرار دی گئی۔ تو یقیناً یہ سب سے افضل ٹھہرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی و خلافت کے حقدار بھی یکے بعد دیگرے صرف یہی اور ان کی اولاد ہے اور یہی ہم اہلِ تشیع کا عقیدہ ہے۔

**جواب** ۱۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ بارہ ائمہ کی خلافت منصوص من اللہ ہے اور اصولِ دین میں سے ہے۔ اس کا منکر اسی طرح ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی نبوت کا منکر ہے مگر دلیل اس قدر کمزور کہ امام سیوطی اس روایت کو یوں لائے ہیں۔ اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویۃ بسند ضعیف یعنی اسے ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے[۱]

۲۔ سورہ شوریٰ جس میں یہ آیتِ مذکورہ ہے مکمل مکی سورت ہے اس وقت نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت کی شادی ہوئی تھی اور نہ آپ کے دونوں بیٹے تھے ایسے میں مذکورہ روایت بے حد مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ آیتِ مذکورہ کے تحت بخاری شریف کتاب التفسیر میں جو روایت ہے وہ سب سے قوی تر اور بے حد بلیغ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ——
لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْهِمْ قَرَابَةٌ فَقَالَ اِلَّا اَنْ تَصِلُوْا مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ مِّنَ الْقَرَابَةِ۔ یعنی قریش کا کوئی ایسا قبیلہ نہ تھا جس میں نبی

[۱] درمنثور جلد ۶ ص۶ سورہ شوریٰ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری نہ تھی اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛ اے قریش میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت داری ہے اسی کا کچھ لحاظ کرو (میں تم سے اور کچھ نہیں مانگتا) [۱]

ابن عباس رض ہی سے ابن ابی حاتم اور ابنِ مردویہ نے یہ روایت کی ہے کہ مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت ایذاء دیتے تھے۔ تو اللہ نے آپ سے فرمایا کہ لوگوں سے کہیں۔ میں تم سے اپنی دعوت کے بدلے میں اور کچھ نہیں مانگتا اِلَّا الْحِفْظَ لِیْ فِیْ قَرَابَتِیْ فِیْکُمْ۔ یعنی سوائے اس کے کہ تم میں جو میری رشتہ داری ہے اس کی تو کچھ نگہداری کرو ـــــ پھر جب آپ، ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے تو اللہ نے آپ کو دیگر انبیاء کے ساتھ ملا دیا اور فرمایا قُلْ مَا سَئَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَکُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ پارہ ۲۲ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں! میں تم سے جو اجر مانگو وہ تم اپنے ہی پاس رکھو۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے (پارہ ۔ رکوع ۔) [۲]

۶ کیا یہ ضروری ہے کہ جس کی محبت ضروری ہو وہ صاحبِ خلافت و ریاست اور خلیفہ و امام بھی ہو؟ اگر ایسا ہے تو پھر شیخ صدوق کے ان الفاظ پر غور کریں ـــ اِنَّ الْاِمَامِیَّةَ اَجْمَعُوْا عَلٰی وُجُوْبِ مَحَبَّةِ الْعَلَوِیَّةِ۔ یعنی تمام امامیہ (اہل تشیع) علویوں کی محبت کے وجوب پر متفق ہیں (علوی وہ لوگ ہیں جو سیدہ فاطمہ رض کے سوا دوسری بیویوں سے حضرت علی رض کی اولاد ہیں) [۳]

اس بنیاد پر تو علوی بھی امامت کے دعویدار ہو جائیں گے اور کھیل بگڑ جائے گا علوی بارہ ائمہ کی خلافت و امامت کا انکار کر کے کافر بھی ٹھہرتے ہیں (جیسا کہ آگے

[۱] بخاری شریف جلد ۲ صـ ۷۱۳ کتاب التفسیر [۲] درمنثور جلد ۶ صـ ۷ سورہ شوریٰ

[۳] اعتقادات صدوق صـ



آ رہا ہے) اور واجب المحبت ہونے کے اعتبار سے مستحقِ امامت بھی۔ یہ طرفہ تماشا کیا ہے؟

۵ یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے صرف حضرت علی رض سیدہ فاطمہ رض اور ان کی اولاد ہی کی محبت ضروری قرار دی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی محبت ضروری قرار دی ہے پھر مہاجرین کی محبت پر الگ زور دیا ہے اور انصار کی محبت پر الگ اہلِ تشیع اور اہلِ سنت دونوں کی کتابیں ایسی روایات سے بھری پڑی ہیں [۱] اس لیے اہلِ تشیع کی یہ دلیل کسی ایک پہلو سے بھی درست نہیں قرار پاتی۔

## احادیثِ نبویہ سے بارہ ائمہ کی امامت پر شیعی دلائل اور ان کا رد

**پہلی حدیث** اہلِ سنت کی معتبر کتاب۔ ینابیع المودہ مؤلفہ حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی حاضر ہوا اس نے آپ سے سوال کیا ہر نبی کا وصی ہوتا ہے ہمارے نبی حضرت موسیٰ ؑ نے بھی یوشع بن نون علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا تھا آپ کا وصی کون ہے؟ (یعنی آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟) آپ نے فرمایا ان وصیی علی بن ابی طالب وبعدہ سبطی الحسن والحسین تتلوہ تسعۃ ائمۃ من صلب الحسین یعنی میرا وصی علی بن ابی طالب ہے۔ اس کے بعد میرے دو نواسے حسن اور حسین میرے وصی ہوں گے اور حسین کے بعد اس کی اولاد میں سے نو ۹ امام آئیں گے،

آگے یہ لکھا ہے کہ اس یہودی نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان نو ۹ اماموں

[۱] آگے ہم صحابہ کے فضائل پر مستقل باب لا رہے ہیں۔

کے نام تبلائیے! آپ نے فرمایا حسین کے بعد اس کا بیٹا علی (زین العابدین)، علی کے بعد اس کا بیٹا محمد (امام باقر)، محمد کے بعد اس کا بیٹا جعفر (امام جعفر صادق) جعفر کے بعد اس کا بیٹا موسیٰ (کاظم) موسیٰ کے بعد اس کا بیٹا علی رضا، علی رضا کے بعد اس کا بیٹا محمد (امام تقی) محمد کے بعد اس کا بیٹا علی (امام نقی)، علی کے بعد اس کا بیٹا حسن (امام حسن عسکری) اور حسن کے بعد اس کا بیٹا محمد مہدی الحجۃ، وصی ہوگا۔ تو یہ بارہ ہیں انتہیٰ۔ [۱]

یہ حدیث اہل سنت کے ایک معتبر اور جید عالم نے بیان کی ہے اس میں بارہ ائمہ اہل بیت میں سے ایک ایک کا نام لے کر اس کی امامت بیان کی گئی ہے اب بھی اگر اہل سنت نہ مانیں تو یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے۔

**جواب**

۱۔ ینابیع المودۃ کتاب پر اس کے مصنف کا سن وفات ۱۲۹۴ھ لکھا ہے گویا یہ شخص سلیمان بن ابراہیم اہل سنت کے اسلاف محققین میں سے نہیں بلکہ ہمارے قریب ترین دور کا کوئی آدمی ہے جس کے متعلق اہل سنت کی کتب رجال خاموش ہیں اور محققین پر اس کی ثقاہت و عدالت واضح نہیں ہو سکی۔ اور ایسے انجان اور مجہول شخص کی روایت کا سہارا لے کر شیعہ اپنے مذہب کا اصول اساسی ثابت کر رہے ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے؟

۲۔ یہ سلیمان بن ابراہیم کتاب میں جا بجا ائمہ اہل بیت کو المعصوم کہہ کر یاد کرتا ہے حالانکہ اہل سنت کے اجماعی فیصلے کے مطابق انبیاء کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں۔ ائمہ اہل بیت کا معصوم ہونا اہل تشیع کا اساسی عقیدہ ہے۔ یہ امر اس شخص سلیمان کے شیعہ ہونے پر دال ہے۔ پھر اس کتاب ینابیع المودۃ کے متعلق حال ہی میں چھپنے والی ایک شیعی کتاب سے اصل حقیقت سامنے آئی ہے شیعوں کے

[۱] ینابیع المودۃ باب ۷۶ ص ۴۴۱



مشہور محقق آقائے بزرگ نے تمام سابقہ ادوار میں شیعی علماء کی تحریر کردہ کتب کا اپنی کتاب "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" میں احاطہ کیا ہے یہ کتاب ۲۵ جلدوں پر محیط ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے ــــ یَنَابِیْعُ الْمُوَدَّۃِ یُعَدُّ مِنْ کُتُبِ الشِّیْعَۃِ ــ یعنی ینابیع المودہ اہل تشیع کی کتب میں شمار ہوتی ہے [۱]

یہ شواہد سلیمان مذکور کے شیعہ ہونے پر کافی ہیں۔

۳۔ ینابیع المودہ میں یہ حدیث فرائد السمطین سے لی گئی ہے۔ جب ہم نے فرائد السمطین دیکھی تو وہاں اس حدیث کی سند یوں تھی۔

قال ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی قال اخبرنی ابوالمفضل محمد عن احمد بن مطرف ــ ــــ الخ

یعنی اس کا پہلا راوی محمد بن علی بن بابویہ قمی ہے اور یہ شخص علماء شیعہ کا رئیس اعظم اور شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہ کا مصنف ہے اسے شیخ صدوق بھی کہتے ہیں۔ اب کیا شک رہ گیا ہے کہ یہ روایت شیعوں کی حدیث ساز فیکٹری کا تیار کردہ یعنی (MADE IN IRAN) ایرانی مال ہے اہل سنت کے ہاں اس کی جَو برابر بھی قیمت نہیں۔

خود فرائد السمطین شیعوں کی معتبر کتاب ہے اور اس میں مصنف ائمہ اہل بیت کو جا بجا معصوم کہہ کر پکارتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رہے کہ یہ ینابیع المودہ خود شیعوں نے قم سے طبع کر کے شائع کی ہے ایسی کتاب سے ایسی حدیث لے کر شیعوں نے دلیل بنائی ہے، زہے نصیب

**دوسری حدیث ۲**

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں اپنے دادا کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر

[۱] الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد ۲۵ ص ۲۹۰

ہوا۔ میں نے سنا آپ یہ فرما رہے تھے اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا یَنْقَضِیْ حَتّٰی یَمْضِیَ فِیْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً ۔ یعنی یہ معاملہ (دین کا قیام و غلبہ) اسی طرح قائم رہے گا تا آنکہ اس میں بارہ خلفاء گذر جائیں گے — حضرت جابر کہتے ہیں پھر آپ نے کچھ مزید فرمایا جو میں سن نہ سکا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا۔ انھوں نے بتلایا، "وہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے۔"

یہ حدیث مسلم شریف جلد دوم ص ۱۱۹ میں ہے، بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۷۲ میں بھی ہے مگر "خلیفۃً" کی جگہ "اَمِیْرًا" ہے کہ بارہ امراء آئیں گے یونہی ابوداؤد شریف جلد دوم ص ۲۳۲ کتاب المہدی میں بھی یہ حدیث دیکھی جاسکتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کردہ بارہ خلفاء بارہ ائمہ اہلِ بیت کے سوا اور کوئی نہیں ہیں۔ یہی وہ بارہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو اس امت میں اسوۂ رسول کا نمونۂ کامل بن کر یکے بعد دیگرے تشریف لائے اور امامت کا حق ادا کیا۔

**جواب** ۱ یہ حدیث سُنی شیعہ دونوں کی کتابوں میں مختلف الفاظ سے آئی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ آپ کے بعد اس وقت تک دین غالب اور کفر مغلوب رہے گا جب تک کہ مسلمانوں میں یکے بعد دیگرے بارہ حکمران گذر نہیں جاتے۔ شیعوں کے شیخ صدوق نے یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف اسناد سے بیان کی ہے چنانچہ اس کی روایت یہ ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ مُسْتَقِیْمًا اَمْرُهَا ظَاهِرَةً عَلٰی عَدُوِّهَا حَتّٰی یَمْضِیَ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ ۔ یعنی اس امت کا نظام مستحکم رہے گا اور یہ اپنے دشمن (کفار) پر غالب رہے گی تا آنکہ بارہ خلفاء گذر جائیں گے۔ وہ سب قریش سے ہوں گے دوسری روایت میں اس نے اِثْنَا عَشَرَ مَلِكًا لکھا ہے:



یعنی بارہ بادشاہ آئیں گے اور تیسری روایت میں وہ اِثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا کے الفاظ لایا ہے یعنی بارہ حکمران آئیں گے[۱]

پھر ان بارہ حکمرانوں جن کے دور کے گزرنے تک اسلام کے غالب رہنے کی پیش گوئی فرمائی گئی ہے۔ کی علامت حدیث میں یہ آئی ہے کہ ان پر پوری امتِ مسلمہ کا اتفاق ہوگا چنانچہ ابوداؤد شریف میں اثنا عشر خلیفۃً کے بعد یہ لکھا ہے تَجْتَمِعُ عَلَیْهِ الْاُمَّةُ — یعنی ان بارہ خلفاء پر امت کا اتفاق ہوگا اور محمد رضی الرضوی شیعہ نے بھی اس مضمون کی حدیث نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَفَعَهٗ قَالَ لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی یَكُوْنَ عَلَیْكُمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَیْهِ الْاُمَّةُ۔ یعنی حضرت جابر بن سمرہ سے مرفوع روایت ہے کہ یہ دین قائم رہے گا تا آنکہ تم پر بارہ خلفاء آجائیں ان میں سے ہر ایک پر ساری امت متفق ہوگی۔[۲]

یعنی پیشگوئی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یکے بعد دیگرے بارہ حکمران ایسے آئیں گے جن کے دور میں تمام مسلمانوں کی ایک حکومت ہوگی۔ ایک حاکم اور ایک جھنڈا ہوگا اور جب تک ایسا رہے گا دین غالب رہے گا کفار مغلوب رہیں گے اس کے بعد مملکتِ اسلامیہ پارہ پارہ ہو جائے گی۔ الگ حکومتیں وجود میں آجائیں گی اور غلبۂ دین کا تسلسل منقطع ہو جائے گا چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس پیشگوئی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی بارہ خلفاء کے زمانے تک اطمینان و سکون رہا پھر ولید بن یزید کے دور سے

---

۱ یہ تمام روایات خصائل شیخ صدوق ص ۲۳۸ تا ص ۲۴۲ میں پھیلی ہوئی ہیں (عقائد جعفریہ ۲/۳۵۳)
۲ لماذا نحن شیعہ جلد اول ص ۱۷۴

اضطراب شروع ہو گیا۔ شیخ الاسلام ابن حجر فرماتے ہیں قاضی عیاض کا قول بہت خوب ہے اس لیے کہ امت کے خلفاء پر اتفاق سے امت کا ان کی بیعت کرنا اور ان کا مطیع رہنا مراد ہے۔ چنانچہ چاروں خلفاء راشدین کی خلافت پر بالاتفاق بیعت کی جاتی رہی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں صفین کا واقعۂ ہائلہ پیش آیا مگر امام حسن رضی اللہ عنہ کے دستِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیعت کر لینے سے امت پھر ایک حاکم پر متفق ہو گئی اس کے بعد لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت پر اتفاق کیا بعد ازاں۔۔ عبد الملک بن مروان کی خلافت پر اجماع ہوا۔ پھر اس کے چاروں بیٹوں ولید، سلیمان، یزید اور ہشام کی خلافتیں متفق علیہ تھیں پھر ولید بن یزید بن عبد الملک مسلمانوں کا متفق علیہ حکمران تھا۔ یہ تھے وہ بارہ خلفاء۔

اس کے بعد کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا امویوں کی آپس میں پھوٹ پڑی تو عباسی غالب آ گئے مگر عباسیوں کے ہاتھ سے مغربی علاقے نکل گئے تھے اندلس پر امویوں نے قبضہ کر لیا اور یوں وحدتِ اسلامیہ پارہ پارہ ہو گئی"۔[1]

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آج بھی مسلمانوں کی پستی کا سبب ان کا سیاسی اعتبار سے ایک مرکز پر متفق نہ ہونا ہے۔ مراکش سے لے کر پاکستان تک تمام اسلامی ممالک کی سرحدیں ساتھ ساتھ ہیں اگر وہ امریکہ کی ریاست ہائے متحدہ کی طرز پر اپنا ایک حاکم ایک فوج اور ایک جھنڈا بنا لیں تو دنیا کی سب سے بڑی طاقت مسلمان ہیں۔ اے کاش کہ مسلمان اس ارشادِ نبوی سے سبق حاصل کر لیں۔

تو قارئین پر حدیث کا مفہوم واضح ہو چکا ہوگا۔ اس حدیث کا بارہ ائمہ اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی تعلق نہیں۔ چند وجوہ سے ۱۔ ان میں سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکومت ملی ہے یا چند ماہ کے لیے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ زمام

[1] تاریخ الخلفاء ص۱۱ فصل مدۃ الخلافۃ فی الاسلام



حکومت آئی تھی اور کسی کو خلافت ملی ہی نہیں مسلمانوں کا اتفاق تو بعد کی بات ہے جبکہ حدیث میں بارہ "حکمرانوں" کی پیشنگوئی ہے۔ خود شیعی روایات کے مطابق اِثْنَا عَشَرَ اَمِیْرًا اور اِثْنَا عَشَرَ مَلِکًا کے الفاظ ابھی پیچھے گذر چکے ہیں کہ وہ بارہ خلفاء حکمران اور صاحبِ مملکت ہوں گے۔ ۲۔ اگر حدیث سے بارہ ائمہ اہلِ بیت مراد ہوتے تو پھر كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ (کہ وہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے) کے بجائے كُلُّهُمْ مِنْ بَنِيْ فَاطِمَةَ یا كُلُّهُمْ مِنْ صُلْبِيْ۔ کہا جاتا کہ وہ سب بنی فاطمہ سے یا میری صلب سے ہوں گے اس لیے کہ لفظ قریش تو اولادِ رسول سے بڑھ کر تمام بنو ہاشم اور بنو ہاشم سے بڑھ کر بنو امیہ، بنو تیم اور دیگر تمام شاخ ہائے قریش کو شامل ہے۔

## ایک اعتراض

### سُنیوں نے ائمہ اہلِ بیت کو چھوڑ کر یزید کو امام بنا لیا

مذکورہ حدیث اور اس کی تشریح میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے ایک اعتراض اہلِ تشیع کے ہاتھ آتا ہے وہ کہتے ہیں کہ دیکھو اہلِ سنت کے دعوئ حبِ اہلِ بیت کی قلعی کھل گئی ہے ان کے ہاں امام حسین رضی اللہ عنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی کے مصداق نہیں البتہ یزید جیسا دشمنِ آلِ رسول اس کا مصداق ضرور ہے ہم اس حدیث کا مصداق ائمہ اہلِ بیت کو ٹھہراتے ہیں اور سُنّیوں کے حصّے میں یزید اور دیگر اموی شرابی و زانی حاکم آئے ہیں۔

**جواب** ۱۔ حدیث کے الفاظ ایسے بارہ حکمرانوں کی آمد کی اطلاع دیتے ہیں جن کے دور میں مسلمانوں کی ایک حکومت ہو گی اور اسلام سیاسی اعتبار

سے غالب رہے گا مگر ان کے کردار کے متعلق کچھ وضاحت نہیں کی کہ وہ کیسے ہوں گے۔ عادل ہوں گے یا ظالم، صالح ہوں گے یا فاسق، خود شیعی روایات میں انھیں اُمیرًا یا مَلِکًا کہا گیا ہے اِمَامًا عَادِلًا یا قَائِدًا صَالِحًا نہیں کہا گیا۔[1]

پھر خود شیعی روایات کے مطابق حدیث میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ان موعود خلفاء پر امت متفق ہو گی۔ یعنی ان کی خلافت چاہتے گی اور انھیں حکمران تسلیم کرے گی۔ ائمہ اہل بیت کی مذہبی سیادت و قیادت اور روحانی عظمت و جلالت کے آگے کسی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ وہ اغواثِ وقت اور اقطابِ عالم تھے۔ وہ اولیاءِ کاملین تھے۔ مگر ان سب کو ریاست و امارت نہیں ملی وہ حکمران اور خلفاء نہیں تھے اس لیے اس حدیث کا مصداق نہیں ٹھہرتے۔

۲۔ یزید ایک بدکردار حاکم ضرور تھا مگر وہ اہل سنت کے نزدیک کسی احترام کا مستحق نہیں۔ اگر کوفی لوگ آخر تک سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیتے اور بے وفائی نہ کرتے تو اسلامی تحریک کامیاب ہو جاتی۔ آپ منصبِ خلافت پر متمکن ہو جاتے اور تمام دنیائے اسلام آپ کی بیعت کر لیتی تو یقیناً آپ ہی زیرِ بحث حدیث کا مصداق بنتے اور یہ منصب آپ ہی کے شایانِ شان تھا۔ مگر افسوس کہ شیعانِ کوفہ نے بے وفائی کر کے بات بگاڑ کر رکھ دی۔ بلکہ انھوں نے آپ کو خود بلا کر خود ہی اپنی تلواروں سے شہید بھی کیا۔

## یزید جمہور اہل سنت کے نزدیک فاسق ہے

**امام سیوطیؒ** | اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر لعنت کرے۔ یزید اور ابن زیاد پر لعنت ہو۔ آپ کربلا میں قتل کیے گئے، یہ وہ قصہ کہ قلب جس

[1] خصال شیخ صدوق ص۲۳۸ تا ص۲۴۲ (عقائد جعفریہ ۳۵۳)



کے ذکر کا متحمل نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔[1]

**امام احمد بن حنبلؒ** | وَلَعَلَّ وَجْہُ مَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بِتَکْفِیْرِہٖ لِمَا ثَبَتَ عِنْدَہٗ تَقْرِیْرِہٖ۔ یعنی شاید امام احمد بن حنبلؒ کا یزید کو کافر کہنا اسی لیے ہے کہ آپ کے ہاں اس کی کفریہ گفتار ثابت ہو چکی تھی۔[2]

ابن جوزی نے قاضی ابی یعلیٰ فراء سے روایت کیا ہے اور وہ اپنی کتاب المعتمد فی الاصول میں صالح بن احمد بن حنبلؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ میں نے ایک بار اپنے والد سے یہ پوچھا "لوگ ہمارے متعلق یزید کو اچھا سمجھنے کا گمان رکھتے ہیں یہ کیوں ہے؟" آپ نے فرمایا جو شخص بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید کو اچھا نہیں سمجھ سکتا وَلِمَ لَا یُلْعَنُ مَنْ لَعَنَہُ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ۔ یعنی جس شخص پر خدا لعنت کرے اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے۔[3]

**امام احمد قسطلانی شارح بخاریؒ** | علامہ سعد الدین کے مطابق کئی علماء نے یزید پر لعنت جائز قرار دی ہے۔ ——

لما انہ کفر حین امر بقتل الحسین واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ ورضی بہ —— کیونکہ وہ قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا حکم دینے سے کافر ہو گیا تھا اور جو ایسا کہے اس کے ملعون ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ آگے آپ فرماتے ہیں۔ فنحن لا نتوقف فی شانہ بل ایمانہ۔ یعنی ہم اس کے کردار کے متعلق کچھ توقف نہیں رکھتے۔ ہاں اس کے ایمان کے متعلق ضرور توقف ہے۔[4]

**علامہ ابن کثیرؒ** | وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ یَزِیْدَ کَانَ قَدِ اشْتَھَرَ بِالْمَعَازِفِ

[1] تاریخ الخلفاء ص۲۰۷ (عقائد جعفریہ ۳۴۹) [2] شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص۸۸۔
[3] صواعق محرقہ مصنفہ ابن حجر مکی ص۲۲۲۔ تذکرۂ معاویہ (عقائد جعفریہ ۳۶۷)۔
[4] ارشاد الساری شرح بخاری ص۱۰۴ جلد ۵ باب ما قیل فی قتال الروم

وَشُرْبَ الْخَمْرِ وَالْغِنَآءِ۔ اور یہ روایت کی گئی ہے کہ یزید آلاتِ لہو و لعب، شراب نوشی اور گانے بجانے کا رسیا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ وہ ہر صبح نشے میں دُھت اٹھتا تھا۔ اس نے بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہنا رکھی تھیں۔ جب اس کا کوئی بندر مر جاتا تو اس پر مغموم ہوتا اور اس کی موت بھی ایک بندر کے کاٹنے سے واقع ہوئی۔ [1]

## علّامہ سعد الدین تفتازانیؒ

وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَا یَزِیْدَ بِقَتْلِ الْحُسَیْنِ وَاِسْتِبْشَارَہٗ بِذٰلِكَ وَاِهَانَةَ اَهْلِ بَیْتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاہُ ..... لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اَعْوَانِهٖ۔

اور حق یہ ہے کہ یزید قتلِ حسین رضؓ پر راضی تھا۔ وہ اس پر خوش ہوا، اس نے اہلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی یہ باتیں معناً متواتر ہیں اس پر اور اس کے مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو۔ [2]

## حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلویؒ

یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔

اس بارہ میں توقف ہے کیونکہ روایات متعارض ہیں۔ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ امام حسینؓ کی شہادت سے خوش ہوا تھا۔ اور اس نے اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی تھی۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ اور بعض شافعی فقہا اور دیگر کثیر علماء یزید پر لعنت کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ [3]

## امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

یزید بے دولت از اصحاب نیست،

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۵ تذکرہ یزید بن معاویہ (عقائد جعفریہ ۳۶۷/۲)

[2] شرح عقائد نسفی ص ۱۱۳ (عقائد جعفریہ ۳۷۰/۲)

[3] فتاویٰ عزیزیہ ص ۲۵۲ جلد ۱ (عقائد جعفریہ ۳۷۱/۲)



در بدبختی او کرا سخن است؟ کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند۔ یعنی یزید بے دولت صفِ اصحاب میں شمار نہیں اس کی بدبختی میں کسے کلام ہے؟ جو کام اس بدبخت نے کیا وہ کوئی فرنگی کافر بھی نہیں کر سکتا۔ [1]

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرتِ مجدد کے یہ الفاظ ہیں "یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است" یعنی یزید گروہِ فاسقین میں سے ہے۔ [2]

## شیخ محقق علّامہ عبد الحق محدّث دہلویؒ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسینؓ کے قتل کا حکم نہ دیا تھا اور نہ وہ اس پر خوش ہوا۔ این سخن مردود و باطل است چہ عداوتِ آں بے سعادت با اہلِ بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار وے بقتلِ ایشاں و اذلال و اہانتِ اومر ایشاں را بدرجۂ تواترِ معنوی رسیدہ است۔ یہ قول مردود و باطل ہے۔ کیونکہ اس بے سعادت شخص کی اہلِ بیتِ نبوی سے عداوت ان کے قتل پر اظہارِ مسرت اور اس کا انھیں ذلیل و رسوا کرنا، یہ امور معناً حد تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں۔ [3]

## قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

قاضی صاحب نے یزید کو بلا تردد کافر قرار دیا ہے اور کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ فرماتے ہیں ثم کفر یزید ومن معہ ..... وکفر یزید بدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر یزید اور اس کے ساتھی کافر ہو گئے۔ یزید نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح انکار کیا ....... آگے آپ نے یزید سے منسوب وہ اشعار پیش کیے ہیں جن میں وہ واقعہ کربلا کے بعد کہتا ہے کہ آج میں نے جنگ بدر کا بدلہ

---

[1] مکتوبات شریف جلد ۲ ص ۵۴ [2] مکتوبات جلد ۱ ص ۲۵۱ [3] تکمیل الایمان مصنفہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ص ۹۷ (عقائد جعفریہ ۳۷۳/۲)

لے لیا ہے۔[1]

ان آراء کے علاوہ دور قریب کے علماء جن میں برصغیر سے تعلق رکھنے والے علماء اہلِ حدیث اور علماء دیوبند شامل ہیں یزید کے فاسق ہونے کے متعلق آراء کی تفصیل عقائد جعفریہ جلد دوم ص۳۸۷ تا ص۳۹۷ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں کا فتویٰ بغیۃ الرائد شرح شرح عقائد ص۹۸ میں، مولانا عبدالحی لکھنوی کا مجموعہ الفتاویٰ جلد۱ ص۵۸ میں، مولانا اشرف علی تھانوی کا امداد الفتاویٰ جلد۴ ص۵۴۴ میں، مولانا محمد قاسم نانوتوی کا فیصلہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد۱ ص۲۵۸ میں اور قاری محمد طیب صاحب ناظم دارالعلوم دیوبند کی رائے ان کی کتاب "شہید کربلا اور یزید"، ص۱۵۲ تا ص۱۵۳ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ احکام شریعت ص۱۵۲ میں اور مولانا امجد علی کا فتویٰ بہار شریعت حصہ اوّل ص۵۵ میں حقیقت سے خوب نقاب کشائی کرتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اہلِ سنت کی غالب اکثریت یزید کو فاسق و فاجر سمجھتی ہے مگر کافر نہیں جبکہ امام احمد بن حنبل اور ان کی پیروی میں متعدد ائمہ نے اسے کافر بھی کہا ہے۔ تبہ چلا یزید کی تکفیر میں تو اہلِ سنت کو کلام ہے مگر اس کی تفسیق و تفجیر میں کوئی کلام نہیں۔ اس کی بدکرداریاں حد سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اس کے دورِ نامبارک میں واقعہ حرّہ پیش آیا۔ اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی۔ اس نے مسلم بن عقبہ کی سرپرستی میں لشکر بھیجا چنانچہ اہلِ مدینہ سے لڑائی ہوئی۔ صحابہ کرام مہاجرین و انصار صحابہ اور تابعینِ عظام میں سے سترہ سو افراد شہید کیے گئے۔ دس ہزار عوام الناس قتل ہوئے۔ سات سو حفاظِ قرآن کو قتل کیا گیا۔

[1] تفسیر مظہری جلد۵ ص۲۱



مسجد نبوی میں خچر باندھے گئے ایک ہزار عورتوں نے زنا کے بچے جنے پھر اہلِ مکہ نے بغاوت کی تو مکہ پر چڑھائی کر دی گئی حرم کعبہ میں آگ لگی۔ کعبۃ اللہ کا غلاف جل گیا اور بے شمار لوگ شہید ہو گئے تفصیل کے لیے البدایہ والنہایہ جلد۸ ص۲۲۲ تا ص۲۲۳، تاریخ ابن اثیر جلد۴ ص۱۰۲ تا ص۱۰۴، جذب القلوب ص۶۵ تا ص۶۹ سے دیکھی جاسکتی ہیں یا پھر عقائد جعفریہ جلد۲ ص۳۹۸ تا ص۴۱۶ ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یزید کو تمام اہلِ سنت لعنتی اور فاسق قرار دیتے ہیں اور بارہ خلفاء والی حدیث میں اس کا مصداق بننا کسی اور مفہوم میں ہے۔ مگر آئیے دیکھئے کہ شیعہ علماء یزید کی کس طرح تعریف کر رہے ہیں۔

## یزید اہلِ تشیع علماء کی نظر میں !

**شیعی مؤرخ ابومخنف** وَضَعَهٗ فِیْ حُجْرِهٖ وَجَعَلَ يَلْطِمُ عَلٰى خَدِّهٖ وَيَقُوْلُ مَالِيْ وَلِقَتْلِ الْحُسَيْنِ۔

یعنی یزید نے حضرت امام حسینؓ کا سر جھولی میں رکھ لیا اور چہرہ پیٹنے لگا اور وہ کہہ رہا تھا مجھے حسین کے قتل سے کیا تعلق ہے؟[1]

**شیخ مفید** واقعہ کربلا کے بعد جب قافلہ کربلا شام پہنچا اور خانوادۂ نبوت کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو یزید پر رقت طاری ہو گئی اور اس نے کہا اللہ ابن مرجانہ کا برا کرے اگر وہ آپ لوگوں سے کوئی رشتہ داری رکھتا ہوتا تو آپ سے یہ سلوک نہ کرتا۔ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَلَسْنَا بَيْنَ يَدَيْ يَزِيْدَ رَقَّ لَنَا —

[1] مقتل ابی مخنف ص۱۳۹ (عقائد جعفریہ ۲/ ص۴۱۸)

سیدہ فاطمہ بنتِ حسین علیہا السلام فرماتی ہیں جب ہم یزید کے سامنے بیٹھے تو وہ آبدیدہ ہوگیا۔ [1]

**احمد بن داؤد دینوری شیعی مؤرخ** فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ يَزِيْدُ دَمَعَتْ عَيْنَاهُ وَقَالَ وَيْحَكُمْ قَدْ كُنْتُ اَرْضٰى مِنْ طَاعَتِكُمْ بِدُوْنِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتُ مَعَهٗ لَعَفَوْتُ عَنْهُ

جب یزید نے قتلِ امام حسین کی خبر سنی تو رونے لگ گیا اور کہنے لگا اے قاصدو! تمہاری بربادی ہو حسین کے قتل کے بغیر بھی میں تمہاری طاعت پر راضی تھا قسم بخدا اگر میں وہاں ہوتا تو حسین کو معاف کر دیتا اس کے بعد لکھا ہے کہ پھر یزید جب بھی کھانا کھانے بیٹھتا حضرت زین العابدین کو ساتھ بٹھا کر کھلاتا۔ [2]

**مُلا باقر مجلسی** یزید نے امام زین العابدین کو بلایا اور دلجوئی کرتے ہوئے کہا قسم بخدا اگر میں کربلا میں ہوتا تو امام حسین مجھ سے جو مطالبہ کرتے وہ پورا کر دیتا اور ان سے موت کو ہر ممکن دور کرتا۔ وَلَوْ بِهَلَاكِ بَعْضِ وَلَدِيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَضٰى مَا رَاَيْتَ ۔ چاہے مجھے ان پر اپنی اولاد قربان کرنا پڑتی مگر اللہ نے جو فیصلہ کیا وہ تم دیکھ چکے ہو۔ [3]

اس کے بعد یزید نے قافلۂ اہلِ بیت مدینہ روانہ کیا وَجَهَّزَهُمْ بِكُلِّ شَيْءٍ وَلَمْ يَدَعْ لَهُمْ حَاجَةً بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَمَرَ لَهُمْ بِهَا ۔ اور انھیں ہر چیز مہیا کر کے دی اور مدینہ پہنچ کر انھیں جو بھی حاجات پیش آنے والی تھیں وہ سب پوری کر دیں۔ [4]

---

[1] ارشاد شیخ مفید ص۲۴۷ (عقائد جعفریہ ص۴۲۱) [2]

[3] بحار الانوار جلد ۱۰ ص۲۵۵ (عقائد جعفریہ ۴۲۸/۲)

[4] ، ، ، ص۲۵۴ ( ، ۴۲۹/۲ )



**ابو جعفر طوسی شیخ الطائفہ** وہ ابو جعفر جسے اہلِ تشیع نے شیخ الطائفہ کا لقب دیا ہے اور شیعی تعلیمات کی ترویج میں جس کا سب سے زیادہ حصہ ہے لکھتا ہے:۔

جب امام حسین کے لیے واپس جانے کا چارہ رہا نہ کوفہ پہنچنے کا تو آپ نے عمر بن سعد سالارِ لشکرِ یزید سے کہا اِخْتَارُوْا مِنِّيْ اِمَّا الرُّجُوْعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اَقْبَلْتُ مِنْهُ اَوْ اَنْ اَضَعَ يَدِيْ عَلٰى يَدِ يَزِيْدَ فَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ يَرٰى فِيَّ رَاْيَهٗ ۔ میرے یہ مطالبات ہیں یا تو مجھے واپس اُدھر چلے جانے دو جدھر سے میں آیا ہوں اور یا میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا ہوں۔ آخر وہ میرا چچا زاد بھائی ہے میرے بارے میں جو چاہے گا سوچے گا۔ [1]

اب ہم پوچھتے ہیں کہ کہاں ہیں وہ معترضین جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اہلِ بیت کے محب دار صرف شیعہ ہیں سنی تو یزید کے حمائتی ہیں۔ فرمائیے! کیا آپ کے ان بڑے بڑے زعماء کی قلم امام حسین کے حق میں جارہی ہے یا یزید کے؟ سے

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

خلاصہ یہ ہے کہ بارہ خلفاء والی حدیث کا بارہ ائمہ اہلِ بیت کو شیعی منصوص من اللہ امامت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اہلِ سنت نے یزید کو ان موعود بارہ خلفاء میں اگر شامل کیا ہے تو اس کی بنیاد کچھ اور ہے۔ محب یزید ہرگز نہیں۔ یزید اہلِ سنت کے ہاں فاسق و فاجر بادشاہ ہے البتہ شیعوں کے بعض مسلمہ علماء کی تحریرات اس کی حمایت میں ضرور جاتی ہیں۔

---

[1] تلخیص الشافی جلد ۴ ص۱۸۶ (عقائد جعفریہ ۴۳۳/۲)

# تیسری بحث

## بارہ ائمہ اہلِ بیت کرام کے منصوص من اللہ نہ ہونے پر متعدد وجوہ سے دلائل

### پہلی وجہ

### خود ائمہ اہلِ بیت کے اقوال و افعال انکے منصوص من اللہ خلیفہ و امام ہونے کی تردید کرتے ہیں!

ائمہ اہلِ بیت وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی زندگیاں زہد و فقر اور تقویٰ و ورع کا بے مثال نمونہ ہیں۔ ان کی حیاتِ طیبہ کا لمحہ لمحہ یادِ خدا میں گزرا۔ وہ کبھی امارت و ریاست و خلافت و حکومت کے طلبگار نہ رہے۔ البتہ حاکمانِ وقت کی بداعمالیوں پر انھیں تنبیہ ضرور کرتے رہے، مگر اہلِ تشیع بلاسبب انھیں اللہ کی طرف سے مقرر کردہ خلیفہ و امام قرار دیتے ہیں، نہ انھوں نے اپنے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ لوگوں کو اپنی خلافت و امامت تسلیم کرنے کی دعوت دی۔ ذیل میں ہم کتبِ شیعہ ہی سے اس پر شواہد پیش کر رہے ہیں۔

#### حضرات حسنین رضؓ کا امیر معاویہؓ کی بیعت کرنا

حضرت علیؓ اہلِ تشیع کے نزدیک پہلے منصوص من اللہ خلیفہ ہیں مگر ان کے اقوال پہلی فصل میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جس میں حق بین کے لیے وہی کافی ہیں۔ ان کے بعد اہلِ تشیع کے ہاں دوسرے اور تیسرے منصوص من اللہ خلیفہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ ہیں مگر حال یہ ہے کہ وہ مدینہ طیبہ سے خود چل کر صعوبات سفر طے کرتے ہوئے شام پہنچے اور حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر



بیعت کرکے اُن کی خلافت و امامت کا اقرار کیا۔ رجال کشی میں ہے ——

وقدموا الشام فاذن لهم معاوية واعد لهم الخطباء فقال يا حسن قم فبايع فقام فبايع ثم قال للحسين قم فبايع فقام فبايع ——

تو وہ شام پہنچے امیر معاویہ نے انھیں اذنِ باریابی دیا اور ان کے لیے خطباء مقرر کیے چنانچہ اس (خطیب) نے امام حسنؓ سے کہا اٹھیے بیعت کیجئے۔ انھوں نے اٹھ کر بیعت کی پھر اُس نے امام حسینؓ سے بھی کہا کہ اٹھیں اور بیعت کریں تو انھوں نے بھی اُٹھ کر بیعت کر لی —— آگے لکھا ہے کہ ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہؓ بھی تھے۔ انھیں بھی خطیب نے بیعت کرنے کو کہا تو وہ امام حسینؓ کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا اے قیس! اِنَّهٗ اِمَامِیْ یَعْنِی الْحَسَنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ —— یعنی وہ امام حسنؓ میرے امام ہیں جب انھوں نے بیعت کرلی ہے تو اب تمھیں اس پر کیا اعتراض؟ اٹھو اور بیعت کرو۔[1]

صرف یہی نہیں، بیعت کر لینے کے بعد امیر معاویہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو سالانہ وظیفہ کی صورت میں ایک خطیر رقم بھیجتے تھے اور اگر اس رقم کی آمد میں تاخیر ہو جاتی تو انھیں اس کا انتظار ہوتا تھا۔ چنانچہ آگے اس کی تفصیل آئیگی۔

اگر امام حسنؓ اور حسینؓ اللہ کے مقرر کردہ خلیفہ و حاکم تھے تو وہ خود چل کر بیعت کرنے شام کیوں گئے؟

پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک تمام صحابہ بجز تین افراد (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے کیونکہ انھوں نے حضرت علیؓ کو جو کہ حقدارِ خلافت و امامت تھے چھوڑ کر ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کر لی تھی۔ آپ حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ پر شیعہ فرقہ کون سا فتویٰ لگائے گا۔ سوچ کر بتائیں۔

[1] رجال کشی ص۱۰۲ تذکرہ قیس بن سعد بن عبادۃ (تحفہ جعفریہ ص۱۲۹)

اور ابھی پیچھے یہ بھی گذرا ہے کہ کربلا میں امام حسین رضؓ نے عمر بن سعد سے بقول شیعہ یہ بھی کہا تھا کہ چلو میں یزید کے پاس چل کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا ہوں (بیعت کر لیتا ہوں) [1]

## امام زین العابدین نے خلافت کی پیشکش ٹھکرادی

یزید جب دنیا سے اٹھ گیا اور اس کا بیٹا خلافت سے کنارہ کش ہو بیٹھا تو ایسے میں ایک عرصہ ایسا بھی آیا جب مسلمانوں کا کوئی حاکم و خلیفہ نہ تھا۔ یہ ایک بہترین موقع تھا جس میں زین العابدین اگر چاہتے تو نسبتِ رسولی کے ذریعے لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرتے اور مسندِ خلافت سنبھال لیتے مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ یہی نہیں بلکہ حصین بن نمیر جو افواج کا ایک بڑا جرنیل تھا۔ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دنیائے اسلام اس وقت بے خلیفہ ہو چکی ہے، آپ شام تشریف لے چلیئے اس وقت آپ سے بڑھ کر کوئی اس کا مستحق نہیں، میں پوری دنیا آپ کے تابع کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ جیتے جی بادشاہت قبول نہ کروں گا۔ آپ یہ فرما کر وہاں سے چل دیئے! [2]

یہاں بھی ہم شیعہ فرقہ کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ نہج البلاغہ کے حوالے سے پیچھے حضرت علی رضؓ کا یہ ارشاد گذر چکا ہے کہ دو آدمیوں سے میری جنگ ہے ایک وہ جو خلافت کا اہل نہ ہو اور اس کا دعویٰ کرے دوسرا وہ جو اس کا اہل ہو اور اس سے خود کو دور رکھے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ امام زین العابدین خلافت کے اہل تھے یا نہ تھے۔ اگر تھے تو انھوں نے خود کو دور رکھ کر حضرت علی رضؓ کے فتویٰ کی

[1] تلخیص الشافی جلد ۴ صفحہ ۱۸۶

[2] تاریخ ائمہ صفحہ ۲۹۴ باب ۴ حالات امام زین العابدین (عقائد جعفریہ ۲۶۹/۲)



خلاف ورزی کی یا نہ؟ اگر اہل نہ تھے تو ان کی امامت پھر شیعہ کیوں تسلیم کرتے ہیں۔

## امام جعفر صادق کا قول و عمل

۱۔ جب زید بن علی بن حسین رضؓ نے امامت کا دعویٰ کیا تو امام جعفر صادق نے ایک دن دوران گفتگو ان سے کہا تھا اِنِّیْ لَمْ اُنَازِعْکَ وَلَمْ اٰتِیْ لَا تَقَدَّمَ عَلَیْکَ فِی الَّذِیْ اَنْتَ فِیْہِ۔ میں تم سے جھگڑنا نہیں چاہتا اور نہ ہی میرا یہ ارادہ ہے کہ جس کام (دعوتِ امامت) میں تم لگے ہو اس میں پیش قدمی کروں [1]

۲۔ پھر جب نفسِ زکیہ نے جو عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن رضؓ کے بیٹے ہیں دعویٰ امامت کیا اور عباسی خلیفہ منصور کے خلاف خروج کا پروگرام بنایا تو امام جعفر نے عبداللہ محض سے فرمایا تھا کہ آپ بزرگ ہیں میرے چچا ہیں میں آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہوں مگر نفسِ زکیہ کی جو رشتے میں میرا چچا زاد بھائی لگتا ہے کی بیعت نہیں کر سکتا الفاظ یہ ہیں۔ فَقَالَ لَہٗ جَعْفَر انک شیخ و ان شئت بایعتک و اما ابنک فواللہ لا ابایعہ ۔ امام جعفر نے فرمایا۔ آپ بزرگ ہیں اگر چاہیں تو آپ کی بیعت کر لیتا ہوں۔ رہا آپ کا بیٹا تو اس کی بیعت میں نہیں کروں گا۔ [2]

۳۔ ابو مسلم خراسانی جس کے تذکروں سے آج بھی عباسی خلافت کی تاریخ کا میدان گونج رہا ہے۔ اور جس نے امویوں سے حکومت کی زمام چھین کر عباسیوں کے ہاتھ تھمائی تھی۔ پہلے امام جعفر کے پاس آیا تھا اور آپ سے خلافت قبول کرنے کو کہا تھا اور آپ کی بیعتِ خلافت کرنا چاہی تھی اور اگر آپ اس کی بات

[1] اصول کافی جلد اول صفحہ ۳۶۲ باب ما یفصل بہ بین دعوی المحق (عقائد جعفریہ صفحہ ۲۷۳)

[2] مقاتل الطالبیین صفحہ ۲۵۴ تذکرہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب (  ،  ۲۷۴/۲)

مان لیتے تو آج تاریخ آپ کو ایک خلیفۂ وقت لکھتی، مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا۔
ملا باقر مجلسی لکھتا ہے وَقَدْ كُتِبَ اِلَى الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُتُبًا يُرِيْدُ الْبَيْعَةَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمْ يَقْبَلْ لِمَصَالِحَ كَثِيْرَةٍ۔ ابومسلم نے حضرتِ صادق علیہ السلام کو متعدد خطوط لکھے جن میں وہ آپ سے بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر کرتا تھا مگر آپ نے بہت سے مصالح کے پیشِ نظر قبول نہ کیا [۱]

۴۔ اسی طرح نفسِ زکیہ کی بیعت کرنے کے لیے جب آپ کو مجبور کیا گیا تو آپ نے فرمایا تھا وَاللّٰهِ اِنَّهَا لَيْسَتْ لِيْ وَلَا لَهُمَا وَاِنَّهَا لَيْسَتْ لِيْ وَلَا لَهُمَا لِصَاحِبِ الْقَبَاءِ الْاَصْفَرِ۔ قسم بخدا یہ خلافت نہ میرے لیے ہے نہ عبداللہ محض کے دونوں بیٹوں کے لیے یہ تو زرد قبا والے کے لیے ہے (ان دنوں منصور خلیفہ نہیں بنا تھا اور زرد چولہ پہنے اسی مجلس میں بیٹھا تھا امام جعفر نے اس کی طرف اشارہ کر کے یہ پیش گوئی فرمائی)، [۲]

۵۔ ایک مرتبہ اہلِ کوفہ کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی کوفہ کے لوگ (جہاں سے اہلِ بیت کی منصوص من اللہ امامت و خلافت جیسے غلط نظریہ کا فتنہ اٹھا تھا) سمجھتے ہیں کہ اہلِ بیتِ رسول میں ایک امام ہے جس کی اطاعت فرض ہے اور ان کا خیال ہے کہ وہ آپ ہیں۔ آپ نے فرمایا مَا قُلْتُ لَهُمْ ذَالِكَ ——— یعنی میں نے تو انھیں ایسا عقیدہ رکھنے کو نہیں کہا ——— وہ جماعت کہنے لگی کہ حضور! وہ لوگ جو آپ کو اللہ کا مقرر کردہ امام سمجھتے ہیں بڑے متقی اور اصحابِ ورع ہیں۔ آپ نے فرمایا ——— هُمْ اَعْلَمُ مَا قَالُوا ——— اپنے قول کا مطلب وہی سمجھتے ہیں (میری سمجھ سے تو ان کا قول بالاتر ہے)

[۱] مرآۃ العقول جلد ۴ صہ ۱۸۱ کتاب الحجۃ باب کراہیۃ التوقیت (عقائد جعفریہ ۲۷۵/۲)

[۲] ناسخ التواریخ حالاتِ امام حسن جلد دوم صـــ (عقائد جعفریہ ۲۷۹/۲)



جب اس جماعت نے دیکھا کہ ان کی گفتگو سے امام صاحب کو غصہ آنے لگا ہے تو وہ اٹھ کر چل دیئے۔ [۱]

شیعہ فرقہ سے یہ سوال ہے کہ آپ یہ پانچوں امور بنظرِ ایمان پڑھیں جو آپ ہی کی کتب سے لیے گئے ہیں اور پھر فیصلہ کریں کہ کیا امام جعفر صادق اللہ کے مقرر کردہ خلیفہ و حاکم تھے اور کیا آپ کی خلافت کا منکر تمام انبیاء کی نبوت کے منکر کی طرح ہے؟ اگر یہی بات ہے تو آپ نے زید بن علی سے یہ کیوں فرمایا کہ دعوتِ امامت کے سلسلہ میں پیش قدمی کرنے کے متعلق میرا کوئی ارادہ نہیں آپ عبداللہ محض کی بیعت کرنے پر کیوں تیار ہوئے۔ ابومسلم خراسانی آپ کو تختِ خلافت پیش کر رہا تھا آپ نے اسے کیوں ٹھکرایا۔ پھر آپ نے اہلِ کوفہ سے یہ کیوں فرمایا کہ میں نے تو کسی کو یہ نہیں کہا کہ میں اللہ کا مقرر کردہ امام و خلیفہ ہوں۔ انبیاء اللہ کے مقرر کردہ ہوتے ہیں بتلایئے کسی نبی نے اپنے منصبِ نبوت کا انکار کیا تھا وہ تو پتھروں کی برسات میں بھی اپنی نبوت کا اعلان کرتے رہے اگر بارہ امام بھی اسی طرح منصوص من اللہ ہیں تو وہ اس منصب سے انکار کیوں کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے نص کردہ منصب کا انکار کفر ہے۔ کوئی نبی اپنے منصب کا انکار نہیں کر سکتا اور جو کرے وہ نبی ہو نہیں سکتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میری دو آدمیوں سے جنگ ہے ایک وہ جو امامت کا اہل نہ ہونے کے باوجود اس کا مدعی ہو دوسرا وہ جو اس کا مستحق ہونے کے باوجود اسے قبول نہ کرے۔ [۲]

کیا یہ مرتضوی فتویٰ امام جعفر پر بھی صادق نہیں آتا اگر نہیں آتا تو آخر

[۱] بصائر الدرجات فی فضائلِ آلِ محمد صہ ۱۹۵ باب ما عند الائمۃ (عقائد جعفریہ ۲۷۷/۲)

[۲] نہج البلاغہ اردو صہ ۲۴۹ (تحفہ جعفریہ ۲۳۰/۱)

کیوں اور کیسے؟ اور اگر آتا ہے تو پھر یہ امامت کا شیعی عقیدہ ائمہ اہلِ بیت کی توہین کے مترادف ہے۔

## امام موسیٰ کاظم دولتِ عباسیہ کے لازوال قیام کی دعا کرتے ہیں

ایک سیدزادے حضرت حسین بن علی نے جو امام حسن کے پوتے کے پوتے تھے۔ عباسی خلیفہ ہادی باللہ کے خلاف عَلمِ بغاوت بلند کیا اور امام حسین کی طرح ہادی باللہ کے خلاف میدان میں نکل آئے اور بالآخر شہید ہوگئے۔ امام موسیٰ کاظم نے انھیں خط لکھا۔ اُحَذِّرُكَ بِمَعْصِيَةِ الْخَلِيْفَةِ وَ اُحِثُّكَ عَلٰى بِرِّهٖ وَطَاعَتِهٖ وَاَنْ تَطْلُبَ لِنَفْسِكَ اَمَانًا..... حَتّٰى يَمُنُّ اللّٰهُ عَلَيْكَ بِمَنِّهٖ وَفَضْلِهٖ وَرِقَّةِ الْخَلِيْفَةِ اَبْقَاهُ اللّٰهُ ـــــ میں تمھیں خلیفہ کی مخالفت سے ڈراتا ہوں اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے اور اس کی اطاعت میں رہنے کی دعوت دیتا ہوں...... تاکہ تم پر اللہ اپنے احسان وفضل سے رحم کرے اور خلیفہ کا دل تمھارے لیے نرم کرے۔ اللہ خلیفہ کو ہمیشہ قائم رکھے۔[۱]

اندازہ کیجیے! اہلِ تشیع کے نزدیک امام موسیٰ کاظم اللہ کے مقرر کردہ خلیفہ ہیں مگر آپ اس خلیفہ کی بقاء و نصرت کے لیے دعا کر رہے ہیں جو اللہ کے مقرر کردہ خلیفہ کی موجودگی میں زمامِ خلافت سنبھال لینے کی وجہ سے کافر و مرتد ہو چکا ہے۔

ع ۔۔۔ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے امیر

## امام حسن عسکری طلبِ حکومت کو تباہ کن خصلت بتلاتے ہیں

آپ شیعوں کے نزدیک بارہویں منصوص من اللہ خلیفہ و امام ہیں مگر خلافت کا مدعی ہونا تو درکنار آپ خلافت کی

---

[۱] اصول کافی جلد اول صفحہ ۳۶۷ کتاب الحجہ باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق (عقائد جعفریہ ۲۸۳/۲)



طلب ہی کو تباہ کن صفت قرار دے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں اِيَّاكَ وَالْاِذَاعَةَ وَطَلَبَ الرِّيَاسَةِ فَاِنَّهُمَا تَدْعُوَانِ اِلَى الْهَلَكَةِ ۔ لوگو! شہرت طلبی اور طلبِ ریاست سے بچو یہ دونوں باتیں تباہی و بربادی کو دعوت دیتی ہیں۔[۱]

یہ چند امور ہم نے بطور مشتے از خروارے پیش کر دیے ہیں جن سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ بارہ ائمہ اہلِ بیت تو خلافت و حکومت کے کبھی طلب گار نہ رہے اس لیے انھیں خدا کا مقرر کردہ اور منصوص من اللہ خلیفہ سمجھنا قطعاً غلط ہے۔

---

# دوسری وجہ

## خود اہلِ تشیع کے مقرر کردہ فرائضِ امام بارہ ائمہ اہلِ بیت کی منصوص من اللہ امامت کی تردید کرتے ہیں

اہلِ تشیع بارہ ائمہ اہلِ بیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصوص من اللہ خلیفہ و امام مانتے ہیں، جس کا فلسفہ انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے انسانوں کو پیدا کر کے ان کے ذمے کچھ اوامر و نواہی تفویض کیے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ان پر لازم کی ہے۔ انسان کے ضمیر میں اسبابِ دنیا کے حصول کی خواہش بھی رکھی گئی ہے ایسے میں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی طرف سے کوئی امام مقرر کرے جو اوامر و نواہی جاری کرے اپنے زورِ بازو اور زورِ حکومت سے انسانوں کو اس چیز کا پابند بنائے کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں شر و فساد نہ

---

[۱] چہاردہ معصوم صفحہ ۵۶۶ (عقائد جعفریہ ۲۸۴/۲)

کریں۔ امام کفار سے جنگ کرتا ہے اسلامی مملکت کی سرحدیں امام ہی کی وجہ سے محفوظ رہ سکتی ہیں، اگر کوئی حاکم ہوگا تو وہ کفار کے خلاف جہاد کرکے کفر کا زور توڑے گا اور اسلام کا جھنڈا بلند رکھے گا۔ کفار سے غنیمت و خراج اور مسلمانوں سے زکوٰۃ و عشر وصول کرکے بیت المال قائم کرے گا تاکہ معاشی نظام مستحکم رہے اور اسلامی ریاست کا ہر فرد اپنی بنیادی ضروریات بآسانی حاصل کر سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام مقاصد کے حصول کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ، امام حسنؓ، امام حسینؓ زین العابدین، امام باقر، امام جعفر، موسیٰ کاظم، علی رضا، محمد تقی، محمد نقی، حسن عسکری اور امام محمد مہدی کا تقرر کیا۔ آئیے شیعہ کتب سے مذکورہ بالا فرائض امامت کا تعین دیکھیں، پھر یہ دیکھیں گے کہ آیا ان ائمہ نے واقعتاً یہ فرائض ادا کیے؟

بالامام تمام والصلوٰۃ والزکوٰۃ والصیام والحج والجھاد وتوفیر الفیئ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف۔

امام ہی کی وجہ سے نماز، زکوٰۃ، روزوں اور حج کا نظام قائم رہ سکتا ہے، امام ہی جہاد، خراج اور صدقات کی وصولی، حدودِ شرعیہ کے قیام، احکامِ اسلام کے نفاذ اور سرحدوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے [۱]

اہلِ تشیع کا عظیم عالم سید ہاشم شیبی ضرورتِ امام کے متعلق لکھتا ہے کہ ایک ایسا شخص ہونا ضروری ہے جو لوگوں کے معاملات اور ان کے مصالح کی نگرانی کرے حدودِ شرعیہ کے قیام اور اموال کی وصو[illegible] اہتمام کرے پھر ان اموال کو ان کے صحیح مصارف پر خرچ کرنے کا ذمہ دار ہو الغرض امام ہی نظامِ عالم کا حافظ ہے [۲] شیعوں کی عظیم علمی شخصیت علامہ محمد حسین آل کاشف الغطا لکھتا ہے کہ مالِ غنیمت

[۱] اصولِ کافی جلد اول ص۲۰۰ کتاب الحجہ باب نادر جامع فی فضل الامام (عقائد جعفریہ ص۳۲۶)

[۲] کشف الغمہ جلد اول ص۵۶ فی مدد الائمہ (عقائد جعفریہ ص۳۲۷)



کے چھ حصّے کیے جائیں گے جن میں سے تین حصّے اللہ، اس کے رسول اور ان کی اہلِ بیت کے ہیں۔ یہ حصّے امام کے سپرد کیے جائیں گے۔ اگر وہ ظاہر ہو۔ اور امام کے مخفی ہونے کی صورت میں اس کے نائب کو جو مجتہد عادل ہوتا ہے سونپے جائیں گے تاکہ انھیں صحیح مصارف میں خرچ کرے [۱]

دنیائے شیعیت کا عظیم مجتہد و رئیس علمائے شیعہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے بدانکہ امامت عبارت است از اولیٰ بتصرف و صاحبِ اختیار بودن در دین و دنیائے امت ــــ امامت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ایسا شخص ہونا چاہیئے جو امت کے دینی و دنیوی امور میں صاحبِ تصرف و اختیار ہو، آگے لکھتے ہیں۔ چوں جائز باشد کہ حکیم علیم ایں خلق را خالی گذارد از امامے کہ مصلحِ احوالِ ایشاں باشد و با دشمنانِ ایشاں محاربہ نماید و غنائم و صدقات را درمیان ایشاں بعدالتِ قسمت نماید و امامتِ جمعہ و جماعت در ایشاں بنماید، و دفعِ شرِ ظالم را از مظلوم بکند۔ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اللہ حکیم و علیم خلق دنیا کو ایسے امام کے بغیر چھوڑ دے جو لوگوں کا احوالِ مصلح ہو۔ ان کے دشمنوں سے جنگ کرے، غنائم و صدقات ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ تقاضوں کے مطابق تقسیم کرے۔ جمعہ و جماعت کا قیام کرے اور مظلوم سے ظالم کا شر دور کرے [۲]

ان حوالہ جات سے صاف پتہ چل گیا کہ شیعوں کے نزدیک امامت صرف ایک مذہبی اور روحانی منصب کا نام نہیں، امامت سے ان کے ہاں خلیفہ اور حاکم ہونا مراد ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں، کیا بارہ ائمہ اہلِ بیت نے حدود و قصاص کا قیام کیا؟ چوروں، زانیوں اور ڈاکوؤں پر شرعی سزائیں جاری کیں؟ ــــ کفار سے جہاد کیا؟

[۱] اصل الشیعہ و اصولہا ص۱۸۵

[۲] عین الحیات ص۶۹ تنویر اول (عقائد جعفریہ ص۳۲۲)

کیا بارہ ائمہ نے کفار سے مالِ غنیمت اور خراج کی رقم وصول کر کے اسلامی ریاست کے افراد میں تقسیم کی؟ — کیا انھوں نے اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا؟ — کیا ائمہ اہلِ بیت کی زندگیوں میں زکوٰۃ و عشر کی وصولی انہی کے ذریعے سے ہوتی تھی؟ — کیا بارہ ائمہ ہی یہ سارے امور بجا لایا کرتے تھے؟

اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے اور یہ ہے بھی حقیقت کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حسنؓ کے سوا ائمہ اہلِ بیت میں سے کسی کو حکومت و ریاست حاصل ہی نہیں ہوئی۔ بلکہ امام حسینؓ کے بعد کسی امام نے حاکمِ وقت کے خلاف خروج ہی نہیں کیا اور نہ اپنی خلافت و بیعت کی دعوت ہی دی ہے تو پھر یہ کتنی ہی عجیب بات ہے کہ خدا نے تو بارہ ائمہ اہلِ بیت کو اقامتِ جمعہ و جماعت و نفاذِ اسلام، اجرائے حدودِ شرعیہ اور جہاد و اخذ غنائم کے لیے مقرر کیا تھا مگر یہ فرائض ان کے بجائے دوسرے لوگ بجا لاتے رہے۔ کیا اللہ سے اماموں کے تقرر میں معاذ اللہ غلطی اور خطا ہو گئی تھی یا دوسرے لوگ اللہ کی مرضی پر غالب آ گئے تھے۔ یقیناً یہ دونوں باتیں نہیں ہیں تو پھر کہنا پڑتا ہے کہ بارہ ائمہ کو منصوص من اللہ امام و خلیفہ سمجھنا قطعی غلط عقیدہ ہے۔

بلکہ یوں کہیے کہ اگر امام کے یہی فرائض ہیں جن کا آپ کے علماء نے تذکرہ کیا ہے اور یقیناً ایک حاکمِ وقت اور خلیفہ کے یہی فرائض منصبی ہوتے ہیں تو بلا شبہ ان فرائض کی ادائیگی جس خوش اسلوبی اور دیانت سے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے کی ہے وہی تو تاریخ اسلام کا اصل سرمایہ اور روشن ترین دور ہے جس کا آپ انکار کر رہے ہیں پھر امام باقرؓ کے دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفۂ وقت تھے انھوں نے نفاذِ اسلام کا وہ نقشہ قائم کیا کہ دورِ خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ان کی حکومت کا انداز اللہ اور اس کے رسول کی منشاء و مرضی کے عین مطابق



تھا اور قرآن کی نصوصِ قطعیہ نے خلیفہ کے جو فرائض بیان کیے ہیں اُن کی خلافت انھیں کما حقہٗ پورا کرتی تھی۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس کے لیے خدا نے اُن کے بجائے امام باقر کو خلیفہ مقرر کیا ہوا تھا۔ کیا عمر بن عبدالعزیز کو کسی اور طاقت نے خدا پر غالب آ کر یہ منصب دلا دیا تھا؟ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْز

رہا یہ کہنا کہ انبیاء بھی تو کفار کے ہاتھوں شہید کر دیئے جاتے تھے حالانکہ انھیں خدا نے مقرر کیا ہوا تھا تو کیا کفار خدا پر غالب آ گئے تھے؟ پتہ چلا کسی کا اپنے مقصد میں ناکام رہنا اس کے تقرر من جانب اللہ کی نفی نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کے دور میں ایسا نہیں ہوا کہ جن فرائض کی تکمیل کے لیے انبیاء کا تقرر ہوا تھا وہ فرائض انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگوں نے پورے کر دیئے ہوں اور انبیاء کو موقع ہی نہ دیا گیا ہو، جو انبیاء کا کام تھا وہ انھوں ہی نے کیا تھا۔ جبکہ بارہ ائمہ اہلِ بیت کو جن فرائض کے لیے شیعہ منصوص من اللہ سمجھتے ہیں وہ ان کی موجودگی میں بہت سے دوسرے لوگوں نے بطریق احسن ادا کیے، تو یقیناً شیعوں کا یہ عقیدہ غلط ٹھہرا۔

ع شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات

# تیسری وجہ

## خاندانِ سادات میں سے متعدد مقتدر شخصیات نے دعوئ امامت و خلافت کیا

یہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک ائمہ اہلِ بیت کی امامت و خلافت کا منکر تمام انبیاء و مرسلین کی نبوت و رسالت کے منکر جیسا ہے، یہ بھی آپ نے پڑھ لیا کہ بحکمِ قرآن خدا پر بہتان باندھنے والے لوگ جن کے چہرے قیامت میں سیاہ ہوں گے سے مراد وہ لوگ ہیں جو امام نہ ہوں اور امامت کا دعوئ کریں خواہ وہ حضرت علی رض اور حضرت سیدہ فاطمہ رض ہی کی اولاد میں سے کیوں نہ ہوں (اصول کافی جلد اوّل ص۲۳۵) یہ بھی آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ بقولِ شیعہ امام جعفر نے فرمایا "امامت کے مسئلہ میں جو تمہاری مخالفت کرے وہ زندیق (کافر) ہے"۔ راوی نے عرض کیا چاہے وہ علوی اور فاطمی ہو؟ آپ نے فرمایا وَاِنْ کَانَ مُحَمَّدِیًّا عَلَوِیًّا فَاطِمِیًّا۔ چاہے وہ اولادِ نبی ہو، حضرت علی رض اور حضرت فاطمہ رض ہی کی اولاد میں سے ہو (بحارالانوار جلد ۴۶ ص )

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رض کی اولاد میں سے متعدد عظیم شخصیتوں نے دعوئ امامت کیا جب کہ بارہ ائمہ اہلِ بیت میں سے کوئی نہ کوئی امام بھی اس وقت موجود تھا اور تاریخ بتلاتی ہے اور خود شیعہ کتب واضح کرتی ہیں کہ ان شخصیات میں سے اکثر نے اس معنیٰ میں دعوئ امامت کیا کہ وہ اپنے اپنے دور میں اموی اور عباسی حکمرانوں کے مظالم اور بدکرداریوں کے خلاف علمِ بغاوت لے کر اٹھے اموی اور عباسی خلفاء کے مقابلہ میں اپنی خلافت کی لوگوں کو دعوت دی اور کہا کہ ہم امام ہیں



ان میں سے اکثریت نے امام حسین رض کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے میدانِ کارزار میں جام شہادت نوش کیا۔ اور ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف حق کی بلندی کی خاطر لڑتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کر گئے۔ شیعہ کتب ان کے فضائل و محامد سے بھری پڑی ہیں حالانکہ بارہ ائمہ اہل بیت کی منصوص من اللہ امامت کے شیعی عقیدے کی مخالفت کی بناء پر وہ کافر و مرتد ٹھہرتے ہیں کیونکہ انھوں نے اللہ کے مقرر کردہ امام کی موجودگی میں امامت کا دعوئ کیا تھا۔ حیرانی اس امر کی ہے کہ جب وہ ائمہ اہلِ بیت کی امامت کا انکار کر کے کافر ٹھہرتے ہیں۔ تو ان کے فضائل و محامد کس منہ سے بیان کیے گئے آئیے ذرا تفصیل میں چلتے ہیں:

### پہلی شخصیت، محمد بن حنفیہ اور ان کا زین العابدین کے مقابلہ میں دعوئ امامت

محمد بن حنفیہ حضرت علی مرتضیٰ رض کے بیٹے ہیں اور حسنین کریمین کے بعد اولادِ علی میں آپ کا سب سے افضل مرتبہ ہے آپ نے جب دیکھا کہ امام حسین کی شہادت کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کے بیٹے حضرت علی بن حسین المعروف بہ امام زین العابدین کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کیا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی رض کے علوم و معارف کے وارث حضرت زین العابدین ہیں تو انھوں نے اس پر اعتراض کیا اور ایک آدمی بھیج کر زین العابدین کو بلوایا اور ان سے گفتگو کی جس کا لب لباب یہ ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما واقعتاً حضرت علی رض کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق صاحبِ فضیلت و عظمت تھے۔ ان کے حق میں بہت سے ارشادات نبویہ موجود ہیں۔ اب وہ دونوں اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ ان کے بعد حضرت علی رض کے علوم و معارف اور ان کے متروکہ تبرکات کا وارث میں ہوں۔ تم میرے بھتیجے ہو میں تمھارے لیے باپ کی جگہ ہوں۔ امام تم نہیں میں ہوں، اصل کافی کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں ـــ

اَنَا عَمُّكَ وَصِنْوُ اَبِيْكَ وِلَادَتِيْ مِنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَا فِيْ سِنِّيْ اَحَقُّ بِهَا مِنْكَ فِيْ حَدَاثَتِكَ فَلَا تُنَازِعْنِيْ فِي الْاِمَامَةِ۔

میں تمہارا چچا ہوں، تمہارے لیے باپ کی جگہ ہوں میری ولادت حضرت علی رضؓ سے ہے، میری عمر تم سے زیادہ ہے، تم میرے مقابلے میں ابھی بچے ہو، میں امامت کا زیادہ حقدار ہوں، تمھیں امامت کے بارہ میں مجھ سے الجھنا نہیں چاہیئے۔[1]

اصولِ کافی کے علاوہ کشف الغمہ جلد دوم صفہ ۱۱ ذکر فضائل الامام علی بن الحسین، منتہی الاعمال جلد دوم صفہ ۲۶ اور کتاب الخرائج صفہ ۲۳۳ باب نمبر ۵ فی معجزات الامام علی بن الحسین میں بھی حضرت محمد بن حنفیہ کا یہ دعویٰ قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

## حضرت محمد بن حنفیہ کے فضائل

نمبر ۱ شیعوں کے ہاں آٹھویں منصوص من اللہ امام۔ حضرت علی رضا سے مروی ہے کہ حضرت علی رضؓ فرمایا کرتے تھے۔ جو محمد نام والے ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ راوی کہتا ہے میں نے آپ سے عرض کیا وہ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا "محمد بن جعفر بن ابی طالب، محمد بن ابی بکر (الصدیق) محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن حنفیہ"۔[2]

نمبر ۲ کشف الغمہ اور تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ لوگوں نے ایک بار محمد بن حنفیہ سے پوچھا "کیا سبب ہے کہ آپ کے والد گرامی ہمیشہ آپ ہی کو میدانِ کارزار میں دشمنوں کے آگے رکھتے ہیں جبکہ تمہارے دونوں بھائیوں حسن رضؓ و حسین رضؓ کو جنگ میں نہیں بھیجتے؟" محمد بن حنفیہ نے جواب دیا حسین رضؓ اور حسن رضؓ حضرت علی رضؓ کی آنکھیں ہیں اور میں ان کا بازو۔ ہمیشہ بازو ہی سے آنکھوں کی حفاظت

---

[1] اصول کافی جلد اول صفہ ۳۴۸ کتاب الحجہ باب مایفصل بہ بین دعویٰ المحق (عقائد جعفریہ ۴۹/۲)

[2] تنقیح المقال حرف المیم، لفظ محمد، تذکرہ محمد بن حنفیہ، ( 〃 〃 ۴۲/۲)



کی جاتی ہے۔[1]

نمبر ۳ استیعاب میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضؓ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے انھیں ایک اچھے دوست کی حیثیت دیتے اور دوسروں پر انھیں فوقیت عطا کرتے، اس لیے کہ وہ زیورِ عبادت واجتہاد سے آراستہ تھے اور جنگ ہائے صفین وجمل میں حضرت علی رضؓ کا ساتھ دیا۔[2]

حضرت محمد بن حنفیہ کی شجاعت و بہادری اور حیرت انگیز جسمانی قوت کے تذکرے سنی و شیعہ کتب میں بکثرت ملتے ہیں۔ آپ نے شیعہ کتب کے مطابق حضرت زین العابدین کے منہ پر کہا کہ امامت و وراثتِ علوی کا حقدار میں ہوں تم نہیں اور واقعتاً وہ حضرت علی رضؓ کی قوتِ حیدری، آپ کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل کے بجا طور پر وارث تھے۔ مگر شیعوں کے عقیدۂ امامتِ منصوصہ کے مطابق وہ کافر و مرتد ہیں اور روزِ قیامت ان کا چہرہ (معاذ اللہ) سیاہ ہوگا اب یہاں چند سوالات ہیں:-

نمبر ۱ اگر حضرت محمد بن حنفیہ مذکورہ بالا فضائل و محاسن کے حامل تھے اور یقیناً تھے تو پھر ان پر ایک منصوص من اللہ امام کی امامت کا انکار کر کے فتویٰ کفر و ارتداد لازم آتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ پیچھے گذر چکا ہے کہ خواہ کوئی حضرت علی رضؓ کی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ جب وہ بارہ ائمہ میں سے کسی ایک کی امامت کا انکار کر دے وہ شیعوں کے نزدیک کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ اگر ان پر فتویٰ کفر آتا ہے تو ان کے مذکورہ فضائل کدھر گئے؟ اور اگر نہیں آتا تو شیعوں کا عقیدہ کدھر گیا؟

نمبر ۲ اگر حضرت زین العابدین اللہ کے مقرر کردہ امام تھے تو اس کا علم سب سے زیادہ ان لوگوں کو ہونا چاہیئے تھا جو خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ وہ اصول

---

[1] مجالس المؤمنین جلد اول صفہ ۲۷۶ مجلس چہارم (عقائد جعفریہ ۴۳/۲)

[2] 〃 〃 〃 صفہ ۲۷۸ 〃 〃 ( 〃 ۴۴/۲)

دین جس کا انکار بقولِ شیعہ سب انبیاء کی نبوت کے انکار کے برابر ہے۔ وہ محمد بن حنفیہ جیسے شخص پر مخفی تھا؟ کیسی عجیب بات ہے؟

## دوسری شخصیت، حضرت زید بن امام زین العابدین اور انکا دعویٰ امامت امام باقر کے مقابلہ میں

اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا دور تھا جب اہلِ کوفہ نے حضرت زین العابدین کے بیٹے اور امام باقر کے بھائی حضرت زید کو مدینہ طیبہ سے کوفہ بلایا تاکہ اموی خلیفہ کے خلاف خروج کیا جائے۔ یہ ۱۲۲ھ کی بات ہے، اہلِ کوفہ کی طرف سے آپ کو بہت سے خطوط ملے (جیسا کہ حضرت امام حسین رض کو ملے تھے) آپ یہ خطوط لے کر اپنے بھائی امام باقر کے پاس آئے۔ انھوں نے پوچھا کیا یہ کوفیوں کی طرف سے ابتداء ہے یا آپ کے خطوط کا انھوں نے جواب دیا ہے؟ حضرت زید نے کہا نہیں یہ خود کوفیوں کی طرف سے ابتداء ہے۔ اس لیے کہ ہم اہلِ بیتِ رسول پر جس طرح سے عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے ان حالات میں اہلِ کوفہ ہمیں دعوتِ بیعت دے رہے ہیں۔ امام باقر نے کہا بھائی جلدی نہ کرو ورنہ آفات تمھیں دبوچ لیں گی۔ یہ سن کر حضرت زید غصّے میں آگئے اور غصّے میں جو کچھ کہا وہ اصولِ کافی سے سُنئے، آپ نے فرمایا لَیْسَ الْاِمَامُ مِنَّا مَنْ جَلَسَ فِیْ بَیْتِہٖ وَاَرْخٰی سِتْرَہٗ وَثَبَّطَ عَنِ الْجِهَادِ وَلٰکِنَّ الْاِمَامَ مِنَّا مَنْ مَّنَعَ حَوْزَتَہٗ وَجَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِہٖ وَدَفَعَ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وذب عن حریمہ۔

ہم میں سے امامت کا حقدار وہ شخص نہیں ہو سکتا جو گھر میں بیٹھ رہے دروازوں پر پردے لٹکا لے اور جہاد سے کنارہ کش ہو جائے۔ امام تو وہ ہے جو اپنی مملکت کی حفاظت کرے اور راہِ حق میں جہاد کا حق ادا کرے رعایا سے ظالموں کا ظلم دور کرے اور اپنے حرم (یعنی مستورات) کی عصمت کا پاسبان ہو[1]

[1] اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۳۵۶ کتاب الحجۃ باب مایفعل بہ الخ (عقائد جعفریہ ۲/۱۴۲)



حضرت زید کے ان آخری کلمات کی تشریح میں صافی شرح کافی میں یوں لکھا ہے کہ امام تم نہیں میں ہوں۔ کیونکہ جہاد شرائطِ امامت میں سے ہے۔ جہاد ہی سے مال و عصمت کی حفاظت ہے اور جو شخص خود جہاد کرنے کے بجائے دوسروں کو بھی ترکِ جہاد کی ترغیب دے اسے امام کہلانے کا کیا حق ہے؟[1]

اس کے بعد حضرت زید کوفہ پہنچ گئے وہاں چالیس ہزار کے قریب اہلِ کوفہ نے آپ کی بیعت کی، آپ اس طرح بیعت لیتے تھے کہ فرماتے "کتاب و سنت پر عمل کرنا ہوگا۔ ظالموں کے خلاف جہاد اور ناتوانوں کی مدد کرنا ہوگی اور مالِ غنیمت لوگوں میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کرنا ہوگا۔" جب لوگ ہاں کہتے تو آپ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھ دیتے اور فرماتے "اے اللہ تو شاہد ہے"[2]

اس کے بعد یکم صفر ۱۲۲ھ کو خروج کا پروگرام طے کیا گیا مگر کسی نے قبل از وقت والی کوفہ حکم بن صلت کو بتلا دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت زید نے مقررہ وقت سے قبل ہی خروج کا ارادہ کر لیا۔ بے وفا کوفیوں نے جب حالات بگڑتے دیکھے تو یہ سوچنے لگے کہ کسی بہانہ سے حضرت زید کی بیعت توڑ دی جائے۔ کوفیوں سے کسی طرح یہ بھنک پڑ گئی تھی کہ حضرت زید خلفاء راشدین خصوصًا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق اچھے خیالات رکھتے ہیں چنانچہ انھوں نے آپ سے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے جو جواب دیا وہ مرزا محمد تقی مؤرخ شیعہ نے یوں لکھا ہے۔ آپ نے فرمایا "خدا ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور انھیں سایۂ عاطفت میں رکھے۔ میں نے اپنے آباء و اجداد سے

[1] صافی شرح اصول کافی جلد دوم باب ۷۹ (عقائد جعفریہ ۲/۱۴۲)

[2] تاریخ ابنِ اثیر اردو ذکر خلافت بنو امیہ حصہ دوم صفحہ ۳۱۱ مطبوعہ کراچی۔

ان کے متعلق ہمیشہ کلمۂ خیر ہی سُنا ہے اور اگر ان کے متعلق کوئی سخت ترین لفظ سُنا ہے تو وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی جانشینی کے ہم دوسروں سے زیادہ حقدار تھے۔ مگر لوگوں نے خلافت کا منصب ہمارے بجائے انھیں سونپا اور یہ عمل کوئی کفر نہ تھا۔ انھوں نے (ابوبکرؓ و عمرؓ نے) خلافت سنبھال کر عدل و انصاف اس طرح قائم کیا کہ قرآن وسنت پر عمل کا حق ادا کر دیا۔" (اس لیے ہماری ناراضگی بھی جاتی رہی)[1]

ایک اور شیعی نسّاب جمال الدین احمد بن حسن نے بھی اپنی کتاب عمدۃ الطالب فی آلِ ابی طالب صفحہ ۲۵۶ میں حضرت زید کا یہ کلام درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں اور دیگر مؤرخین نے اپنی کتب میں حضرت زید کے یہ کلمات لکھے ہیں۔

یہ جواب سُن کر کوفی بگڑ گئے اور انھوں نے آپ کی بیعت توڑ دی۔ صرف چند ساتھی ساتھ رہ گئے۔ لڑائی ہوئی۔ حضرت زید بے جگری سے لڑتے تنہا نے لشکرِ جرار کا مقابلہ کیا کشتوں کے پشتے لگائے، بالآخر شہید ہوئے۔ آپ کے ساتھیوں نے کسی طرح آپ کا جسم محفوظ کر لیا اور رات کی تاریکی میں کسی خفیہ جگہ دفن کر دیا۔ شامیوں کو پتہ چلا تو انھوں نے قبر کھود کر جسم نکالا۔ سر تن سے جدا کر کے اموی خلیفہ ہشام کو بھیج دیا جو بعد میں مدینہ طیبہ پہنچا دیا گیا۔ اور باقی لاش مقام کناسہ میں سولی پر لٹکا دی گئی۔ جو ہشام کی زندگی تک وہیں لٹکی رہی گویا عرصہ دو سال تک قریباً آپ کا جسم سولی پر لٹکا رہا۔ پھر جب ولید تخت نشین ہوا تو اس نے وہاں سے اُتروا کر جلانے کا حکم دیا۔[2]

---

[1] ناسخ التواریخ حالاتِ امام جعفر جلد ۲ صفحہ ۵۳ وقائع سنہ ۱۲۲ھ (عقائد جعفریہ ۸۷/۲)

[2] تاریخ ابن اثیر اردو خلافتِ امویہ حصہ دوم صفحہ ۳۲۰



## شیعہ کتب سے حضرت زید کے فضائل

۱۔ حضرت جعفر صادق نے امام باقر سے اور انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے روایت لی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسینؓ سے فرمایا تھا "اے حسین تیری پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا، جس کا نام زید ہوگا۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت روزِ قیامت لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آئے گا۔ ان کے چہرے اور اعضاءِ نماز چمکتے ہوں گے۔ وہ بلا حساب سیدھے جنت میں جائیں گے۔[1]

۲۔ جب حضرت زید کا جسم سولی پہ لٹکایا گیا تو کسی شخص نے خواب میں دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درخت سے جس پر ان کا جسم لٹک رہا تھا، ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور فرماتے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) افسوس یہ لوگ میرے بیٹے کے ساتھ اتنا ظلم کر رہے ہیں۔[2]

۳۔ حضرت زید نے زندگی کی آخری رات، جس کی صبح کو آپ شہید کر دیئے گئے اس طرح گذاری کہ رات بھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے رکھے اور یہ آیت دہراتے رہے وَجاءت سکرۃ الموتِ بالحق الخ (اور موت کی سختی یقیناً آپڑی) آپ کا ساتھی نازلی کہنے لگا اے ابنِ رسول! رات کی سی کیفیت میں نے آپ پر پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا آج میں سجدے کی حالت میں سو گیا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی جماعت آئی ہے اور میرے آس پاس کھڑے ہو گئے ہیں ان کے سردار نے (غالباً وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہو گی) ان سے پوچھا "کیا یہ وہی شخص ہے؟" انھوں نے کہا ہاں، تو سردار نے مجھ سے کہا "اے زید مبارک ہو تجھے، تو راہِ حق میں شہید ہوگا۔ پھر سولی پہ چڑھایا

---

[1] بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۱۷۱ (عقائد جعفریہ ۷۱/۲)

[2] عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب صفحہ ۲۴۶ (عقائد جعفریہ ۶۵/۲)

جائے گا، پھر آگ میں جلایا جائے گا۔ اس کے بعد تجھے کبھی آگ نہ چھوڑے گی۔" اے نازلی! اگر میں جلایا جاؤں پھر اللہ میرا جسم ٹھیک کر دے، میں پھر جلایا جاؤں (اور یہ عمل بار بار ہوتا رہے) اور اللہ اس کے بدلے میں امتِ محمدیہ کا حال بہتر کر دے" تو میں خوش ہوں۔[۱]

۴۔ امام جعفر کو مدینہ طیبہ میں آپ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے رو رو کر اپنی داڑھی تر کر لی اور فرمایا وَاللّٰهِ عَمِّیْ شَهِیْدٌ کَشُهَدَآءَ اسْتُشْهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلِیٍّ وَّالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ۔

بخدا میرا چچا (زیدؓ) ان شہدا جیسا شہید ہے جنھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی سنگت میں جامِ شہادت نوش کیا تھا۔[۲]

**لمحۂ فکریہ** آئیے اب ذرا اہلِ تشیع سے چند وضاحت طلب امور کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

۱۔ آپ کی اصولِ کافی نے جو امام مہدی کے مطابق شیعوں کے لیے ایک کافی و وافی کتاب ہے، بتلا دیا کہ حضرت زیدؓ نے اپنے بھائی امام باقر کے منہ پر کہا۔ آپ امامت و خلافت کے حقدار کیسے ہیں گھر میں پردے لٹکا کر بیٹھ رہنے والا امام نہیں ہو سکتا۔ میں اس کا حقدار ہوں یعنی میں جہاد کروں گا۔ امویوں کے ظلم و تشدد کا خاتمہ کر کے خلافتِ اسلامیہ کا صحیح نقشہ قائم کروں گا۔ فرمائیے کیا حضرت زید، آپ کے منصوص من اللہ امام و خلیفہ کا انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر و مرتد ٹھہرے یا نہیں؟ کیونکہ آپ کا عقیدہ پیچھے گذر چکا ہے کہ بارہ اماموں میں سے

---

[۱] تفسیر فراتِ کوفی ص۱۴۶ ۔ بحار الانوار جلد ۴۶ ص۲۰۸ (عقائدِ جعفریہ ۲/۷۱)

[۲] بحار الانوار جلد ۴۶ ص۱۷۵ تاریخ علی بن الحسین ۔ عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص۱۹۱ (عقائدِ جعفریہ ۲/۲۲)



کسی ایک کا منکر تمام انبیاء و مرسلین کے منکر جیسا ہے خواہ وہ حضرت علی اور حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہی میں سے کیوں نہ ہو روزِ قیامت اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔

۲۔ ارے آپ کے عقیدے کی رو سے اس شخص پر کفر لازم آ رہا ہے جس کے متعلق خود آپ کی کتب کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا اعلان فرمایا تھا۔

۳۔ حضرت زید نے آپ کی کتب کے مطابق ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ خیالات ظاہر فرمائے کہ خدا انھیں ہمیشہ اپنے سایۂ رحمت میں رکھے انھوں نے عدل و انصاف کیا اور قرآن و سنت کے مطابق حکومت قائم کر کے دکھائی۔ اس لیے ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے آباء و اجداد ان کے متعلق ہمیشہ کلمۂ خیر ہی کہتے تھے۔ شیعی عقیدہ کے مطابق یہ باتیں زمرۂ کفر میں آتی ہیں یا کم از کم جھوٹ پر مبنی ہیں گویا شیعی عقیدۂ امامت کے مطابق حضرت زید کافر یا فاسق ٹھہرتے ہیں۔ مگر حضرت زید تو امام جعفر صادق کے مطابق... مصطفیٰ و مرتضیٰ اور حسنین کریمین کی ہم رکابی میں شہید ہونے والوں کے ہم پلّہ ہیں۔ تو کہنا پڑے گا کہ بارہ اماموں کے منصوص من اللہ امام و خلیفہ ہونے کا عقیدہ ہی غلط ہے کیونکہ اس کی وجہ سے حضرت زید جیسا عظیم انسان کافر و فاسق ٹھہرتا ہے۔

۴۔ حضرت زیدؓ کو خود بھی اس شیعی عقیدے کی سنگینی کا احساس تھا چنانچہ آپ نے اپنے بھائی امام باقر سے کہا تھا وَیُبَرِّدُ لِیَ اللُّقْمَةَ الْحَارَّةَ شَفَقَةً عَلَیَّ وَلَمْ یُشْفِقْ عَلَیَّ مِنْ حَرِّ النَّارِ اِذَا اَخْبَرَكَ بِالدِّیْنِ وَلَمْ یُخْبِرْنِیْ بِهٖ؟

کہ ہمارے والد (امام زین العابدین) گرم لقمہ اپنی پھونکوں سے ٹھنڈا کر کے میرے منہ میں ڈالا کرتے تھے۔ کیا انھوں نے یہ گوارا کر لیا کہ میں جہنم میں جلوں؟ بایں طور کہ انھوں نے تمھیں

تو دین سمجھا دیا (کہ تم دین میں منصوص من اللہ امام ہو) اور مجھے یہ بات نہ بتلائی۔[1]

یعنی حضرت زید اپنے بھائی امام باقر سے کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمارے والد نے تمہیں منصوص من اللہ امام قرار دیا تھا کہ جس کا منکر جہنمی ہے تو یہ بات انھوں نے مجھے کیوں نہ بتلائی کیا انھیں میرا جہنم میں جانا منظور تھا؟ انھیں تو میرے منہ میں گرم لقمہ کا پڑنا بھی برداشت نہ تھا، حضرت زید کے یہ الفاظ تمام اہلِ تشیع کو بار بار پڑھنے چاہئیں۔ کیا عجب کہ یہی نقطہ حق و باطل میں تفریق کر دے۔

## تیسری شخصیت، امام جعفر کے چچا زاد بھائی حضرت نفسِ زکیہ کا ان کی موجودگی میں دعویٰ امامت

ان کا نسب یہ ہے محمد (المعروف بہ نفسِ زکیہ) بن عبداللہ بن حسن (مثنیٰ) بن امام حسن رضؓ۔ اور امام جعفر کا یہ نسب ہے جعفر بن محمد باقر بن علی (زین العابدین) بن امام حسین رضؓ تو نفسِ زکیہ اور امام جعفر صادق باہم چچا زاد بھائی ٹھہرے۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ قریباً ۱۳۰ھ میں جب دولتِ امویہ قریب المرگ تھی اور اموی خلفاء و امراء اور ان کے عمال اپنی عیاشیوں بدعنوانیوں اور نااہلیوں کے سبب اپنی ہی حکومت کا اپنے ہاتھوں خاتمہ کر رہے تھے۔ مقام ابواء میں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک گاؤں ہے، ایک اجلاس ہوا جس میں آلِ علی بن ابی طالب اور آلِ عباس رضی اللہ عنہما میں سے مقتدر شخصیتیں اکٹھی ہوئیں۔ جن میں ابراہیم سفاح، منصور، عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب اور عبداللہ کے دونوں بیٹے محمد (المعروف بہ نفسِ زکیہ) اور ابراہیم وغیرہ بھی تھے۔ اس امر پر گفتگو ہوئی کہ آج لوگوں کی نظریں اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھ رہی ہیں، ہمیں باہم اتفاق کر کے اپنے

[1] اصولِ کافی جلد اول ص۲۹۷ کتاب الحجہ باب الاضطرار الی الحجہ (عقائد جعفریہ ص۴۲)



میں سے کسی کو امام مقرر کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لینا چاہیئے اس کے بعد تمام مملکتِ اسلامیہ میں اس کی خلافت و امامت کی دعوت پھیلانا چاہیئے شاید کہ اللہ ہماری مدد کرے اور ظالم اموی حکمرانوں سے نجات مل جائے۔ ابوجعفر منصور نے محمد بن عبداللہ نفسِ زکیہ کا نام پیش کیا سب نے اسے منظور کیا اور ان کے ہاتھ پر تمام حاضرین نے بیعت کر لی۔[1]

مگر بعد میں حالات نے عجیب کروٹ بدلی، آلِ عباس نے اس بیعت سے انحراف کر دیا، ان کو ابومسلم خراسانی کی شکل میں ایک عظیم مدبر خطیب اور مبلغ مل گیا جس نے لوگوں کو محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضؓ کی بیعت پر اکٹھا کر دیا۔ ابھی بیعت ہونا تھی کہ محمد کا اچانک انتقال ہو گیا چنانچہ ان کے بیٹے ابراہیم کی بیعت لی گئی۔ مگر آخری اموی خلیفہ نے ابراہیم کو قتل کروا دیا۔ اس کے قتل پر لوگوں نے اس کے بھائی سفاح کی طرف رجوع کیا چنانچہ ۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو کوفہ میں خلافتِ عباسیہ کی بنیاد پڑی اور سفاح کی بطور خلیفہ بیعت کی گئی۔ سفاح نے قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا کہ الاماں ۱۳۶ھ میں اس کے مرنے پر اس کے بھائی ابوجعفر منصور خلیفہ مقرر ہوا اس نے بھی لاکھوں بندگانِ خدا کا ناحق خون ڈال کر اپنا پایۂ تخت مضبوط کیا۔[2]

علماء کی وہ درگت بنائی گئی کہ خدا کی پناہ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو منصبِ قضاء قبول نہ کرنے پر دُرّے لگائے گئے۔ اولادِ سیّدہ فاطمہ رضؓ یعنی ساداتِ کرام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے ان کا عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ حضرت محمد نفسِ زکیہ کو یہ ڈر تھا کہ منصور مجھے ایک خطرہ سمجھ کر قتل کرنے سے باز نہیں آئے گا چنانچہ وہ روپوش ہو گئے منصور نے ان کا پتہ چلوانے کے لیے ان کے والد عبداللہ اور تمام چچاؤں اور

[1] مقاتل الطالبین ص۲۵۶ (عقائد جعفریہ ص۴۲)

[2] تاریخ الخلفاء حصہ سوم ذکر ابوجعفر عبداللہ المنصور۔

تمام چچازاد بھائیوں کو مدینہ طیبہ سے گرفتار کر کے پہلے عراق منگوایا، پھر انھیں انتہائی بے دردی کے ساتھ اذیتیں دے دے کر قتل کروا دیا۔ یہ قتل اتنا سفاکانہ تھا کر جسے قلم لکھنے سے گھبراتی ہے۔

ان حالات میں المعروف بہ نفسِ زکیہ نے ۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور کے خلاف مدینہ طیبہ میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ وہی محمد بن عبداللہ ہیں جنھیں خود سفاح اور منصور نے امام مان کر ان کی بیعتِ خلافت کی تھی مگر بعد میں پھر گئے۔ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور تمام علاقہ حجاز پر محمد کی حکومت قائم ہو گئی۔ منصور نے یہ بغاوت فرو کرنے کے لیے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی۔ اہلِ مدینہ نے نفسِ زکیہ کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کیا۔ وہ بڑی بے جگری سے لڑے مگر عراقی لشکر تعداد میں بہت زیادہ تھا اس لیے وہ مقابلہ نہ کر سکے۔ ان حالات میں نفسِ زکیہ کو ساتھیوں نے فرار ہو کر کہیں جا چھپنے کا مشورہ دیا مگر انھوں نے اسے جواں مردی کے خلاف جانا اور میدانِ کارزار میں لڑتے ہوئے مقام زیت میں جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ آپ کی لاش سولی پر لٹکا دی گئی۔

## بقولِ شیعہ کتب امام جعفر صادق سمیت تمام اولادِ علی رض نے نفسِ زکیہ کو امام مانا

۱۔ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بن الحسن ...... بَايَعَهُ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ جَمِيْعًا مِّنْ اٰلِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّاٰلِ الْعَبَّاسِ وَسَائِرِ بَنِيْ هَاشِمٍ محمد بن عبداللہ بن حسن کی تمام آلِ ابی طالب، آلِ عباس اور تمام بنی ہاشم کے مردوں نے بیعت کر لی۔[1]

۲۔ فَظَهَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ ..... وَلَمْ يَتَخَلَّفْ عَلَيْهِ قُرَشِيٌّ وَّلَا اَنْصَارِيٌّ وَّلَا عَرَبِيٌّ ۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ بن حسن نے خلیفہ منصور

[1] مقاتل الطالبین ص۲۳۳ تذکرہ محمد بن عبداللہ بن حسن (عقائد جعفریہ ۲/۹۴)



کے خلاف) خروج کر دیا۔ اور کوئی قریشی، انصاری یا عربی ایسا نہ رہا جس نے ان سے اختلاف کیا ہو۔[1]

۳۔ اہلِ مدینہ میں سے اگر کسی نے محمد نفسِ زکیہ کی خلافت و امامت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا تو وہ امام جعفر تھے جنھوں نے ابتداءً اس سے انکار کیا۔ نفسِ زکیہ نے ان کے پاس عیسیٰ بن زید بن زین العابدین رض کو بھیج کر انھیں بلوایا اور بیعت ہونے کو کہا۔ انھوں نے گول مول سا جواب دیا۔ نفسِ زکیہ نے کہا بَايِعْ تَاْمَنْ عَلٰى نَفْسِكَ وَمَالِكَ وَوَلَدِكَ وَلَا تُكَلَّفَنَّ حَرْبًا ۔ بیعت کر لو تمھاری جان، مال اور اولاد کو کوئی خطرہ نہ رہے گا اور جنگ کی تکلیف نہ اٹھانا پڑے گی ۔ امام جعفر نے کہا بھائی محمد! اس کام کے لیے نوجوانوں کی ضرورت ہے، میرے جیسے بوڑھوں کو رہنے دے! پھر یہ بھی اِنِّیْ لَمْ اُنَازِعْكَ وَلَمْ اٰجِئْ لِاَتَقَدَّمَ عَلَيْكَ فِي الَّذِيْ اَنْتَ فِيْهِ ۔ میرا تم سے کوئی تنازعہ نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں جس میں تم ہو میرا پیش قدمی کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔[2]

اس سے صاف پتہ چلا کہ حضرتِ نفسِ زکیہ نے نہ صرف یہ کہ امام جعفر صادق کی اس امامت کا انکار کیا ہے جو شیعوں کے ہاں منصوص من اللہ ہے بلکہ انھیں دھمکی بھی دی کہ ان کی بیعت کر لیں۔ تاکہ جان و مال محفوظ رہے اور امام جعفر صادق نے یہ کہہ کر اپنے منصوص من اللہ امام ہونے کا انکار کر دیا کہ جس معاملہ میں تم ہو میرا تو اس معاملہ میں پیش قدمی کرنے کا کوئی ارادہ ہی نہیں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تمھارا مخالف ہرگز نہیں یہاں یہ بھی یاد رہے کہ نفسِ زکیہ اور امام جعفر باہم چچازاد بھائی ہیں۔ نفسِ زکیہ امام حسن رض کے پر پوتے ہیں۔

[1] اصول کافی جلد ۱ ص۳۶۲ کتاب الحجہ باب مایفصل الخ (عقائد جعفریہ ۲/۱۱۱)

توامام جعفر امام حسین رض کے پرپوتے ہیں۔

۱۴ خلیفہ منصور کو جب محمد نفس زکیہ کی بغاوت کا پتہ چلا تو اس نے مدینہ طیبہ سے آئے ہوئے ایک شخص سے پوچھا اس کی اطاعت کن لوگوں نے کی ہے؟ اس نے جواب دیا وُلْدُ عَلِيٍّ وَّ وُلْدُ جَعْفَرَ وَعَقِيْلٍ وَّ وُلْدُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَوُلْدُ الزُّبَيْرِ ابْنِ الْعَوَّامِ وَسَائِرُ قُرَيْشٍ وَاَوْلَادُ الْاَنْصَارِ۔ حضرت علی رض کی اولاد، جعفر و عقیل کی اولاد، حضرت عمر فاروق رض کی اولاد، حضرت زبیر العوام رض کی اولاد، تمام قریش اور تمام انصار صحابہ کی اولاد نے اس کی بیعت کر لی ہے [۱]

## شیعہ کتب سے حضرتِ نفسِ زکیہ کے فضائل

حضرتِ نفسِ زکیہ کتبِ اہل سنت کے مطابق بھی زہد و ورع، تقویٰ و پرہیزگاری اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب کہ کتبِ شیعہ نے تو ان کے محامد میں بہت کچھ لکھا ہے۔

۱۔ نفسِ زکیہ کے والد حضرت عبداللہ محض اور چچے اور چچازاد بھائی جو اس لیے مدینہ طیبہ سے گرفتار کر کے عراق لائے گئے تھے کہ ان کے بدلے میں روپوش نفسِ زکیہ پر ہاتھ ڈالے جائیں اور بعد میں انھیں قتل کر دیا گیا۔ ان کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اولاد میں سے سات آدمی کنارۂ فرات پر دفن کیے جائیں گے۔ نہ پہلے لوگوں میں سے کوئی ان کا ہوا ہے نہ بعد والوں میں سے کوئی ان کا مقام پا سکتا ہے [۲]

۲۔ نفسِ زکیہ نے اپنی شہادت سے عین قبل اپنے متبعین کے اسماء پر مشتمل دفتر جلوا دیا، تاکہ وہ خلیفہ کے ہاتھ نہ لگے اور بے گناہ لوگوں کا قتل نہ ہو۔ اس

---

[۱] مروج الذہب جلد سوم صفحہ ۲۹۴

[۲] مقاتل الطالبیین صفحہ ۱۹۳۔ تذکرہ علی بن الحسن



لیے انھیں نفسِ زکیہ کہا گیا یعنی پاک کر دینے والا اور آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مصداق ٹھہرے کہ يُقْتَلُ بِاَحْجَارِ الزَّيْتِ مِنْ وُلْدِيْ نَفْسٌ زَكِيَّةٌ۔ میری اولاد میں سے ایک پاکیزہ نفس مقام احجار زیت پر قتل ہو گا۔ [۱]

۳۔ ابوالحجاج منقری کہتا ہے کہ میں نے نفسِ زکیہ کو لڑتے دیکھا تو یوں لگا جیسے امیر حمزہ میدان میں آ گئے ہیں ان کی تلوار کا جدھر رُخ ہو جاتا کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ اس کے بعد میں نے اپنے دادا سے سنا کہ حضرت محمد نفسِ زکیہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ذوالفقار تھی [۲]

۴۔ امام باقر رض کے پاس ایک آدمی آیا، کہنے لگا نفسِ زکیہ فرار ہو گیا ہے (وہ روپوش ہوئے تھے) آپ نے فرمایا تو بکتا ہے ہم اہلِ بیت بھاگا نہیں کرتے [۳]

۵۔ جب نفسِ زکیہ کا خاندان گرفتار کر کے لایا گیا اور تھوڑی دیر کے لیے بابِ مسجد نبوی پر انھیں ٹھہرایا گیا اور حال یہ تھا کہ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گردنوں میں آہنی طوق تھے۔ تو یہ منظر دیکھ کر امام جعفر کی حالت غیر ہو گئی۔ آپ نے ایک جوتا پہن رکھا تھا اور دوسرا ہاتھ میں پکڑے گھر کو چل دیئے، چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی اسی غم میں بیس روز تک بخار میں دھنکتے رہے تا آنکہ گھر والوں کو آپ کی وفات کا خطرہ ہونے لگا [۴]

## امام جعفر نے نفسِ زکیہ کو امام مہدی قرار دیا

۱۔ یہ بات عام تواریخ میں بھی ہے کہ سفاح اور منصور کے

---

[۱] ناسخ التواریخ حالات امام حسن مجتبیٰ جلد دوم صفحہ ۳۴۷ (عقائد جعفریہ ۹۹/۲) [۲] مقاتل الطالبیین صفحہ ۲۷۱ (عقائد جعفریہ ۹۸/۲) [۳] مقاتل الطالبیین صفحہ ۲۷۳ (عقائد جعفریہ ۹۸/۲)

[۴] اصول کافی جلد اول صفحہ ۳۶۱ کتاب الحجہ باب ما یفصل بہ الخ (عقائد جعفریہ ۹۴/۲)

قتل و غارت اور خونریزی کے گرم بازار کے عین درمیان میں جب محمد بن عبداللہ نفسِ زکیہ نے دعویٰ امامت کر کے خروج کر دیا اور حرمین شریفین میں ان کی خلافت کے خطبے پڑھے جانے لگے تو لوگوں کو ان کے امام مہدی ہونے کا گمان ہونے لگا اس لیے کہ ان کا نام اور کام مہدی موعود کی سیرت کا آئینہ دار تھا حَتّٰی لَا یَشُکُّ اَحَدٌ اَنَّہٗ ھُوَالْمَھْدِیُّ وَشَاعَ لَہٗ ذٰلِکَ فِی الْعَامَّۃِ۔ تا آنکہ کسی کو اس میں شک نہ رہا کہ وہی مہدی ہیں اور یہ بات عام لوگوں میں بھی مشہور ہو گئی۔ [1]

۲۔ شیخ ابوالفرج اصفہانی نے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت جعفر صادق علیہ السّلام نے نفسِ زکیہ کے گھوڑے کی رکاب تھام لی، کسی نے اس پر اعتراض کیا، آپ نے اسے فرمایا وَیْحَکَ ھٰذَا مَھْدِیُّنَا اَھْلَ الْبَیْتِ۔ تجھ پر افسوس ہے جانتے نہیں ہو کہ یہ ہم اہلِ بیت کے مہدی ہیں؟ [2]

## شیعوں سے چند سوالات

۱۔ آپ کی کتب کے مطابق تمام کے تمام آلِ ابی طالب اور آلِ جعفر و عقیل نے نفسِ زکیہ کو امام مان لیا تھا۔ کیا ان میں سے کسی کو بھی امام جعفر کے منصوص من اللہ امام و خلیفہ ہونے کا علم نہ تھا؟ کیا وہ سب کافر و مرتد ہو گئے تھے؟

۲۔ نفسِ زکیہ کو یہ لقب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ وہ امام جعفر سے اپنی امامت منوا رہے ہیں اور امامِ موصوف مان رہے ہیں۔ کہاں گیا آپ کا عقیدۂ امامتِ منصوصہ؟

۳۔ امام جعفر نفسِ زکیہ کو امام مہدی قرار دے رہے ہیں فرمائیے کہاں گئی اماموں کی بارہ والی وہ تعداد جن کا آخری امام، امامِ مہدی ہے؟ سارے شیعی عقیدہ کی

[1] مقاتل الطالبین ص۲۳۳ [2] عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب (عقائد جعفریہ ج۲)



اساس ختم ہو گئی ہے۔

## چوتھی شخصیت، امام موسیٰ کاظم کے چچا زاد بھائی حضرت حسین بن علی کا ان کی موجودگی میں دعویٰ امامت

شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت موسیٰ کاظم بن حضرت جعفر صادق ساتویں منصوص من اللہ امام ہیں اور ان کا زمانۂ امامت ۱۲۸ھ سے ۱۸۳ھ تک ہے جب کہ اسی دور میں سادات کی ایک عظیم شخصیت حضرت حسین بن علی نے خروج کر کے دعویٰ خلافت و امامت کا کیا۔

حضرت حسین بن علی کا نسب یہ ہے حسین بن علی بن حسن (مثلث) بن حسن (مثنّیٰ) بن امام حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب۔ جبکہ امام موسیٰ کاظم کا نسب یوں ہے موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی (زین العابدین) بن امام حسینؓ تو یہ حسین بن علی اور امام موسیٰ کاظم باہم چچا زاد بھائی ہیں۔

ان کے خروج کا واقعہ یہ ہے کہ چوتھے عباسی خلیفہ ہادی بن مہدی بن منصور کے دورِ خلافت میں ۱۵۹ھ میں انھوں نے اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے شریعتِ مطہرہ کے عملی نفاذ اور اسلام کی سربلندی کے لیے مدینہ طیبہ میں حکومتِ وقت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا خوب لڑائی ہوئی حضرت حسین بن علی کو غلبہ حاصل ہوا آپ نے بھی اسلاف کی پیروی میں ہر شخص سے یہی بیعت لی کہ قرآن و سنت پر عمل کرنا ہوگا۔ اسلام کے لیے جینا ہوگا اور اسلام کے لیے مرنا ہوگا۔ اکیس دن بعد انھوں نے مکہ مکرمہ پر بھی غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ تمام آلِ ابی طالب نے ان کی بیعت کر لی، وَلَمْ یَتَخَلَّفْ عَنْہُ اَحَدٌ مِّنَ الطَّالِبِیِّیْنَ اِلَّا الْحَسَنُ بْنُ جَعْفَرَ بْنَ الْحُسَیْنِ ابْنِ الْحَسَنِ۔ آلِ ابی طالب میں سے حسن بن جعفر بن حسن بن امام

حسن کے سوا کوئی بھی ایسا شخص نہ رہا جس نے ان کی بیعت نہ کی ہو۔[1]

حضرتِ حسین بن علی نے امام موسیٰ کاظم کو بھی اپنی امامت و خلافت قبول کرنے کی دعوت دی مگر انھوں نے عاجزانہ درخواست کی کہ انھیں مجبور نہ کیا جائے تو اصولِ کافی کے مطابق حضرت حسین نے انھیں معاف کر دیا۔ اصول کافی میں ہے

لَمَّا خَرَجَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَقْتُوْلُ بِفَخٍّ وَاحْتَوٰى عَلَى الْمَدِيْنَةِ دَعَا مُوْسٰى ابْنَ جَعْفَرَ اِلَى الْبَيْعَةِ ۔ جب حسین بن علی نے جو مقام فخ میں قتل کیے گئے تھے خروج کیا اور مدینہ طیبہ پر غلبہ پا لیا تو امام موسیٰ کاظم کو بیعت کے لیے بلایا۔[2]

یہاں اصول کافی کے حوالے سے ایک نہایت قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ امام موسیٰ کاظم نے حضرت حسین کے ارادے بھانپ کر ان کے خروج سے پہلے انھیں مکہ مکرمہ سے ایک خط لکھا تھا (اس وقت امام موسیٰ مکہ میں تھے) اس خط میں انھوں نے حضرتِ حسین کو خلیفۂ وقت کی مخالفت سے سخت ڈرایا دھمکایا ہے اور خلیفہ کی حکومت کے بقا و دوام کی دعا کی ہے۔ بعض الفاظ یہ ہیں اَنَا مُتَقَدِّمٌ اِلَيْكَ اُحَذِّرُكَ بِمَعْصِيَةِ الْخَلِيْفَةِ وَاُحِثُّكَ عَلٰى بِرِّهٖ وَطَاعَتِهٖ وَاَنْ تَطْلُبَ لِنَفْسِكَ اَمَانًا... ...... حَتّٰى يَمُنَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ بِمَنِّهٖ وَفَضْلِهٖ وَرِقَّةِ الْخَلِيْفَةِ اَبْقَاهُ اللّٰهُ ۔ میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔ میں تمھیں خلیفہ کی مخالفت سے ڈراتا ہوں اور تمھیں ترغیب دلاتا ہوں کہ اس سے نیکی کرو اور اس کی اطاعت میں رہو اور اس سے اپنی جان بچانے کی فکر کرو۔ تاکہ اللہ تم پر اپنے فضل و احسان سے اور خلیفہ کی رحم دلی کے ذریعہ سے مہربانی فرمائے۔ اللہ خلیفہ کو ہمیشہ باقی رکھے۔[3]

---

[1] مقاتل الطالبین صـ۴۴۷ تذکرہ عبداللہ بن اسحاق (عقائد جعفریہ ۱۴۲/۲)

[2] اصولِ کافی جلد اوّل صـ۳۶۶

[3] " " صـ۳۶۷ کتاب الحجہ باب ما یفصل بہ الخ (عقائد جعفریہ ۲۸۳/۲)



مگر حسین بن علی اس خط کی وجہ سے ڈرے یا گھبرائے نہیں۔ انھوں نے مردانہ وار خروج کیا، آٹھ ذی الحجہ ۱۵۹ھ کو مکہ مکرمہ کے قریب مقام فخ پر عراقی لشکر سے لڑائی ہوئی اور شجاعت و جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے کہ دوسرا کربلا بپا ہو گیا سادات کرام کی بہت بڑی تعداد ان کی ہمرکابی میں عظمتِ شہادت سے سرفراز ہوئی۔ بالآخر آپ نے بھی جامِ شہادت نوش فرمایا، تمام ساداتِ کرام کی لاشوں کے سر کاٹ لیے گئے اور انھیں خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

## حضرتِ حسین بن علی کے فضائل از کتبِ شیعہ

[1] جب حسین بن علی اور ان کے ساتھیوں کے سر ہائے مبارک عراقی لشکر کے سالار موسیٰ بن عیسیٰ کے پاس لائے گئے تو اس وقت امام موسیٰ کاظم بھی وہاں موجود تھے۔ انھوں نے کہا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، قسم بخدا کہ حسین از دنیا رفت مسلمان و صالح و بسیار روزہ گیرندہ، امر کنندہ بہ نیکی ہا و نہی کنندہ از بدیہا و در ساداتِ حسنی مثل خود نداشت — قسم بخدا حسین دنیا سے مسلمان اور صالح گیا۔ وہ کثرت سے روزہ رکھنے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے والا تھا، حسنی سادات میں اس کی مثل نہ تھی۔[1]

[2] حضرت زید بن علی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں ایک بار مقامِ فخ پر آئے تو وہاں صحابہ سمیت نماز جنازہ پڑھی۔ اور فرمایا "یہاں میرے اہلِ بیت میں سے ایک آدمی کچھ اہلِ ایمان سمیت قتل کیا جائے گا ان کے کفن اور حنوط جنت سے اتریں گے، ان کی روحیں سیدھی جنت میں جائیں گی۔[2]

---

[1] منتخب التواریخ صـ۵۳ باب ۹ فصل ششم (عقائد جعفریہ ۱۴۴/۲)

[2] مقاتل الطالبین صـ۴۳۶

۳ مقامِ فخ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ نماز رو پڑے، آپ کی وجہ سے صحابہ بھی رو دیئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے ہیں۔ اور انھوں نے بتلایا ہے کہ آپ کی اولاد میں سے ایک شخص یہاں قتل کیا جائے گا۔ وَاَجْرُ الشَّهِيْدِ مَعَهٗ اَجْرُ الشَّهِيْدَيْنِ۔ اس کے بعد شہادت پانے والے کو دو شہیدوں کا مرتبہ ملے گا۔ [۱]

۴ حضرت حسین بن علی رض کے لشکر کا ایک زخمی جس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور گوشت اُتر گیا تھا۔ رات بھر کراہتا رہا اور زور سے چیختا نہیں تھا کہ دشمن فوج تک آواز چلی جائے گی اور وہ ماردیں گے۔ رات کے کسی پہر خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بازو اپنی جگہ پر لگا دیا۔ وہ آدمی جس کا نام نضر الخفاف تھا کہتا ہے میں صبح اٹھا تو زخم درست ہو گیا تھا اور درد کا نام تک نہ تھا۔ [۲]

۵ امام جعفر صادق ایک بار سفر میں تھے۔ جب مقامِ فخ پر آئے تو آپ نے وہاں اُتر کر وضو کیا نماز پڑھی اور چل دیئے کسی نے پوچھا کیا یہاں نماز پڑھنا افعالِ حج میں سے ہے؟ فرمایا نہیں۔ وَلٰكِنْ يُّقْتَلُ هُنَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْ عِصَابَةٍ تَسْبِقُ اَرْوَاحُهُمْ اَجْسَادَهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ۔ لیکن یہاں میری اہلِ بیت میں سے ایک آدمی اپنی جماعت کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ ان کی روحیں ان کے جسموں سے پہلے جنت میں جائیں گی۔ [۳]

۶ از امام تقی ؑ مرویست کہ بعد از کربلا واقع عظیم تر بر سادات از جنگ فخ واقع نہ سد ـــ حضرت امام تقی ؒ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ واقعہ کربلا

[۱] مقاتل الطالبین صفحہ ۴۳۶ (عقائد جعفریہ ۱۲۸/۲)
[۲] 〃 〃 صفحہ ۴۵۷ (〃 〃)
[۳] 〃 〃 صفحہ ۴۳۷ (〃 ۱۳۴/۲)



کے بعد ساداتِ کرام پر واقعۂ فخ سے زیادہ ہولناک اور عظیم ترین کوئی اور صدمہ نہیں آیا۔ [۱]

**مقامِ عبرت** شیعہ عقائد کے مطابق پیچھے گذر چکا ہے کہ بارہ ائمہ اہلِ بیت منصوص من اللہ خلیفہ و امام ہیں جو ان کی موجودگی میں دعویٰ امامت کرے وہ کافر اور جہنمی ہے اس کا چہرہ قیامت میں سیاہ ہوگا خواہ وہ فاطمی اور علوی ہی کیوں نہ ہو۔ اس قاعدہ کے مطابق حضرت حسین بن علی رض بھی نعوذ باللہ کافر و مرتد ہو گئے ان کا چہرہ قیامت میں سیاہ ہوگا کیونکہ انھوں نے اہلِ بیت کے ساتویں منصوص من اللہ امام حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کا انکار کیا تھا۔ حالانکہ یہ وہ شخصیت ہے جن کا کفن شیعہ کتب کے مطابق جنّت سے آیا تھا۔ ان کی نماز جنازہ (یعنی دعائے خیر) خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی اور جن کے لشکر کے زخمی شخص کا بازو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درست فرمایا تو یقیناً وہ عقیدہ ہر لحاظ سے غلط ہے جس کی وجہ سے اتنی عظیم شخصیت بھی کافر ٹھہرتی ہے۔

یہ بات بھی کتنی تعجب خیز ہے کہ امام موسیٰ کاظم کو شیعہ ساتواں منصوص من اللہ خلیفہ مانتے ہیں اور وہ عباسی خلیفہ کی خلافت کے دوام و بقا کی دعا کر رہے ہیں اس اعتبار سے تو خود امام موسیٰ کاظم پر بھی معاذ اللہ کفر کا فتویٰ آجاتا ہے۔ سبحان اللہ۔

[۱] منتخب التواریخ صفحہ ۵۳

## حضرت علی رضا کی موجودگی میں ان کے چچا محمد بن جعفر، ان کے بھائیوں اور دیگر سادات کا دعویٰ امامت

شیعی عقیدہ کے مطابق آٹھویں منصوص من اللہ امام، حضرت علی رضا ہیں جو حضرت موسیٰ کاظم بن حضرت جعفر صادق کے بیٹے تھے وہ ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے ۱۸۳ھ میں اپنے والد کی وفات کے بعد بقولِ شیعہ امام بنے ۲۰۳ھ میں فوت ہوئے تو ان کا زمانۂ امامت ۱۸۳ھ سے ۲۰۳ھ تک عرصہ بیس سال ہے اسی عرصہ میں ساداتِ کرام کی مقتدر شخصیتوں نے دعویٰ امامت و خلافت کیا۔ جس کا ذکر یوں ہے۔

ساتواں عباسی خلیفہ مامون الرشید ۱۹۸ھ میں اپنے بھائی امین کے قتل کے بعد سر برآرائے سلطنت ہوتا ہے۔ اس نے اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کے بھائی حسن بن سہل کو بصرہ، کوفہ، یمن، حجاز اور ایران، ان تمام علاقوں کا عامل اور گورنر مقرر کیا۔ فضل اور سہل دونوں ایرانی تھے اس لیے اہلِ عرب یہ سمجھتے تھے کہ عجمیوں کو ان پر مسلط کر دیا گیا ہے ان حالات میں ساداتِ کرام یعنی اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمیشہ سے عباسی خلفاء کے ہاتھوں ظلم سہتے آ رہے تھے۔ اہلِ عرب کی ہمدردیاں حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔

چنانچہ ۱۹۹ھ سے ۲۰۰ھ تک کے عرصہ میں ساداتِ کرام میں سے جن لوگوں نے مختلف علاقوں میں دعویٰ امامت و خلافت کیا وہ اہلِ تشیع کی ایک معتبر تاریخی کتاب مروج الذہب سے پیش کیا جاتا ہے۔

"۱۹۹ھ میں ابو السرایا سری بن منصور شیبانی نے عراق میں خروج کیا۔ اس کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی مرتضیٰ رضہ نے



بھی خروج کیا (تاریخ کے مطابق محمد بن ابراہیم مدعیِ خلافت تھے اور ابو السرایا ان کا دستِ راست تھا) مدینہ میں محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی مرتضیٰ رضہ نے دعویٰ خلافت کیا۔ بصرہ میں علی بن محمد بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضہ مدعیِ خلافت ہوئے۔ ان کے ساتھ زید بن موسیٰ کاظم رح بھی تھے اور یمن میں ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق رح دعویٰ خلافت لے کر اٹھے۔ اسی طرح مکہ اور دیگر حجازی علاقہ میں محمد بن جعفر صادق رح بن محمد باقر رح ظاہر ہوئے یہ ۲۰۰ھ کی بات ہے۔ محمد بن جعفر نے لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دی اور بہت لوگوں نے اسے قبول کیا۔" [1]

مقاتل الطالبیین میں ہے کہ محمد بن جعفر صادق رح نے مکہ میں ظہور کیا۔ لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دی۔ اہلِ مدینہ نے بھی ان کے لیے ان کے کسی فرستادہ عامل کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حسین بن علی صاحبِ فخ کے بعد اہلِ حرمین نے اگر کسی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے تو وہ محمد بن جعفر صادق رح ہی تھے۔ [2]

شیعی مؤرخ مسعودی لکھتا ہے وَلَيْسَ فِي آلِ مُحَمَّدٍ مِمَّنْ ظَهَرَ لِإِقَامَةِ الْحَقِّ مِمَّنْ سَلَفَ وَخَلَفَ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ مَنْ يُسَمَّى بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ هٰذَا۔ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جن لوگوں نے اقامتِ حق کے لیے خروج کیا، ان میں سے امیر المؤمنین کا لقب ان محمد بن جعفر کے سوا کسی کے لیے نہیں رہا۔ [3]

**محمد بن جعفر کے فضائل از کتب شیعہ**

۱۔ محمد بن جعفر ایک روز بچپن میں اپنے والد امام جعفر صادق رضہ کے پاس آئے۔

---

[1] مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۴۳۹ ذکر ایام المامون (عقائد جعفریہ ۱۵۶/۲)

[2] مقاتل الطالبیین صفحہ ۵۳۷ [3] مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۴۳۹

وہ دوڑتے آرہے تھے اور قمیص زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ امام جعفر نے لپک کر انھیں اٹھا لیا، چوما، پیشانی سے مٹی جھاڑی اور سینے پر بٹھا لیا اور فرمانے لگے۔ میرے والد (امام باقر) نے مجھے فرمایا تھا اِذَا وُلِدَ لَكَ وَلَدٌ يُشْبِهُنِيْ فَسَمِّهِ بِاسْمِيْ فَهُوَ شَبِيْهِيْ وَشَبِيْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جب تمھارے ہاں میرا ہم شکل کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا نام میرے نام پر رکھنا وہ میرا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم شکل ہوگا۔[1]

۲۔ حضرتِ ابو طاہر احمد بن عیسٰی بن عبد اللہ کے پاس حضرت محمد بن جعفر کا تذکرہ ہوا تو وہ ان کی بہت تعریف کرنے لگے۔ انھوں نے کہا كَانَ عَابِدًا فَاضِلًا وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا۔ وہ بڑے عابد و فاضل تھے۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔[2]

۳۔ وہ اس قدر سخی تھے کہ ان کی بیوی خدیجہ بنتِ عبد اللہ بن حسین بن امام حسین رضی اللہ عنہ کہتی ہیں۔ وہ جو کپڑا زیب تن کر کے گھر سے نکلتے۔ واپس آنے سے قبل اسے ہبہ کر چکے ہوتے۔[3]

یہاں یہ بات یاد رہے کہ یہ محمد بن جعفر تو حضرت امام علی رضا کے سگے چچا ہیں جب کہ باقی ان حضرات کی امام علی رضا سے جو ان کی موجودگی میں مدعی خلافت و امامت ہوئے۔ رشتہ داری یہ ہے کہ زید بن موسٰی جو بصرہ میں مدعی امامت تھے اور ابراہیم بن موسٰی جو یمن میں دعوٰی امامت کر رہے تھے دونوں حضرت علی رضا کے سگے بھائی ہیں۔ جب کہ محمد بن ابراہیم جو ابو السرایا کی مدد سے خلیفہ و امام کہلائے حضرت علی رضا کے چچا زاد بھائی ہیں وہ چار پشتوں کے واسطے سے

[1] فرق الشیعہ ص۷۶ (عقائد جعفریہ ۲/۱۵۱) [2] مقاتل الطالبین ص۵۳۸ (عقائد جعفریہ ۲/۱۵۱)
[3] مقاتل الطالبین ص۵۳۸ (عقائد جعفریہ ۲/۱۵۳)



امام حسن کے بیٹے ہیں اور حضرت علی رضا بھی چار ہی پشتوں کے ذریعے امام حسین کے بیٹے ہیں۔

## دعوتِ فکر

حضرت محمد بن جعفر شیعہ کتب کے مطابق عبادت و ریاضت اور علم و فضل میں بلند مقام رکھتے تھے۔ سخاوت میں کوئی ان کا ہم سر نہ تھا اور امام باقر و جعفر رحمہما اللہ کو ان پر ناز تھا کہ وہ شبیہِ رسولِ خدا تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنی عظیم شخصیت شیعوں کے اس عقیدہ کے سبب کافر و مرتد ٹھہرتی ہے کیونکہ انھوں نے آٹھویں منصوص من اللہ امام علی رضا کی موجودگی میں امامت و خلافت کا دعوٰی کیا اور امیر المؤمنین کہلائے اور حیرانی ہے کہ حضرت علی رضا کے سگے بھائیوں اور قریب ترین عزیزوں کو ان کے منصوص من اللہ امام ہونے کا علم نہ تھا کس قدر نا قابلِ تسلیم بات ہے؟ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شیعوں کا دعوٰی حُبِ اہلِ بیت ایک دھوکہ ہے۔ وہ صرف چند افراد اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں باقی سب کو کافر و مرتد اور جہنمی قرار دیتے ہیں جبکہ اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ بیتِ رسول کا ہر ہر بچہ لائق صد احترام ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ ؏

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ؎ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

شیعوں نے بارہ ائمہ اہلِ بیت کو منصوص من اللہ امام بنا کر سب سے پہلے تمام صحابہ کرام کو کافر قرار دیا۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی کی وفاتِ رسول کے بعد خلافت نہ مانی۔ اگر صحابہ تک ہی بات رہتی تو بھی فتنہ کچھ کم نہ تھا مگر بات آگے بڑھی اور اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی جلیل القدر شخصیات کو بھی کافر قرار دیا گیا جن میں حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت زید بن امام زین العابدین، حضرت محمد بن عبد اللہ نفسِ زکیہ، صاحبِ فخ حضرت حسین بن علی اور حضرت محمد بن جعفر صادق۔

جیسی ان گنت جلیل القدر و عظیم المرتبت شخصیات اور حسنی حسینی سادات کرام شامل ہیں ہم ایسے مذہب پر لعنت بھیجتے ہیں جو آلِ رسول کو کافر بنائے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رح تو حضرت نفسِ زکیہ کی حمایت کرنے کی وجہ سے جیل میں جائیں اور وہیں ان کا وصال ہو جائے اور شیعہ مذہب حضرت نفسِ زکیہ کو کافر ٹھہرائے؟ کیا شیعوں کی حبِ اہل بیت یہی ہے؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

## پانچویں شخصیت، محمد بن قاسم علوی کا امام محمد تقی کی موجودگی میں دعویٰ امامت

حضرت امام تقی شیعوں کے نزدیک نوویں منصوص من اللہ خلیفہ اور امام ہیں۔ وہ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے ۲۰۳ھ میں اپنے والد حضرت علی رضا کی وفات پر منصبِ امامت پر فائز ہوئے۔ اور ۲۲۰ھ میں واصل الی اللہ ہو گئے۔ ان کی موجودگی میں سادات کرام کی ایک عظیم شخصیت محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن زین العابدین بن امام حسین رض نے خراسان میں دعویٰ امامت کیا۔ وہ مدینہ میں رہتے تھے۔ خراسان کے حجاج کرام جب مدینہ طیبہ میں آتے تو ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرتے۔ جب اہلِ خراسان کی ایک بڑی تعداد نے انھیں امام و خلیفہ مان لیا تو وہ پہلے کوفہ اور پھر خراسان پہنچے (وہاں بہت سے سرداران معتصم باللہ کے گورنر عبداللہ بن طاہر نے ان کے مقابلہ میں فوج بھیجی) محمد بن قاسم کو شکست ہوئی وہ گرفتار ہوئے اور قید خانہ سے کسی طرح فرار ہو گئے پھر پتہ نہیں چلا کہ کدھر گئے۔ یہ ۲۱۹ھ کی بات ہے۔

شیعوں کی معتبر تاریخ مروج الذہب میں ہے وَانْقَادَ إِلَيْهِ وَإِلَى إِمَامَتِهِ خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ۔ حضرت محمد بن قاسم کی امامت کی طرز پر



لوگوں میں سے ایک خلقِ کثیر نے رجوع کیا۔[1]

یاد رہے یہ محمد بن قاسم رشتے میں حضرت امام تقی کے چچا ہیں۔ وہ تین واسطوں سے حضرت امام زین العابدین کے بیٹے ہیں اور امام تقی چار واسطوں سے۔

## کتبِ شیعہ سے حضرت محمد بن قاسم کے اوصاف

۱۔ وَكَانَ بِالْكُوفَةِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَالزُّهْدِ وَالْوَرَعِ فِي نِهَايَةِ الْوَصْفِ۔ وہ کوفہ میں (جب تھے تو) عبادت، ترکِ دنیا اور خشیتِ الٰہی میں آخری درجے پر فائز تھے۔[2]

۲۔ وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ وَالدِّينِ وَالزُّهْدِ وَحُسْنِ الْمَذْهَبِ وہ علم و فقہ، دینداری، ترکِ دنیا اور خوبی عقیدہ جیسی صفات کے حامل تھے۔[3]

۳۔ ابراہیم بن غسان کہتا ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو صاحبِ اجتہاد در گزر کرنے والا اور اللہ کو یاد کرنے والا نہیں دیکھا۔ وہ نہایت قوی الارادہ اور متوکل تھے، ان پر بہت مصائب آئے مگر کبھی کسی نے ان پر بے قراری نہیں دیکھی۔ اور نہ ہی کبھی کسی نے انھیں ہنستے یا مزاح کرتے دیکھا تھا۔[4]

اہلِ تشیع کے نزدیک اتنا بڑا متقی، زاہد، متوکل، شب زندہ دار، مجتہد، فقیہ اور ذاکر و شاکر آدمی بھی کفر و ارتداد کے فتوٰی سے محفوظ نہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام حضرت محمد تقی کی موجودگی میں امامت کا دعویٰ کیا اور خلافت کے علمبردار رہے یعنی خلفاء راشدین سے لے کر تمام اموی اور عباسی خلفاء تو ان کے نزدیک (معاذ اللہ) کافر و مرتد تھے ہی۔ وہ لوگ بھی کافر قرار پا

---

۱ مروج الذہب جلد سوم ص۲۶۴ ۲ ایضاً ۳ مقاتل الطالبین ص۵۷۷ (عقائد جعفریہ ص۱۶۶/۲) ۴ ایضاً ص۵۸۴ (عقائد جعفریہ ص۱۶۷/۲)

گئے جو حضرت امام حسن اور حسین رض کی اولاد تھے اور اتقاء و پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے اور یہ ساری خلقِ خدا اس لیے اسلام سے نکل گئی کہ انھوں نے شیعوں کے نزدیک اللہ کے مقرر کردہ بارہ ائمہ اہلِ بیت کی موجودگی میں خلافت سنبھالی یا اس کا دعویٰ کیا، تو کہنا پڑتا ہے کہ یہ عقیدہ ہی غلط اور خلافِ رضائے الٰہی ومنشائے رسول ہے۔

## چھٹی شخصیت، امام علی نقی اور امام حسن عسکری کی موجودگی میں امامت کا دعویٰ کرنے والے سادات کرام

امام علی نقی شیعوں کے نزدیک دسویں منصوص من اللہ امام ہیں، ان کی ولادت ۲۱۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ۲۲۰ھ میں ان کے والد حضرت امام محمد تقی فوت ہو گئے ان کی عمر اس وقت صرف چھ سال تھی آپ بچپن ہی میں منصبِ امامت پر فائز ہو گئے، ۲۵۴ھ میں آپ زہر خوارنی سے شہید کیے گئے آپ کی موجودگی میں جبکہ عباسی خلیفہ مستعین باللہ مسند نشینِ سلطنتِ اسلامیہ تھا۔ یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے کوفہ میں خروج کیا۔ اہلِ کوفہ نے ان کی بیعت کی، انھوں نے وہاں کے عباسی گورنر کو مار بھگایا اور کوفہ میں ایسا عدل و انصاف برپا کیا کہ لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے۔ عباسی وزیر محمد بن عبداللہ بن طاہر نے ان کے مقابلہ میں لشکر بھیجا، کوفہ سے باہر لڑائی ہوئی، لڑائی میں یحییٰ بن عمر شہید ہو گئے۔ ان کا سر کاٹ کر عباسی خلیفہ مستعین کے پاس بغداد بھیج دیا گیا اہلِ بغداد یہ سر دیکھ کر دھاڑیں دینے لگے کہ اتنے عظیم آدمی کا یہ حال کیا گیا ہے بلکہ ایک عباسی امیر داؤد بن قاسم سے ضبط نہ ہو سکا اس نے سر لانے والے سے کہا اے ابن طاہر!



اگر آج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے تو لوگ ان کے پاس تعزیت کے لیے آتے۔ یہ ۲۵۰ھ کی بات ہے ان کے قتل پر شعراء نے بڑے دردناک قصائد و مراثی لکھے۔ مروج الذہب میں مشہور شیعہ مؤرخ مسعودی نے انھیں نقل کیا ہے۔[۱]

حضرت امام علی نقی ہی کے زمانے میں بلاد طبرستان میں حضرت حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن حسن بن علی مرتضیٰ رض نے خروج کیا طبرستان کے علاوہ دیلم اور رے کے علاقے بھی ان کے زیر تسلط آ گئے اور وہاں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔ ایک خلقِ کثیر نے ان کی بیعت کی یہ عرصہ بیس سال تک ان کی حکومت قائم رہی پھر ان کے وصال کے ساتھ ہی ان کی حکومت بھی ختم ہو گئی۔[۲]

یاد رہے رشتے کے اعتبار سے یہ امام نقی رض کے چچازاد بھائی لگتے ہیں۔ یہ سات واسطوں سے امام حسن رض کے بیٹے ہیں اور امام نقی بھی سات ہی واسطوں سے امام حسین رض کی اولاد ہیں۔

۲۵۰ھ میں بلاد قزوین میں حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن حضرت علی رض نے دعویٰ امامت کیا۔[۳] یہ رشتے میں امام نقی کے چچا ہیں۔

اسی طرح شیعوں کے نزدیک حضرت امام حسن عسکری گیارہویں منصوص من اللہ امام و خلیفہ ہیں یہ ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے ۲۶۰ھ میں واصل باللہ ہو گئے۔

ان کے زمانہ میں ۲۵۶ھ میں علوی اور فاطمی خاندان میں سے دو قابلِ ذکر شخصیتیں مدعی خلافت بن کر نکلیں۔ مصر میں ابراہیم بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن حضرت علی رض نے اور کوفہ میں علی بن زید علوی نے خروج کیا۔ کچھ عرصہ دونوں نے

---

[۱] مروج الذہب ص۶۳ جلد ۴، اعتقادِ جعفریہ ص۱۴۲/۲) [۲] مروج الذہب ص۶۸ جلد ۴، اعتقادِ جعفریہ ص۱۴۲/۲)
[۳] 〃 〃 ص۶۹ 〃 〃 〃 ۱۴۳/۲)

حکومت کی مگر جلد شکست کھا کر ناکام ہو گئے ۔

**خلاصۂ بحث** "تیسری وجہ" کے عنوان کے تحت قریبًا پندرہ بیس صفحات پر پھیلی ہوئی اس بحث کا خلاصہ یہ ہے :۔

اہلِ تشیع کے نزدیک بارہ ائمہ اہلِ بیت اللہ کے مقرر کردہ امام و خلیفہ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت و ریاست سنبھالنا یکے بعد دیگرے انہی کی ذمہ داری ہے اور جو بھی ان کی موجودگی میں حاکم و خلیفہ بنے، خلافت کا دعویٰ کرے یا جو اسے خلیفہ مانے۔ ایسے سب لوگ کافر و مرتد ہیں۔ ان کا چہرہ قیامت میں سیاہ ہوگا۔ خواہ وہ حضرتِ سیدہ فاطمہؓ ہی کی اولاد کیوں نہ ہوں۔ اس اعتبار سے حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت زید بن زین العابدین، حضرت نفسِ زکیہ، حضرت حسین بن علی صاحب فخ۔ حضرت محمد بن جعفر اور حضرت محمد بن قاسم جیسی مقتدر شخصیتیں اور نفوسِ قدسیہ بھی کافر و مرتد ٹھہرتے ہیں۔ حالانکہ شیعہ کتب ان کے محامد و فضائل سے بھری پڑی ہیں تو پھر یقینًا وہ عقیدہ ہی غلط ہے جس کی بنا پر ایسے جلیل القدر اولیاء و شہداء پر فتویٰ کفر آتا ہے۔

## چوتھی وجہ

### اہل تشیع کو اپنا عقیدۂ امامت بچانے کے لیے اللہ سے "بداء" (غلطی) کا صدور ماننا پڑا

اہل تشیع یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ امام جعفر نے اپنے بعد اپنے بیٹے اسماعیل کی امامت کا اعلان کر دیا تھا کہ وہ ان کے بعد اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام ہوگا اور خدا نے اس پر نص کر دی ہے مگر ہوا یہ کہ اسماعیل آپ کی حیات ہی میں فوت



ہو گیا، چنانچہ پھر آپ نے یہ اعلان کیا کہ میرے بعد میرا دوسرا بیٹا موسیٰ (کاظم) امام ہے اللہ نے اب اسے امام مقرر کیا ہے۔ بقولِ شیعہ یہ واقعہ امام جعفر کے پیروکاروں (یعنی امامت کو منصوص ماننے والوں) پر بھاری ثابت ہوا اور بہت سے لوگ پکار اٹھے کہ جعفر صادق امام نہیں ہے اگر وہ امام ہوتا (یعنی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہوتا) تو اس کی بات غلط نہ ٹھہرتی چنانچہ مشہور شیعی مؤرخ نوبختی لکھتا ہے کہ لَمَّا اَشَارَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اِلٰی اِمَامَۃِ ابْنِہٖ اِسْمٰعِیْلَ ثُمَّ مَاتَ اِسْمَاعِیْلُ فِیْ حَیَاتِ اَبِیْہِ رَجَعُوْا عَنْ اِمَامَۃِ جَعْفَرَ وَقَالُوْا کَذَبَنَا وَلَمْ یَکُنْ اِمَامًا لِاَنَّ الْاِمَامَ لَا یَکْذِبُ وَلَا یَقُوْلُ مَا لَا یَکُوْنُ —— جب حضرت جعفر صادق نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کی امامت کا اعلان کیا اور وہ آپ کی زندگی ہی میں مر گیا تو کئی لوگ حضرتِ جعفر کی امامت کے منکر ہو گئے، انھوں نے کہا جعفر نے ہم سے جھوٹ کہا۔ وہ امام نہیں ہے۔ کیونکہ امام جھوٹ نہیں کہتا اور جو کام نہ ہونے والا ہو اس کی خبر نہیں دیتا۔ [1]

یہ واقعہ ایک بار پھر ہوا۔ بقول شیعہ حضرت امام علی نقی نے جو ان کے ہاں دسویں منصوص من اللہ امام ہیں اپنے بعد اپنے بیٹے ابو جعفر محمد کی امامتِ منصوصہ کا اعلان کر دیا تھا کہ وہ ان کے بعد امام ہوگا اور اسے اللہ نے مقرر کر دیا ہے مگر وہ آپ کی حیات ہی میں داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ چنانچہ امام علی نقی کو اپنا پہلا اعلان واپس لینا پڑا۔ پھر آپ نے اپنے دوسرے بیٹے ابو محمد حسن عسکری کی امامت کا اعلان کیا یہ واقعہ بھی شیعوں کے لیے نہایت بدشگون ٹھہرا اور ان میں سے ایک نئے فرقے نے جنم لے لیا۔ وہ کہنے لگے۔ ہم حسن عسکری

[1] فرق الشیعہ ص ۸۴

کی امامت مانتے ہی نہیں، کیونکہ ابوجعفر جس کی امامت کا اعلان ہو چکا تھا امامت حاصل کیے بغیر کیسے مر سکتا ہے۔ وہ مرا نہیں زندہ ہے اس کے والد نے اسے غائب کر دیا تھا اور وہی مہدیِ قائم ہے۔ [1]

ان دو حوادث کو دیکھ کر امتِ مسلمہ نے شیعوں سے یہ سوال کیا کہ اگر اللہ نے امام جعفر کے بعد اسماعیل کو اپنا امام اور خلیفہ مقرر کیا تھا تو وہ آپ کی حیات میں فوت کیوں ہوا اسی طرح اگر امام علی نقی نے اللہ کا حکم پا کر اپنے بیٹے محمد کو اپنے بعد امام مقرر کیا تھا تو وہ آپ کی زندگی میں امامت سنبھالے بغیر اس دنیا سے کیوں چل نکلا؟ کیا اللہ کو پتہ نہیں تھا کہ جنھیں وہ امام بنا رہا ہے وہ دورِ امامت آنے سے قبل دنیا سے اٹھ چکے ہوں گے ؟ تو شیعوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہاں واقعی اللہ سے اعلان کرنے میں غلطی ہو گئی تھی۔ اللہ کو واقعی اس چیز کا پتہ نہیں تھا۔ اللہ پہ جب یہ ظاہر ہوا کہ وہ افراد جنھیں اس نے امام مقرر کیا تھا فوت ہو گئے ہیں تو پھر اس نے دوسرا اعلان جاری کیا (نعوذ باللہ) اور یہ روایت شیعوں نے امام علی نقی کی طرف منسوب کی ہے کہ انھوں نے یہ کہا ہے۔ مگر یہ امام علی نقی پہ بہتانِ عظیم ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ابو ہاشم کہتا ہے۔ حضرت امام علی نقی کے بیٹے ابوجعفر کے مرنے کے بعد ایک روز میں آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے یہ عرض کروں "ابوجعفر اور ابو محمد کا واقعہ بالکل اسماعیل اور موسیٰ (کاظم) کے واقعہ جیسا ہے" آپ میرے ارادے کو بھانپ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے بَدَا لِلّٰهِ فِيْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ لَهٗ كَمَا بَدَا لَهٗ فِيْ مُوْسٰى بَعْدَ مَضِيِّ اِسْمَاعِيْلَ

[1] فرق الشیعہ ص۱۱۱



مَا كَشَفَ عَنْ حَالِهٖ۔ اللہ کے لیے ابوجعفر کے مرنے کے بعد ابو محمد (حسن عسکری) کے بارہ میں نئی بات ظاہر ہوئی جسے وہ اس کے لیے پہلے سے نہ جانتا تھا جیسا کہ اسماعیل کے فوت ہونے پر اللہ کو موسیٰ (کاظم) کے بارہ میں انکشاف ہوا تھا۔ [1]

یعنی بقول شیعہ راوی امام علی نقی کہہ رہے ہیں کہ ابو محمد حسن عسکری کے بارہ میں اللہ کو یہ پہلے سے معلوم نہ تھا کہ وہ امام بنیں گے۔ یہ اللہ پہ تب ظاہر ہوا جب ابوجعفر فوت ہو گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اسماعیل کی موت پہ اللہ پر منکشف ہوا کہ امام تو موسیٰ کاظم ہے اسماعیل نہیں۔ (معاذ اللہ)

چنانچہ اللہ کو "بدا ہو جانا" یعنی غلطی لگ جانا اور کسی چیز کا پوشیدہ رہ جانا اور بعد میں اس پر اللہ کا مطلع ہونا۔ یہ اہلِ تشیع کا ایک مستقل عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ اس سے متعلقہ باب میں دیکھیں۔ ہمارے نزدیک یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے اور قرآن کریم کی بہت سی آیات کا انکار، اور اس کفر تک اہلِ تشیع کو ان کے عقیدۂ امامت نے پہنچایا ہے جیسا کہ ابھی واضح ہو چکا۔ تو کیا اچھا ہو اہلِ تشیع اس عقیدہ سے تائب ہو جائیں کہ بارہ ائمہ اہلِ بیت اللہ کے مقرر کردہ اور منصوص من اللہ امام ہیں اور انھیں محض اللہ کے نیک بندے اور اولیا سمجھیں جیسا کہ اہلِ سنت کا نظریہ ہے

## پانچویں وجہ

### خلیفہ و امام کو منصوص من اللہ ماننے کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی نے رکھی تھی

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی خلیفہ کو خلافت و امامت پر نص نہیں کی

[1] اصول کافی کتاب الحجہ باب الاشارۃ والنص علی ابی محمد ص۳۲۷ جلد اوّل (عقائد جعفریہ ص۲۹۲)

تھی اس لیے اہلِ سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق مسلمان باہمی مشورے سے اپنے میں سے کسی کو خلیفہ وامام منتخب کرتے ہیں مگر بد قسمتی سے عبداللہ بن سبا کی شرارت سے مسلمانوں میں ایک فرقہ پیدا ہوگیا جس نے حضرت علیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ کا مقرر کردہ خلیفہ وامام مانا۔ اور وہ بھی ایک بھاری قیمت پر، کہ انھوں نے منصوص من اللہ امام حضرت علیؓ کی موجودگی میں ابوبکر صدیق رضؓ عمر فاروق رضؓ اور عثمان غنی رضؓ کو امام وخلیفہ بننے پر معاذ اللہ کافر قرار دیا، صرف یہی نہیں ان کے نزدیک تمام صحابہ بھی انھیں امام وخلیفہ منتخب کرنے کے جرم میں کافر ٹھہرے (معاذ اللہ) اور یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی عالم تھا جس نے حضرت عثمان غنی رضؓ کے دور میں بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا مگر در پردہ وہ یہودی ہی رہا اور اسی کی شرارت سے بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضؓ کو شہید بھی کیا۔

ہمارے اس دعوے کی دلیل خود شیعہ کتب دیتی ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ملا نوبختی شیعہ جس نے سب سے پہلے اہلِ تشیع میں پائے جانے والے گروہوں کے باہمی اختلافات پر مستقل کتاب لکھی ہے" کہتا ہے وہ لوگ جو حضرت علی رضؓ کو امام سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک آپ کی امامت اللہ کا مقرر کردہ فرض تھی حضرت علی رضؓ کے وصال کے بعد یہ لوگ تین فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک فرقہ یہ سمجھتا تھا کہ حضرت علی رضؓ نہ قتل ہوئے ہیں نہ فوت، اور تا آنکہ سارا عرب ان کے عصا سے چلے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھر گئی ہے انھیں موت نہیں آسکتی۔ اسلام میں سب سے قبل یہی فرقہ وقوف کا قائل ہوا ہے اسے فرقۂ سبائیہ کہتے ہیں جو عبداللہ بن سبا کے پیروکار تھے۔ یہ شخص ابوبکر، عمر اور



عثمان رضی اللہ عنہم پر زبانِ طعن دراز کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے حضرت علی رضؓ نے ایسا کرنے کو کہا ہے۔ حضرت علی رضؓ نے اسے پکڑا اور اس بارہ میں سوال کیا۔ اس نے اپنے عمل کا اعتراف کیا۔ آپؓ نے اسے قتل کا حکم دے دیا۔ لوگ چیخ پڑے یا امیر المؤمنین! جو شخص اہلِ بیت کی محبت آپ کی ولایت اور آپ کے اعداء سے برأت کرنے کی دعوت دیتا ہے اسے آپ قتل کروا رہے ہیں؟ تو آپ نے اسے مدائن کی طرف نکلوا دیا۔ اور اصحابِ علی رضؓ میں سے اہلِ علم کی ایک جماعت حکایت کرتی ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا، وہ اسلام لے آیا اور حضرت علی رضؓ سے اظہارِ عقیدت کرنے لگا۔ جس طرح وہ یہودی ہوتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع کو ان کا نائب سمجھتا تھا اسی طرح اسلام میں آنے کے بعد اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضؓ ہی کو حقدار خلافت سمجھنا شروع کر دیا ـــــ وهو اول من شهر القول بفرض امامة علی علیہ السلام واظهر البراءة من اعدائه وكاشف مخالفيه فمن هناك قال من خالف الشيعة ان اصل الرفض مأخوذ من اليهودية۔ اور یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا ماننا اللہ کا فرض قرار دیا۔ اور آپ کے دشمنوں سے اظہار برأت کیا۔ اسی لیے شیعوں کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ رفض (شیعیت) کا اصل یہودیت سے مأخوذ ہے۔[1]

۲۔ عَبْدُاللهِ بْنِ سَبَاء ...... وَقِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ وَكَانَ فِي الْيَهُوْدِيَّةِ يَقُوْلُ فِيْ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ مِثْلَ مَا قَالَ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقِيْلَ اِنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ الْقَوْلَ بِوُجُوْبِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ ـــــ عبداللہ بن سبا، ایک یہودی تھا جو اسلام لے آیا۔ وہ یہودیت میں جو کچھ حضرت

[1] فرق الشیعہ ص۴۳

یوشع بن نون علیہ السلام کے متعلق جو کچھ سمجھتا تھا وہی کچھ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنے لگا اور کہا گیا ہے کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا ماننا واجب قرار دیا۔[1]

۳ شیعوں میں فنِ رجال کا عظیم امام عمر بن عبدالعزیز کشی اپنی کتاب رجال کشی میں ان الفاظ سے بھی زیادہ صریح الفاظ کے ساتھ کہتا ہے وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ اَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ وَّ اَظْهَرَ الْبَرَآءَةَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَکَفَّرَهُمْ۔ عبداللہ بن سبا ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے کہا کہ امامتِ علی رضی اللہ عنہ کا ماننا فرائض میں سے فرض ہے۔ اور اس نے آپ کے اعداء سے برات کی اور انھیں کافر قرار دیا۔

۴ یہاں دنیائے شیعیت کے معروف ترین مؤرخ مرزا محمد تقی شیعہ نے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے اور وہ دلائل بھی ذکر کیے ہیں جو عبداللہ بن سباء نے اہلِ مصر کو سنا کر انھیں اپنا قائل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا حقدارِ امامت ہونا ثابت کیا۔ وہ کہتا ہے:۔

جب عبداللہ بن سبا کی باتیں لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئیں تو اس نے کہا۔ اللہ نے زمین پر ایک لاکھ اور چوبیس ہزار انبیاء بھیجے، اور ہر پیغمبر کا ایک وزیر اور خلیفہ ضرور تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی پیغمبر خصوصًا صاحبِ شریعت دنیا سے جائے اور مخلوق میں اپنا خلیفہ نہ چھوڑے؟ ہمانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم را علی علیہ السلام وصی و خلیفہ بود۔ چنانکہ خود فرمود۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی، ازیں میتواں دانست کہ علی علیہ السلام خلیفۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است و عثمان ایں منصب را غصب کردہ و با خود بستہ ——— اسی طرح محمد صلی اللہ

[1] انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۱۹۷



علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آپ کے وصی اور خلیفہ تھے جیسا کہ آپ نے خود فرمایا اے علی! تمہارا محمد سے وہی تعلق ہے جو حضرت ہارون کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی آپ کے خلیفہ تھے، عثمان نے یہ منصب غصب کر کے خود پر سجا رکھا ہے۔[1]

یہ حوالہ جات خود اہلِ تشیع کی معتبر کتب سے پیش کیے گئے ہیں۔ ان کا ایک ایک لفظ بتلا رہا ہے کہ عبداللہ بن سباء ہی نے سب سے پہلے امامتِ علی رضی اللہ عنہ کو فرائضِ خداوندی میں سے ایک فرض قرار دیا۔ اس سے پہلے امتِ مسلمہ اس عقیدے سے واقف نہ تھی۔ عبداللہ بن سباء مخلصانہ طور پر مسلمان نہیں ہوا تھا وہ منافق تھا صرف زبان سے کلمہ پڑھتا تھا باطن ہنوز یہودی تھا۔ اہلِ اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اس نے ایک نیا عقیدہ ایجاد کر کے ایک عظیم فتنہ کی بنیاد رکھ دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا واجب الاعتقاد ہونا، یہی عقیدہ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کو منصوص من اللہ امام تسلیم کرنے کی شکل اختیار کر گیا اور بارہ ائمہ اہلِ بیت کی امامت ایک مستقل عقیدہ بن کر سامنے آگئی۔ پھر اس عقیدے میں مزید رنگ بھر اگیا اور بارہ اماموں کو انبیاء و مرسلین سے بھی افضل قرار دے دیا گیا۔ جیسا کہ اگلے اوراق میں بیان ہو گا۔ نوبختی شیعہ کے مطابق اَصْلُ الرَّفْضِ مَاْخُوْذٌ مِّنَ الْيَهُوْدِيَّةِ کہنے والے سو فیصد صحیح کہتے تھے۔

**لمحۂ فکریہ** آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منصوص من اللہ امام ہونے کا مسئلہ جو اہلِ تشیع کے نزدیک دسمبر میں سب سے اہم عقیدہ ہے اور اس کا منکر تمام انبیاء کی نبوت کے منکر جیسا ہے، سب سے پہلے ایک یہودی کو اس کا علم ہوا جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صف میں داخل ہوا تھا۔ کیا

[1] ناسخ التواریخ حالاتِ خلفاء جلد سوم ص ۲۳ (عقائد جعفریہ ۱/۲)

وہ ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام جو بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ
اور شاہدینِ نزولِ قرآن تھے اتنے ہم عقیدہ اور بنیادِ دین سے غافل رہے
اور وصالِ نبوی کے چوبیس سال بعد ایک فتنہ انگیز یہودی اس پر اچانک مطلع
ہوگیا۔ اور یہی عبداللہ بن سبا یہودی جو اولاً حضرت علی رض کی امامت کا قائل
تھا آپ کے وصال کے بعد آپ کے وصال کا منکر ہوگیا اور اس سے ترقی
کرکے کچھ عرصہ بعد آپ کی ربوبیت کا دعویٰ کرنے لگا۔ حوالہ کے لیے اہلِ تشیع
اپنی ہی کتاب رجال کشی ص۱ دیکھ سکتے ہیں۔

ہمارا دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر "خوش نصیبی" سے عبداللہ بن سبا کو امامتِ
حضرت علی رض کے فرائضِ دین میں سے ہونے کے عقیدہ کا سراغ ہاتھ آ ہی گیا تھا تو
کیا وجہ ہے کہ حضرت علی رض نے اتنے عظیم "مجدد دین اور محسنِ اسلام" کو مدائن کی
طرف مار بھگایا۔

اس لیے ہر مسلمان پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ منصوص من اللہ امامت کا
عقیدہ عمارتِ اسلام پر یہودی ہاتھوں سے داغا جانے والا وہ پتھر ہے جس نے
اس عمارت کی دیواروں میں دراڑیں ڈال دیں۔ اور امتِ مسلمہ میں کبھی نہ ختم
ہونے والا انتشار پیدا ہوگیا فَاِلَی اللّٰہِ المُشتکیٰ۔

ہم تیسرا سوال یہ بھی کرتے ہیں کہ اگر عبداللہ بن سبا ہی کو امامت پر
اطلاع ہوئی تھی تو اس نے باقی گیارہ ائمہ اہلِ بیت کی امامت کا کیوں نہ ذکر کیا؟
اس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف حضرت علی رض کی امامتِ منصوصہ کا خیال سب سے قبل
عبداللہ بن سبا کے خیال میں آیا۔ پھر بعد میں کچھ لوگوں نے اسے بارہ اماموں
تک پھیلا دیا۔ اس کہانی کی یہی کچھ حقیقت ہے۔



# چھٹی وجہ

## خلیفہ و امام کو منصوص من اللہ ماننے والوں نے منصوص من اللہ امام کے متعلق وہ اختلاف کیا کہ الاماں!

عبداللہ بن سبا نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر امامتِ علی کا جو عقیدہ نادان
مسلمانوں میں پھیلا دیا تھا اس نے بعد میں رنگ دکھایا اور جو لوگ حضرت علی رض کو
سبائی عقیدے کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام تسلیم کرنا فرض قرار دیتے
تھے وہ مختلف شاخوں میں بٹ گئے، بعض نے حضرت علی رض کے بعد ان کے بڑے
بیٹے محمد بن حنفیہ کو اللہ کا مقرر کردہ امام مان لیا۔ اور بعض امام حسن اور پھر امام
حسین کو منصوص من اللہ امام ماننے لگے پھر کچھ نے کہا کہ امامت امام حسن کی
اولاد میں چلے گی کیونکہ وہ بڑے بھائی تھے اور کچھ نے امامت کو امام حسین کے
عقب میں چلایا۔ پھر امام حسین رض کی اولاد میں امامت کا منصب جاری کرنیوالوں
نے حضرت زین العابدین کے بعد پھر اختلاف کیا، کچھ کے نزدیک حضرت زید بن
زین العابدین امام ٹھہرے کیونکہ انہوں نے کوفہ میں اموی خلیفہ کے خلاف باقاعدہ
علمِ بغاوت بلند کیا اور اپنی خلافت کی دعوت بھی دی تھی جبکہ بعض دوسروں نے
امام باقر کو منصوص من اللہ امام قرار دیا اسی طرح امام باقر کے بعد بھی اختلاف
ہوا۔ امام جعفر صادق کے وصال کے بعد بھی وہ اختلاف ہوا کہ الاماں۔ قدم
قدم پر اختلاف در اختلاف ہوتا چلا گیا۔ خود شیعہ کتب اس اختلاف کی
تفصیلات سے بھری پڑی ہیں۔ شیعہ مؤرخ ابو محمد موسیٰ نوبختی نے ان اختلافات

پر مستقل کتاب "فرق الشیعہ" لکھی ہے۔ سرِ دست ہم آپ کو مشہور شیعی مصنف نعمت اللہ جزائری کی انوار نعمانیہ سے ایک مقام کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں البتہ چند ضروری الفاظ عربی ہی میں پیش کیے جانے مناسب ہیں۔ مکمل عربی عبارت کے لیے اصل کتاب یا پھر عقائد جعفریہ جلد دوم ص۱۸۶ تا ص۱۸۹ کا مطالعہ کریں۔ وہ لکھتا ہے:۔ وَمَنْ قَالَ اَنَّ الْاِمَامَةَ تَثْبُتُ بِالنَّصِّ اِخْتَلَفُوْا بَعْدَ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

جن لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ امامت نص سے ثابت ہوتی ہے (یعنی امام منصوص من اللہ ہوتا ہے) ان کا حضرت علیؓ کے وصال کے بعد اختلاف ہو گیا۔ یہاں یہ یاد رہے کہ حضرت علیؓ کی زندگی میں آپ کو منصوص من اللہ امام سمجھنے والے صرف عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھی ہی تھے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے۔ کچھ نے کہا کہ آپ نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کے امام ہونے پر نص کی تھی، اور یہ فرقۂ کیسانیہ ہے۔ پھر اس فرقہ کا محمد بن حنفیہ کے بعد اختلاف ہے کچھ نے کہا کہ وہ فوت نہیں ہوئے وہ لوٹ کر آئیں گے اور دنیا کو عدل سے بھر دیں گے اور کچھ نے کہا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں اور امامت ان کے بیٹے ابوہاشم کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ پھر ان میں سے کچھ نے کہا کہ امامت ابوہاشم کی اولاد میں نسل در نسل وصیّت کے ذریعے باقی رہے گی اور بعض کے نزدیک امامت اور لوگوں کی طرف منتقل ہو گئی۔ پھر انؔ "اور لوگوں" کے متعلق اختلاف ہوا کسی نے کہا کہ ابوہاشم کے بعد بنان بن سمعان الھدیٰ امام ہے۔ کچھ نے کہا علی بن عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہے۔ ان سب لوگوں کے نزدیک دین کسی خاص شخص کی اطاعت کا نام ہے وَاَمَّا مَنْ لَمْ یَقُلْ بِالنَّصِّ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ فَالُوْا بِالنَّصِّ عَلَی الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ



عَلَیْھِمَا السَّلَامُ۔ اور جن لوگوں نے محمد بن حنفیہ کی امامت پر نص نہ سمجھی انھوں نے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے منصوص من اللہ امام ہونے کا عقیدہ اپنایا اور انھوں نے کہا لَا اِمَامَةَ اِلَّا فِی الْاَخَوَیْنِ۔ امامت صرف انہی دو بھائیوں میں منحصر ہے پھر ان لوگوں کے دو گروہ ہو گئے ایک نے امام حسنؓ کی اولاد میں امامت چلائی اور آپ کے بعد آپ کے بیٹے حسن (مثنیٰ)، پھر ان کے بیٹے عبداللہ پھر ان کے بیٹے محمد اور پھر محمد کے بھائی ابراہیم کو یکے بعد دیگرے امام مانا۔ محمد اور ابراہیم دونوں بھائیوں نے دورِ خلیفۂ منصور میں خروج کیا تھا اور دونوں قتل کیے گئے تھے انہی لوگوں میں سے بعض نے مذکور محمد کے دوبارہ دنیا میں ظہور کا عقیدہ اپنایا۔ (یعنی انھیں امام مہدی قرار دیا) جب کہ دوسرے گروہ نے حضرت حسین بن علیؓ کی اولاد میں امامت جاری کی اور اُن کے بعد ان کے بیٹے زین العابدین کو اللہ کا منصوص امام قرار دیا۔ پھر ان میں اختلاف پڑھا۔ زیدیوں نے کہا کہ زین العابدین کے بعد ان کے بیٹے زید امام ہیں۔ ان کا مذہب یہ تھا کہ اولادِ سیّدہ فاطمہؓ میں سے جو شخص بھی خلیفۂ وقت کے خلاف خروج کرے اور وہ عالم، زاہد، شجاع اور سخی ہو تو وہی امام ہے ــــ وَاَمَّا الْاِمَامِیَّةُ فَقَالُوْا بِاِمَامَةِ الْاِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ الْبَاقِرِ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَصًّا عَلَیْہِ۔ جبکہ فرقۂ امامیہ نے (زین العابدین کے بعد) امام محمد بن علی باقر علیہ السلام کو منصوص من اللہ امام قرار دیا۔ آج کے اہلِ تشیع بھی خود کو "امامیہ" ہی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ امامیہ کالونی، امامیہ کالج اور امامیہ مشن وغیرہ الفاظ اس پر دلیل ہیں۔ اور کتب اہلِ تشیع اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت جعفر صادق امام ٹھہرے۔ اس کے بعد پھر ان میں منصوص من اللہ امام کے متعلق اختلاف

ہو گیا۔ محمد کو امام ماننے والے فرقۂ عماریہ کہلاتے ہیں۔ اسماعیل بن جعفر صادق کی امامت کے قائل لوگوں کا نام فرقۂ اسماعیلیہ ہے یہ لوگ اسماعیل کی اولاد میں باپ کے بعد بیٹے کو امامِ منصوص من اللہ قرار دیتے ہیں جبکہ انہی میں سے ایک گروہ اسمٰعیل کی موت کا منکر ہے ان کے نزدیک وہ واپس آئے گا۔ (یعنی وہ ان کا امام مہدی ہے) جبکہ ایک گروہ نے حضرت جعفر صادق کے بعد موسیٰ (کاظمؒ) کو منصوص من اللہ امام قرار دیا۔ پھر ان میں بھی پھوٹ پڑی۔ کچھ نے تو موسیٰ ہی پہ وقوف کیا اور (انھیں امام مہدی سمجھتے ہوئے) ان کے واپس آنے کا عقیدہ اپنایا۔ ایک اور گروہ ان کی موت کے متعلق شک زدہ ہو گیا۔ وہ ممطوریہ کہلاتے ہیں جبکہ ان کی موت پر قطعی یقین رکھنے والوں نے ان کی جگہ ان کے بیٹے علی رضا کو منصوص من اللہ امام سمجھا۔ یہ فرقۂ قطعیہ ہے۔ پھر یہ فرقہ بھی آئندہ آنے والی ہر پشت پر اختلاف کا شکار ہوتا چلا گیا۔ اثنا عشری فرقہ نے علی رضا کے بیٹے محمد تقی پھر ان کے بیٹے علی نقی، پھر ان کے بیٹے حسن عسکری اور پھر ان کے بیٹے محمد مہدی کو یکے بعد دیگرے منصوص من اللہ امام مانا۔ جبکہ انہی میں سے کچھ اور نے حسن عسکری کے بعد ان کے بھائی جعفر کذاب کی طرف امامت منتقل کی۔ تو یہ رہا امامت کے متعلق اختلاف کا ماحصل [1]

## ان اختلافات کی روشنی میں موجودہ اہلِ تشیع سے چند سوالات

۱۔ اگر ساری امتِ مسلمہ بشمول صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم عقیدۂ امامت سے بے خبر رہی تھی اور صرف عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کو اس کا سراغ ملا تھا تو کم از کم انھیں ہی بارہ اماموں پر اتفاق کرنا چاہیئے تھا کیا وجہ ہے کہ انہی

[1] انوارِ نعمانیہ جلد دوم ص۲۲۲ تا ص۲۲۴ (عقائدِ جعفریہ جلد دوم ص۱۸۶ تا ص۱۸۹)



میں سے بعض لوگ محمد بن حنفیہ کی امامت مان بیٹھے اور اگر حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو منصوص من اللہ امام سمجھنے والوں ہی کو قرآن و حدیث کی وہ نصوصِ قطعیہ مل گئی تھیں جو بارہ ائمہ کی امامتِ منصوصہ پر دلالت کرتی تھیں تو کیا سبب ہے کہ یہ لوگ بھی ان کو نہ اپنا سکے اور ان میں سے ایک فرقہ زید بن زین العابدین کو امام ماننے لگا اور وہ امام باقر کی امامت کے منکر ہو گئے؟ پھر جو لوگ ان میں چھٹ کر امام باقر پر ٹھہر گئے تھے۔ ان کے متعلق تو یہ خیال ہونا چاہیئے کہ انھیں بارہ اماموں کی امامتِ منصوصہ پر قرآن و حدیث کی نصوصِ قطعیہ مل گئی تھیں اسی لیے وہ امام باقر کی امامت پر ٹھہرے رہے۔ لیکن افسوس! وہ نصوص اس قدر قطعی اور صریح تھیں کہ وہ بھی اس پر مطلع نہ ہو سکے ورنہ ان میں اختلاف نہ پڑتا۔ چنانچہ امام باقر کے بعد منصوص من اللہ امام کے متعلق وہ اختلاف بلکہ فساد پڑا جس کی پہلے مثال نہ تھی۔ پانچ فرقے ہو گئے اور ہر ایک کا اپنا منصوص من اللہ امام تھا۔ اللہ کا منصوص کردہ امام ہو تو ایسا ہو۔

پھر پھر اکران پانچ میں سے ایک فرقہ ایسا نکلا جس نے حضرت موسیٰ کاظم کو منصوص امام تسلیم کیا (جو آج کے شیعوں کے مطابق ساتویں منصوص من اللہ امام ہیں) اہلِ تشیع کے خیال کے مطابق اس فرقہ کو تو کم از کم بارہ ائمہ کی امامت والی قرآن و حدیث کی نصوصِ قطعیہ پر اطلاع ہو گئی تھی اسی لیے تو وہ حضرت موسیٰ کاظم پر ٹھہرے تھے۔ مگر یہ بیچارے بھی ان نصوص سے محروم ہی رہے وہ تھیں ہی اتنی "واضح"، ان لوگوں میں آتشِ افتراق و نارِ اختلاف اس قدر بھڑکی کہ پچھلے سارے ریکارڈ توڑ گئی۔ یہ لوگ حضرت موسیٰ کاظم کی اولاد میں آنے والی ہر پشت پر فرقہ در فرقہ بٹتے چلے گئے۔ ہم اہلِ تشیع سے انصاف کے نام پر پوچھتے ہیں کہ آخر کہاں تھیں وہ نصوصِ قطعیہ جو ان لوگوں کو معلوم

نہ ہو سکیں۔ کہنا پڑتا ہے کہ نہ کوئی نص تھی نہ کسی کو معلوم ہوتی۔

۲۔ بارہ اماموں کی امامتِ منصوصہ پر آج اثنا عشری اہلِ تشیع جس طرح کی من گھڑت اور موضوع روایتیں بطورِ دلیل لاتے ہیں۔ محمد بن حنفیہ، زید بن زین العابدین اور ایسی ہی دوسری شخصیتوں کو منصوص من اللہ امام ماننے والے شیعہ فرقے بھی ان کی امامت پر اپنے اپنے دور میں ایسی ہی من گھڑت اور خانہ ساز روایتیں بطور حجت پیش کیا کرتے تھے۔ اگر ان لوگوں کی باتوں کی کوئی قیمت نہ تھی تو یقین کیجئے بالکل اسی طرح کی موضوع روایتیں آج کے اہلِ تشیع کے پاس بھی ہیں۔ ان کی باتوں میں کہاں سے وزن آ گیا؟

## ساتویں وجہ

### امام غیب کے متعلق شیعوں کے بیان کردہ ناقابلِ فہم افسانے بھی ان کے عقیدۂ امامت کا رد کرتے ہیں

اہلِ تشیع کے نزدیک ان کے بارہویں امام محمد مہدی ہیں۔ محمد مہدی اہلِ تشیع کے مطابق ان کے گیارہویں امام حضرت حسن عسکری کے گھر ان کی وفات سے کچھ قبل پیدا ہوئے۔ پھر اس وقت کے عباسی خلیفہ معتمد علی اللہ سے جان بچاتے ہوئے دور شیر خوارگی ہی میں دنیا سے روپوش ہو گئے اور اب تک روپوش ہیں۔ قرب قیامت میں امام مہدی بن کر ظاہر ہوں گے۔ اور دنیا میں ایک عرصہ حکومت کرنے کے بعد فوت ہوں گے۔ اس وقت وہ دنیا میں موجود ہیں اور ایک نظر نہ آ سکنے والے جہان میں انسانوں کے ایک عظیم اور وسیع علاقے



پر حکومت کرتے ہیں۔ شیعہ انہیں امام غائب، امام قائم، امام منتظر، صاحب الامر، صاحب الزمان اور امام مہدی کے ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام غائب کے متعلق شیعوں نے ایسے افسانے اور حکایتیں وضع کر رکھی ہیں جو از حد مضحکہ خیز بھی ہیں اور بعض جگہ سخت دل آزار بھی۔

شیعوں کے بارھویں امام کے غائب ہو جانے کا فلسفہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نظامِ دنیا و دین اور نظامِ حکومت چلانے کے لیے چونکہ کچھ خلفاء اور ائمہ چاہئیں تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح خدا کے مقرر کردہ اور منصوص من اللہ ہوں اور آپ کی طرح ان کا انکار بھی کفر ہو تو اللہ نے اس کام کے لیے بارہ امام مقرر کیے۔ پہلے حضرت علی رض تھے اور باقی گیارہ امام ان کی اولاد میں سے بنائے گئے۔ جب ۲۶۰ھ تک حضرت علی رض سے لے کر امام حسن عسکری تک گیارہ امام گزر گئے اور دنیا ابھی قائم تھی تو اللہ نے حسن عسکری کے بیٹے محمد کو اس وقت تک کے لیے زندگی دے دی جب تک اس دنیا نے رہنا ہے تاکہ نظامِ حکومت خراب نہ ہونے پائے مگر جب تک وہ خود غائب ہیں تب تک ان کے نائب دنیا میں حکومت سنبھالے رکھیں گے۔ (آج ایران میں آیت اللہ خمینی کی قائم کردہ حکومت خود کو امامِ غائب کی نائب قرار دیتی ہے۔ خمینی کی کتب کشف الاسرار اور ولایت فقیہ وغیرہ اس مضمون کو تفصیل سے بیان کرتی ہیں)۔ چند حوالہ جات شیعہ کتب سے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وھذہ السھام یجب دفعھا الی الامام ان کان ظاھرا والی نائبہ ان کان غائبا۔ مالِ غنیمت کے یہ حصے امام کے سپرد کرنا ضروری ہیں اگر وہ ظاہر ہو۔ اور اگر غائب ہو تو اس کے نائب کے سپرد کیے جائیں گے۔[1]

[1] اصل الشیعہ و اصولہا ص ۱۸۵ (عقائد جعفریہ ج ۲ ص ۳۲۲)

۱؎ ان الامامۃ نظام الدین .... بالامام تمام الصلوۃ والزکوٰۃ والصیام والحج والجہاد وتوفیر الفیئ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور بے شک امامت ہی نظامِ دین ہے ۔ امام کے ذریعے ہی نماز، زکوٰۃ، صیام اور حج کا نظام قائم رہ سکتا ہے امام ہی کا یہ کام ہے کہ جہاد کرے۔ صدقات اور غنیمت وصول کرے، شرعی سزائیں اور احکام اسلام جاری کرے اور مملکتِ اسلامیہ کی حفاظت کرے۔[۱]

۲؎ البتہ امام دوازدہم باید کہ عمر دراز باشید، تا بقا او باندازۂ زمان تکلیف باشد چہ ممکن نیست کہ دین قائم بماند مگر بر تقدیر مذکور ـــــ البتہ بارہویں امام کو عمر دراز تک زندہ رہنا چاہیئے اس طرح کہ جب تک زمانۂ تکلیف جاری ہے وہ بھی زندہ رہے کیونکہ اس کے بغیر دین کا قیام ممکن نہیں ۔[۲]

اب یہ اہلِ تشیع سے سوال ہے کہ کیا واقعی بارہ امام حکومت کرتے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ امام حکومت کے لیے بنائے گئے تھے تو انھیں حکومت کیوں نہ حاصل ہوئی۔ اور اگر بارہویں امام کو اس لیے قربِ قیامت تک زندہ رکھا گیا تاکہ وہ نظامِ حکومت سنبھال کر رکھے تو پھر اُسے غائب کیوں کر دیا گیا؟ اسے تو ساری دنیا پر حکومت کرنی چاہیئے تھی مگر حکومت تو ایک طرف رہی وہ اپنی جان بچانے کے لیے روپوش ہوگیا۔ رہا یہ کہنا کہ امام کے غائب رہنے سے فرق نہیں پڑتا ہے اس کے نائب تو حکومت کر رہے ہیں تو یہ اس لیے غلط ہے کہ دنیائے اسلام کی کوئی حکومت بھی (ایرانی حکومت کے سوا) خود کو امام غائب کی نائب نہیں سمجھتی بلکہ کوئی حکومت امام غائب کا وجود تسلیم کرنے کو تیار نہیں اور امام کی منکر ہونے کی وجہ سے تمام اسلامی حکومتیں اہلِ تشیع کے نزدیک سرے

---

[۱] اصول کافی جلد اول ص۲۰۰ کتاب الحجہ [۲] حدیقۃ الشیعہ ص۷۴۳



سے غیر مسلم اور مرتد ٹھہرتی ہیں تو کیا مرتد لوگ شیعوں کے امام کے نائبین ہیں؟ رہی ایرانی حکومت تو سوال یہ ہے کہ یہ قریباً ۱۹۸۰ء میں قائم ہوئی۔ اس سے پہلے امام کا نائب کون تھا؟ اور یہ تو صرف ایران ہے باقی سارے عالم اسلام میں امام کی نیابت کس کے پاس ہے؟ اہلِ تشیع اس کا کبھی جواب نہیں دے سکتے۔

اہلِ سنت کے نزدیک یہ سارا افسانہ ہی غلط ہے۔ امام حسن عسکری کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کی میراث آپ کے بھائی جعفر اور آپ کی والدہ کے مابین تقسیم کی گئی تھی۔ اگر کوئی بیٹا بھی ہوتا تو وہ حصّہ کیوں نہ پاتا۔ اصول کافی میں ہے جو اہلِ تشیع کے نزدیک وہ درجہ رکھتی ہے جو اہلِ سنت کے ہاں بخاری شریف کا ہے" کہ حضرت حسن عسکری (متوفی ۲۵۶ھ) کے وصال پر سارا سامرا شہر چیخ و پکار میں ڈوب گیا۔ خلیفۂ وقت نے آپ کے گھر خانہ تلاشی کروانے کارندے بھیجے اور ایسی عورتیں بھی بھیجیں جو کسی عورت کے پیٹ کا حمل پہچان سکتی ہیں۔ ان عورتوں نے آپ کی تمام لونڈیوں کو چیک کیا۔ ایک لونڈی جس کے متعلق بعض لوگوں کو وہم تھا کہ اسے حمل ہے اسے ایک حجرے میں بند کر دیا گیا اور اس پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ آپ کی تدفین کے بعد بھی خلیفہ نے آپ کا کوئی بیٹا تلاش کرنے کی پوری جستجو کی۔ اگلے الفاظ یہ ہیں:۔ وَلَمْ يَزَلِ الَّذِيْنَ وُكِّلُوْا بِحِفْظِ الْجَارِيَةِ الَّتِيْ تُوُهِّمَ عَلَيْهَا الْحَمْلُ لَازِمِيْنَ حَتّٰى تَبَيَّنَ بُطْلَانُ الْحَمْلِ فَلَمَّا بَطَلَ الْحَمْلُ عَنْهُنَّ قُسِّمَ مِيْرَاثُهٗ بَيْنَ أُمِّهٖ وَأَخِيْهِ جَعْفَرٍ۔ اور وہ لوگ جو اس لونڈی کی حفاظت پر مامور تھے جس کے حاملہ ہونے کا وہم تھا۔ اپنی ڈیوٹی پر برابر لگے رہے۔ تا آنکہ حمل نہ ہونے کا یقین ہوگیا۔ (یعنی چھ سات ماہ تک وہ لونڈی سخت حراست اور نگرانی میں رہی) جب حمل کا وہم باطل ٹھہر گیا تو حضرت حسن عسکری کی

میراث ان کی والدہ اور ان کے بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی گئی۔[1]

اصولِ کافی کی یہ روایت امام غائب کے سارے افسانے کی بنیاد اٹھا کر رکھ دیتی ہے۔ جب خلیفۂ وقت نے اپنے تمام ذرائع و وسائل بروئے کار لا کر تحقیق کی اور جس لونڈی کے متعلق وہم حمل تھا وہ اس وقت تک سخت نگرانی میں رکھی گئی تا آنکہ حمل کا بطلان ظاہر ہو گیا اور بالآخر حضرت حسن کی میراث والدہ اور بھائی میں بانٹ دی گئی تو اس کے بعد وہ محمد نام کا امام غائب کہاں سے پیدا ہو گیا؟ سچی بات یہ ہے کہ اہلِ تشیع نے بارہ اماموں والے عقیدہ کا بھرم رکھنے کے لیے امام غائب کے وجود کا افسانہ وضع کیا۔ اُسے اپنے... گیارہویں امام حضرت حسن عسکری کے گھر پیدا کیا اور ساتھ ہی اسے قربِ قیامت تک کے لیے غائب کر دیا حالانکہ وہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا غائب کب اور کہاں ہوتا؟ علامہ ابن حزمؒ کی یہ بات کتنی سچی ہے کہ اِنَّ مَوْلِدَ هٰذَا الَّذِیْ لَمْ يُخْلَقْ قَطُّ فِیْ سَنَةِ سِتِّيْنَ وَمِائَتَيْنِ وہ بچہ جس کی خدا نے ہرگز تخلیق ہی نہیں کی، شیعوں کے نزدیک اس کی ولادت ۲۶۰ھ میں ہے۔[2]

چونکہ حضرت حسن عسکری کے ہاں کسی بچے کی ولادت کی سرے سے کوئی حقیقت ہی نہ تھی اس لیے شیعہ زعما اس بچے کی ولادت اور اس کے غائب ہونے کے متعلق ایسی مضحکہ خیز حکایتیں وضع کرتے ہیں جنھیں اسلامی عقیدہ کے طور پر اپنانا تو درکنار کوئی عقلِ سلیم انھیں قبول ہی نہیں کر سکتی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

## امام غائب کی ولادت کا افسانہ

۱۔ حضرت حسن عسکری کی چچی حکیمہ تبلاتی ہیں کہ اسے آپ نے نصف شعبان

---

[1] اصول کافی جلد ۱ کتاب الحجہ ص۵۰۵ (عقائد جعفریہ ص۲۵۲) [2] الفصل مصنفہ ابن حزم جلد ۴ ص۱۸۱



کی رات اپنے ہاں بلایا اور بتلایا کہ آج رات زمین میں اللہ کی حجت ظاہر ہونے والی ہے (آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہونے والا ہے) میں نے کہا اس کی ماں کون ہے؟ آپ نے کہا "نرجس" (نرجس آپ کی ایک لونڈی تھی) میں نے کہا مَا بِهَا اَثَرٌ؟ — یعنی نرجس کے وجود میں تو بچے کی ولادت کا کوئی اثر ہی نہیں؟ آپ نے کہا جو میں کہتا ہوں وہی ہوگا اس کے بعد رات گئے تک نرجس اور میں ہم دونوں محوِ عبادت رہیں مگر لَيْسَ بِهَا حَادِثٌ — اس کے ساتھ کوئی نیا حادثہ نہ ہوا۔ (نرجس کا وجود حمل کی کسی علامت سے خالی ہی رہا)..... پھر صبح کاذب نمودار ہو گئی میرے دل میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ حضرت حسن نے فرمایا چچی! جلدی نہ کر، حکمِ خدا قریب آ چکا ہے چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے لیٹی ہوئی نرجس سے کپڑا ہٹایا تو اس کے پہلو میں بچہ تھا۔ وہ پانچوں اعضاء پر سجدہ ریز تھا۔ بالکل صاف و نظیف، میں اسے اٹھا کر آپ کے پاس لائی۔ آپ نے اپنے لعابِ دہن سے اسے گھٹی پلائی اور واپس لا کر ماں کے پہلو میں لٹا دیا۔ صبح جب میں اپنے گھر واپس جانے کے لیے حضرت حسن کو سلام کرنے آئی اور جاتی مرتبہ بچے کو ایک نظر دیکھنا چاہا تو وہ غائب تھا، میں نے آپ سے پوچھا جُعِلْتُ فِدَاكَ مَا فَعَلَ سَيِّدِیْ۔ میری جان قربان، میرا سردار کہاں گیا؟ (یعنی وہ جو حجۃ اللہ بن کر بارہویں امام کی صورت میں پیدا ہوا تھا کہاں گیا؟) آپ نے کہا يَا عَمَّةُ اِسْتَوْدَعْنَاهُ الَّذِیْ اِسْتَوْدَعَتْ اُمُّ مُوْسٰی۔ چچی! موسیٰ کی ماں نے اپنے بیٹے کو جس کے حوالے کیا تھا ہم نے بھی اپنا بیٹا اسی کے حوالے کر دیا ہے۔[1]

۲۔ حضرت حسن عسکری کی چچی حکیمہ کہتی ہے کہ امام غائب کی ولادت کی رات میں

---

[1] اعلام الوریٰ ص۴۱۸ تا ص۴۲۲

نرجس کے پاس تھی۔ اچانک وہ غائب ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں نے اُسے اپنے بستر میں پایا اور اس کے ساتھ بچہ بھی تھا جو سجدے میں پڑا یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرے جدِّ امجد اللہ کے رسول ہیں اور میرے جدِّ اعلیٰ علی مرتضیٰ امیر المؤمنین ہیں، اس کے بعد ایک ایک امام کا ذکر کیا اور اپنی ذات تک پہنچا۔ میں نے بچے کو اٹھا کر حضرت حسن عسکری کے سپرد کیا۔ بچے نے آپ کو سلام کہا، پھر اچانک ایک پرندہ آیا۔ آپ نے بچہ اس کے سپرد کر دیا اور اسے کہا اِحْمِلْهُ اِحْفِظْهُ وَرُدَّهُ اِلَيْنَا فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَتَنَاوَلَهُ الطَّيْرُ وَطَارَ بِهٖ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ۔ اے پرندہ! اسے اٹھالے، اس کی حفاظت رکھنا اور ہر چالیس دن بعد اسے ہمارے ہاں لاتے رہنا۔ چنانچہ پرندہ اسے لے کر آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ میں نے بعد میں آپ سے پوچھا یہ پرندہ کیا تھا؟ آپ نے کہا هٰذَا رُوْحُ الْقُدُسِ الْمُوَكَّلِ بِالْاَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ یہ روح القدس (جبرئیل امین) ہے اور ائمہ علیہم السّلام کی حفاظت پر مامور ہے۔

جب چالیس دن کے بعد پرندہ بچے کو لے کر واپس آیا تو میں نے اسے دیکھ کر تعجب سے کہا يَا سَيِّدِيْ هٰذَا ابْنُ سَنَتَيْنِ۔ اے امام! یہ تو دو سال کا لگتا ہے۔ آپ نے کہا پھوپھی! ہم امام دوسرے لوگوں سے مختلف پروان چڑھتے ہیں ہم ایک ماہ میں اتنا بڑھتے ہیں جتنا دوسرے ایک سال میں۔ پھر ہم چالیس دن بعد میں اسے دیکھتی رہی تا آنکہ حضرت امام حسن عسکری کی وفات سے چند روز قبل میں نے اسے ایک مکمل بڑی عمر کے آدمی کی شکل میں دیکھا آپ نے فرمایا "یہ میرے بعد میرا خلیفہ ہے اور کچھ ہی عرصہ بعد تم اسے روپوش پاؤ گے[1]۔"

---

[1] جلاء العیون ص۲۷۔



۳۔ حضرت حسن عسکری کا ایک فارسی غلام بتلاتا ہے کہ میں نے آپ کے گھر میں ایک اچانک عجیب سی حرکت سُنی۔ اس کے بعد آپ کی لونڈی ایک بچہ اٹھا لائی۔ اس کے سینے پر ناف تک سبز بال اُگے ہوئے تھے کوئی سیاہ بال نہ تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا امام ہے۔ یہ فارسی غلام کہتا ہے کہ بعد ازاں میں نے اسے حضرت حسن کی وفات تک نہیں دیکھا اس وقت وہ دو سال کا لگتا تھا (یعنی پیدا ہوتے ہی دو سال کا نظر آنے لگا تھا) ایک راوی عبدی کہتا ہے کہ میرے نزدیک وہ اس وقت چودہ سال کا تھا۔ جبکہ ابوعلی اور ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک وہ پچیس سال کا نظر آتا تھا[1]۔ (سبحان اللہ)

قارئین! ہم نے امام غائب کی ولادت کے متعلق شیعی وضع کردہ افسانہ صرف تین ہی حکایتوں تک بیان کرنا کافی سمجھا ہے۔ ایسی من گھڑت حکایتیں اور بھی ہیں آپ ان تین حکایتوں کا ایک ایک لفظ پڑھیں کیا کوئی بات بھی قابلِ یقین ہے۔؟

## امام غائب کی غَیبُت کا افسانہ

اہل تشیع کے نزدیک ۲۶۵ھ میں عراقی شہر سامرا میں امام حسن عسکری کی وفات کے بعد بارہویں امام، جب غائب ہوئے تو اوّلاً وہ اپنے بعض شیعوں سے ملا کرتے تھے اور کچھ وکیل متقرر تھے، شیعوں اور امام غائب کے درمیان واسطہ کا کام دیتے تھے۔ پہلا وکیل عثمان بن سعد تھا پھر اس کا بیٹا محمد بن عثمان وکیل بنا۔ پھر اس کی وصیّت کے مطابق حسین بن روح نوبختی کو وکالت ملی پھر اس کی وصیّت سے علی بن محمد سمری کو وکالت کی ذمہ داری ملی اس کے بعد وکالت کا دروازہ بند ہو گیا۔ یہ دورِ وکالت ۷۳ سال پر مشتمل تھا اسے امام کی غیبتِ صُغریٰ کہا

---

[1] اصول کافی جلد اول ص۵۱۵ کتاب الحجہ (عقائد جعفریہ ۲/۲۰۳)

جاتا ہے۔ اب وکالت کا دعویدار کافر ہے۔[1]

علامہ طبرسی شیعہ کہتا ہے کہ امام غائب کے آخری وکیل علی بن محمد سمری نے اپنی وفات سے کچھ قبل ایک تحریر شیعوں کو دکھائی جو امام غائب کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تھی۔ الفاظ یہ تھے "اے علی بن محمد سمری! تم چھ دن کے اندر اندر مر جانے والے ہو۔ اب کسی کو اپنے بعد وکالت مت سونپنا۔ فَقَدْ وَقَعَتِ الْغَيْبَةُ التَّامَّةُ فَلَا ظُهُوْرَ اِلَّا بَعْدَ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ ۔ اس لیے کہ اب امام کی غیبتِ تامہ شروع ہو چکی ہے۔ اب اذنِ الٰہی آنے تک امام کا ظہور نہیں ہوگا۔ میرے شیعوں کے پاس کئی لوگ آئیں گے جو مجھے دیکھنے کا دعویٰ کریں گے۔ خبردار! جو بھی یہ دعویٰ کرے کہ اس نے مجھے دیکھا ہے وہ کذّاب ہے۔"[2]

## امام غائب کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے؟

شیعوں کے مطابق وکالت کا دور ختم ہونے کے بعد امام کی غیبتِ تامہ اور غیبتِ کبریٰ شروع ہو گئی۔ اب امام قطعاً لاپتہ ہے تاہم اس بارہ میں شیعہ علماء نے کچھ من گھڑت حکایتیں دل کی تسلی کو بنا رکھی ہیں، پتہ نہیں اہلِ تشیع انھیں کیسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ کوئی بھی سمجھدار آدمی انھیں سن کر ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چند ایک حکایتیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ نزہۃ الناظر کتاب میں لکھا ہے کہ امام مہدی مغربی جزیروں میں سے ایک جزیرہ "علمیہ" میں رہتے ہیں۔ ان کے بیٹے طاہر اور قاسم اس پر حاکم ہیں۔ راوی کہتا ہے ملکِ شام کا ایک باشندہ سید صالح شیعہ مجھے مکہ میں ملا۔ اس کے پاس کچھ درہم تھے جو وہ بیچنا چاہتا تھا مگر انھیں کوئی لینے پر تیار نہ تھا۔ میں نے وہ درہم دیکھے تو ان پر لکھا تھا۔ اللہ ہمارا رب ہے۔ محمد ہمارے نبی ہیں اور مہدی ہمارے

---

[1] تذکرۃ الائمہ (ملا باقر مجلسی) ص۱۲۹ (عقائد جعفریہ ۲/۱۲) [2] اعلام الوریٰ ص۴۴۵



امام ہیں۔ میرے یہ پوچھنے پر کہ تم کہاں سے آئے ہو اس نے اپنا تعلق بلادِ مغرب سے بتلایا جہاں سبز سمندر ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ہمارا بادشاہ مہدی ہے اس کی عمر بہت زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ مہدی کون ہے اور کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے؟ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا خاموش! اگر تم شیعہ ہو تو سب کچھ سمجھتے ہو۔[1]

۲۔ سید علی بن دقاق جس کے آباء و اجداد علم و تقویٰ اور تشیع میں مشہور ہیں روایت کرتا ہے کہ آج سے پانچ سال قبل میں ایک جماعت کے ہمراہ ملکِ شام میں تھا وہاں ہم نے ایک کشتی دیکھی جو عام کشتیوں سے مختلف تھی۔ اس میں کچھ لوگ سوار تھے معلوم ہوا کہ وہ ایک ماہ سے سمندر میں بھٹک رہے ہیں۔ راستہ نہیں ملا اور نہ کوئی آبادی نظر آئی۔ وہ کچھ ڈرے سے تھے جب انھیں ہمارا اثنا عشری شیعہ ہونا معلوم ہوا تو وہ خوش ہو کر کنارے پر اتر آئے۔ ہم نے انھیں تسلی دلائی اس طرف سب لوگ خوش عقیدہ ہیں تو انھیں اطمینان ہوا۔ انھوں نے کشتی سے نکل کر نماز ظہر پڑھی۔ ان کے پاس دراہم تھے جن پر امام مہدی کا نام چھپا ہوا تھا۔ ایک منافق کو جب ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ گھبرا گئے اور جلد واپس لوٹ گئے۔[2]

۳۔ نزہۃ الخاطر میں ہے کہ صاحب زماں (امام غائب) آجکل جزائر مغرب پر حکومت کرتے ہیں۔ ان کا قیام جزیرۃ علقمیہ میں ہے جبکہ طاہر، قاسم، ہاشم، ابراہیم اور عبدالرحمٰن، یہ پانچ ان کے صاحبزادے ہیں اور ہر صاحبزادہ ان جزائر میں سے ایک جزیرہ کا حاکم ہے۔ ان جزائر کے نام یہ ہیں۔ ناعمہ، مبارکہ، صالحیہ،

---

[1] تذکرۃ الائمہ در ذکر جماعتے کہ آنحضرت را دیدند ص۱۴۱ (عقائد جعفریہ ۲/۳۶)

[2] 〃 〃 〃 〃 ص۱۴۲ 〃 〃 ص۲۳۸)

خضریہ، بیضاویہ اور نوریہ[۵۱]

۱۲ ملا فتح اللہ کاشانی کہتا ہے کہ ایک شیعہ شخص نے اپنے والد کے ساتھ سمندر کا سفر کیا۔ راستے میں سرسبز جزیرہ پر پہنچے۔ وہاں کے بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے اپنا نام طاہر بن محمد بتلایا (یعنی امام غائب کا بیٹا) اس نے کہا قرآن شریف کی یہ آیت کہ "ہم نے ہر چیز امام مبین میں محفوظ کر رکھی ہے" میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہے۔ ہم نے وہ شہر سات یوم تک گھوم پھر کر دیکھا پتہ چلا کہ وہ ۲ ماہ کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد وہاں ہم نے ایک اور شہر۔۔۔ "رائقہ" دیکھا سُلْطَانُهَا الْقَاسِمُ بْنُ صَاحِبِ الْاَمْرِ اس کا بادشاہ قاسم تھا امام غائب کا صاحبزادہ، یہ شہر بھی دو ماہ کی مسافت پر محیط تھا اس کے بعد ایک اور شہر "صافیہ" دکھائی دیا جس پر ابراہیم بن صاحب الامر کی حکومت تھی اس کے بعد شہر "ظلوم" تھا جو عبدالرحمٰن بن امام غائب کی سلطانی میں تھا۔ پھر شہر عناطیس دیکھنے کو ملا جس پر ہاشم بن صاحب الامر کی فرماں روائی تھی۔ یہ شہر چار ماہ کی مسافت پر پھیلا ہوا تھا۔ مجموعی طور پر یہ ان پانچ شہروں پر مشتمل مملکت کی حدود اربعہ ایک سال کی مسافت کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ ساری مملکت میں ایک بھی غیر شیعہ نہ تھا سب لوگ تبرا اور ولدیت پر ایمان رکھتے تھے وَلَوْ جُمِعَ اَهْلُ الدُّنْيَا لَكَانُوْا اَكْثَرَ عَدَدًا مِّنْهُمْ عَلٰى اِخْتِلَافِ الْاَدْيَانِ وَالْمَذَاهِبِ

—— اور اگر مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے (مسلم عیسائی یہودی اور بدھ وغیرہ)، تمام اہلِ دنیا اکٹھے کیے جائیں تو اس مملکت کی کل آبادی سے کم ہی رہیں[۵۲]

قارئین! اندازہ کریں کیا ان میں سے کوئی بات بھی عقل کے لیے قابلِ قبول

۵۱ بحر الجواہر ص۵۶ ۵۲ انوار نعمانیہ جلد دوم ص۵۹ نور فی ذکر بلاد (عقائد جعفریہ ۲۴۱/۲)



ہے کیا شام یا مغربی ممالک میں ایسے جزائر ہیں جن کے یہ نام علقمیہ، صالحیہ، عناطیس وغیرہ ہوں۔ کیا دنیا کے نقشے پر کوئی ایسی مملکت ہے؟ پھر یہ کتنا مضحکہ خیز دعویٰ ہے کہ مسلم، عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ، بدھ اور دھریوں سمیت پوری انسانی آبادی اس مملکت کی آبادی سے کم ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں جب انسان زمین تو در کنار دوسرے سیاروں پہ اتر رہا ہے۔ ایسی خرافات پر اعتقاد رکھنا سراسر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ الف لیلوی کہانیاں اس لیے وضع کی گئی ہیں تاکہ قیامت تک بارہ اماموں کی امامت کی بقا ثابت ہو جائے۔ چونکہ شیعوں کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ نے امام مقرر کر دیئے ہیں جو آپ کی جگہ آپ کی خلافت میں حکومت کریں گے اور وہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد ہے تو اس لیے اللہ نے بارہویں امام کو قرب قیامت تک زندہ رکھ دیا ہے۔ مگر حقیقت میں نہ حضرت حسن عسکری کے گھر محمد نام کا بارہواں امام پیدا ہوا اور نہ پردۂ غیبت میں اب تک موجود ہے۔ یہ کہانیاں صرف دل کی تسلی کو وضع کی گئی ہیں اور جب بارہویں امام کا وجود ہی نقش بر آب ہے تو بارہ اماموں کے منصوص من اللہ امام ہونے کی بنیاد بھی از خود ختم ہو جاتی ہے

## امام غائب کے ظہور کا افسانہ

چونکہ مسلمانوں کا یہ اجتماعی عقیدہ ہے کہ آخر زمانہ میں امام مہدی پیدا ہوں گے اور انہی کی موجودگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اتریں گے اور وہ زمین میں عدل و انصاف کی حکومت کریں اور وہ زمین جو ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی، عدل و انصاف سے بھر جائے گی وہ فرشتوں کی مدد سے چالیس سال تک اسلام کا ڈنکا بجا کر وصال کر جائیں گے[۵۱] تو شیعہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کہہ دیتے ہیں کہ وہ ہمارا بارہواں امام یعنی امام غائب ہی امام مہدی بن کر ظاہر

۵۱ الحاکم فی المستدرک، ابو داؤد و دیگر صحاح

ہوگا۔ مگر انھوں نے امام غائب کے ظہور کے بعد جو اس کے کام اور علامتیں بتلائی ہیں وہ بے حد مضحکہ خیز اور اندوہناک ہیں انھیں احادیثِ نبویہ کے مطابق آنے والے امام مہدی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ نعمانی نے امام باقرؒ سے روایت کیا ہے کہ جب قائم آلِ محمد (امام غائب) تشریف لائیں گے تو فرشتوں کے ذریعے اللہ ان کی مدد کرے گا۔" واوّل کسیکہ بااو بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد و بعدازاں حضرت علیؓ ـــــ اور ان کے ہاتھ سب سے قبل بیعت کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور ان کے بعد حضرت علیؓ۔ [1]

۲۔ شیخ طوسی امام رضا سے نقل کرتا ہے کہ حضرتِ قائم (امام غائب) کی علامتِ ظہور میں سے ایک یہ ہے کہ بدن برہنہ درپیشِ قرصِ آفتاب ظاہر خواہد شد ـــــ وہ آفتاب کے سامنے (چمکتے دن میں) ننگے بدن سے ظاہر ہوں گے اور ندا آئے گی کہ یہ ہیں امیر المؤمنین جو ظالموں کو ہلاک کرنے واپس لوٹ آئے ہیں۔ [2]

۳۔ امام جعفر سے روایت ہے کہ مہدیِ اہلِ بیت، مقامِ ابراہیم کے قریب دیوارِ کعبہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے گا اور یہ کہے گا "اے مخلوقِ خدا! یاد رکھو! جو آدم و شیث علیہما السلام کو دیکھنا چاہیئے فہا انا ذا آدم و شیث ـــ تو یہ میں ہوں آدم و شیث، اور جو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السّلام کو دیکھنا چاہتا ہے فھا انا ذا ابراھیم و اسمٰعیل ـــ تو یہ میں ابراہیم بھی ہوں اور اسمٰعیل بھی، اور جو چاہتا ہے کہ عیسٰی و شمعون علیہما السّلام کو دیکھے تو میں عیسٰی بھی ہوں اور شمعون بھی اور جو چاہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین علی مرتضٰیؓ کا

[1] [2] حق الیقین (ملا مجلسی) باب پنجم ص۲۱۹ (عقائد جعفریہ ج۲ ص۲۴۲)



دیدار کرلے فہا انا ذا محمد و امیر المؤمنین ـــــ تو میں محمد بھی ہوں اور امیر المؤمنین بھی۔ پھر جب تورات و انجیل پڑھ کر سنائے گا تو اہلِ تورات کہیں گے کہ کامل تورات اور انجیل تو یہ ہے۔ امام مہدی موجودہ تورات و انجیل سے کئی حصّے زیادہ پڑھ کر سنائے گا۔ پھر جب وہ قرآن پڑھے گا تو مسلمان کہیں گے مکمل قرآن تو یہ ہے۔ کیونکہ امام مہدی قرآن کے وہ حصّے بھی پڑھے گا جو قرآن سے نکال دیئے گئے یا بدل دیئے گئے تھے۔ [1]

۴۔ امام باقر سے روایت ہے کہ جب ہمارا قائم (امام غائب) ظاہر ہوگا تو عائشہ را زندہ کند تا براو حد زند و انتقام فاطمہ را بکشد ـــــ (حضرت) عائشہؓ کو زندہ کرکے ان پر سزا جاری کرے گا تاکہ فاطمہ کا انتقام لے۔ [2]

۵۔ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ الخ یعنی ہم فرعون وہامان کو وہ کچھ دکھا دیں گے جس کا انھیں ڈر تھا (سورہ قصص آیت ۶) کی تفسیر یہ ہے کہ ہم ابوبکر و عمر کو جو وقت کے فرعون و ہامان تھے اور انھوں نے آلِ محمد کا حق غصب کیا تھا، زندہ کریں گے اور جس چیز کا انھیں ڈر تھا وہ انھیں دکھا دیں گے۔ وہ یہ کہ آلِ محمد کی ہاتھوں انھیں قتل کیا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا۔ [3]

۶۔ شیعوں کے مطابق امام غائب نے خود کہا تھا، جب میں ظاہر ہوں گا تو مسجدِ کوفہ کو گرا کر اسے اس کی اصل بنیادوں پر استوار کروں گا اور میں یثرب جاؤں گا وَاُهْدِمُ الْحُجْرَةَ وَاُخْرِجُ مَنْ بِهَا وَهُمَا طَرِيَّانِ فَاٰمُرُ بِهِمَا تُجَاهَ الْبَقِيْعِ وَاٰمُرُ بِالْخَشَبَتَيْنِ يُصَلَّبَانِ عَلَيْهِمَا۔

[1] انوار نعمانیہ جلد دوم ص۹۳ [2] حق الیقین ص۲۱۹ (عقائد جعفریہ ج۲ ص۲۵۲)
[3] حق الیقین ص۲۱۶ باب پنجم در بیانِ اثباتِ رجعت (عقائد جعفریہ ج۲ ص۱۵۱)

اور حجرۂ مبارکہ (روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسمار کر دوں گا اور اس میں وہ جو "دونوں" ہیں انھیں نکال کر بقیع کی طرف لے جاؤں گا وہاں دو تختہ ہائے دار نصب کرا کر ان دونوں کو ان پر سولی دوں گا۔[1] (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

قارئین! آپ خود اندازہ کریں کہ یہ کتنی جھوٹی اور دل آزار باتیں ہیں، ان کا صداقت سے کیا تعلق ہے؟ کیا امام غائب کی شان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جائے گی کہ آپ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے؟ کیا وہ ننگا لوگوں کے سامنے آئے گا؟ کتنی بے شرمی کی بات ہے؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء و مرسلین کی عظمتیں اس میں سما جائیں گی کہ وہ خود کو آدم بھی کہے گا اور شیث بھی ابراہیم بھی کہے گا اور اسماعیل بھی اور وہ خود کو محمد بھی کہے گا اور علی بھی۔ اور کیا وہ اپنی ماں حضرتِ عائشہ رضی کو معاذ اللہ کوڑے لگائے گا اور کیا وہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسمار کر کے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو وہاں سے نکالے گا اور انھیں زندہ کر کے انھیں سولی دے گا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ان ہستیوں کے متعلق تو خود حضرت علی رضی نے ان الفاظ میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا تھا: "مجھے قسم ہے اپنی زندگی کی، بے شک ان دونوں کا اسلام میں برتر مقام ہے اور ان کا دنیا سے اٹھ جانا اسلام کے لیے عظیم ترین صدمہ ہے خدا ان پر رحمتیں برسائے اور بہترین جزا عطا فرمائے۔"[2]

خلاصہ یہ کہ یہ خرافات بارہویں امام کے سارے قصّے کو قطعی غلط قرار دے رہی ہیں اور یہ کہ بارہ اماموں کی منصوص من اللہ امامت ماننے کا عقیدہ سرے

[1] البرہان فی تفسیر القرآن جلد دوم ص۴۰۸، شرح نہج البلاغہ لابن میثم جلد ۴ ص۳۶۲
[2] وقعۃ صفین ص۶۳



سے بے بنیاد ہے۔

# آٹھویں وجہ

## شیعہ کتب کے مطابق خود امام باقر و جعفر نہ جانتے تھے کہ امام مہدی کون ہے اور کب آئے گا؟

پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب حضرت امام حسن کے پر پوتے محمد بن عبد اللہ المعروف نفس زکیہ نے عباسی خلیفہ منصور کے دور میں دعوئ امامت کر کے خروج کیا اور تمام علاقۂ عرب ان کی حکومت میں آ گیا تو ایسے میں سب لوگ انھیں وہ امام مہدی سمجھنے لگے تھے جن کے قربِ قیامت میں آنے کی پیشگوئی احادیثِ نبویہ میں آئی ہے کیونکہ ان کا نام بھی محمد بن عبد اللہ تھا اور کام بھی امام مہدی سے متعلقہ پیش گوئیوں کے مطابق تھے اور وہ تھے بھی آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اس لیے سب لوگ ہی انھیں امام مہدی قرار دینے لگے۔ ایسے میں حضرت امام جعفر صادق نے بھی انھیں امام مہدی تسلیم کیا اور ان کی عزت بجا لائے ـــــ اِنَّ الصَّادِقَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَخَذَ بِرِکَابِہٖ ذَاتَ یَوْمٍ فَقِیْلَ لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ فَقَالَ وَیْحَکَ ھٰذَا مَھْدِیُّنَا اَھْلَ الْبَیْتِ۔

ایک روز حضرت جعفر صادق نے نفس زکیہ کی رکاب تھامی ہوئی تھی جس کے سہارے وہ سوار ہوئے کسی نے حضرتِ جعفر کے اس فعل پر اعتراض کیا یہ کیا؟ آپ نے فرمایا تم پر افسوس! جانتے نہیں ہو یہ ہم اہل بیت کے مہدی ہیں۔[1]

[1] مقاتل الطالبین ص ـــ ذکر محمد بن عبد اللہ۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص۱۰۴ اخبار محمد نفس زکیہ (عقائد جعفریہ ج۲ ص۱۰۱)

پتہ چلا حضرتِ امام جعفر کے ذہن میں امام مہدی کے متعلق ایسا کوئی تصوّر اور اعتقاد نہ تھا جو آج اہلِ تشیع کا ہے۔ نہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ وہ بارہواں امام ہے اور نہ اسے حسن عسکری کے گھر آئندہ پیدا ہونے والا شخص تسلیم کرتے تھے بلکہ آپ کا اعتقاد امام مہدی کے متعلق وہی تھا جو تمام مسلمانوں کا۔ عقائدِ اہلِ سنت کے مطابق ہے۔

اسی طرح شیعہ کتب میں امام باقر سے یہ روایت ہے یَقُوْلُ لَیْسَ بَیْنَ الْقَائِمِ وَقَتْلِ النَّفْسِ الزَّکِیَّۃِ اَکْثَرُ مِنْ خَمْسَ عَشَرَۃَ لَیْلَۃً۔ آپ فرماتے تھے امام قائم کے ظہور اور نفسِ زکیہ کے قتل کے درمیان پندرہ دنوں سے زیادہ وقفہ نہیں ہوگا۔ [1]

امام باقر کے یہ الفاظ بتلاتے ہیں کہ آپ کے ذہن میں امام قائم کے نام والے بارہویں امام کا کوئی تصور نہ تھا ورنہ وہ اپنی موجودگی ہی میں امام مہدی کے قیام کی بات نہ کرتے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بارہ اماموں والے عقیدہ کی بھی آپ کے نزدیک کوئی حقیقت نہ تھی۔

یہاں ایک اور امر بھی بہت فکر انگیز ہے۔ بقول شیعہ حضرت علیؓ نے فرمایا میری پشت میں سے گیارہویں امام کے گھر جو بچہ پیدا ہوگا وہ مہدی ہوگا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا مگر اس کے لیے کچھ دیر غیبت ہوگی اور دنیا حیرانی میں مبتلا ہوگی۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا وہ غیبت کتنی ہوگی؟ آپ نے فرمایا چھ دن، چھ ماہ یا چھ سال [2]

گویا حضرت علی کے نزدیک امام غیب کی غیبت زیادہ سے زیادہ چھ سال تک تھی۔

[1] کشف غمہ جلد ۲ صفحہ ۴۶۲ فی علامات قیام القائم، بحر الجواہر صفحہ ۲۶۳ (عقائد جعفریہ ۲/۲۱۸)

[2] اصول کافی جلد اوّل صفحہ ۳۳۸ کتاب الحجہ (عقائد جعفریہ ۲/۲۱۷)



مگر اب تو امام غائب کو غائب ہوئے بارہ سو سال کے قریب ہو چکے ہیں، شیعوں نے اپنے ہی وضع کردہ اس قولِ علی کی عجیب و غریب تشریحیں کی ہیں جنھیں سن کر ہنسی آتی ہے۔ تفصیل عقائدِ جعفریہ جلد دوم میں دیکھیں خلاصہ یہ ہے کہ بارہ اماموں کی طرح بارہویں امام کی امامتِ منصوصہ تسلیم کرنے کا عقیدہ قطعی بے بنیاد ہے۔

# نوویں وجہ

## اہلِ تشیع بارہ اماموں کی امامتِ منصوصہ پر صرف انہونی حکایتیں لاتے ہیں نصوص نہیں

بارہ اماموں کی امامت کو تسلیم کرنا اہلِ تشیع کے نزدیک اصولِ دین میں سے سب سے بڑا اصل ہے کسی ایک امام کا انکار تمام انبیاء سے انکار کے برابر ہے۔ ایسے میں ضروری تھا کہ ان کے پاس اس کے ثبوت میں قرآن کی واضح آیات ہوتیں یا کم از کم احادیثِ مرفوعہ متواترہ ہوتیں۔ مگر اہلِ تشیع اس کے بجائے شیعہ راویوں کی وضع کردہ وہ حکایات پیش کرتے ہیں جو ان کی اپنی کتبِ اصول کافی استبصار اور من لایحضرہ الفقیہ وغیرہ کے صفحات کی زینت ہیں کیا کوئی صاحب انصاف آدمی ایسی بے اصل کہانیوں کو بھی اتنے بڑے دعوئی کی دلیل مان سکتا ہے تحدیہ ہے کہ ان کی اپنی کتب کے مطابق جب ان کے ائمہ سے اپنی امامت پر کوئی دلیل مانگی گئی تو انھوں نے قرآن یا حدیثِ متواتر کی کوئی نص لاتے کے

للہ (زیادت)

بجائے اِدھر اُدھر کی باتوں کی چند مثالیں پیش ہیں۔

۱۔ حضرت محمد بن حنفیہ نے حضرت زین العابدین (شیعوں کے ہاں چوتھے منصوص من اللہ امام) کی امامت کا انکار کر دیا تو انھوں نے کہا چلو حجر اسود سے چل کر پوچھتے ہیں، چنانچہ شیعہ راوی کے مطابق حجر اسود نے حرکت کی اور کہا اِنَّ الْوَصِیَّۃَ وَالْاِمَامَۃَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بے شک امامت و وصیت علی بن حسین کے لیے ہے۔ [1]

۲۔ اسی طرح جب اہلِ تشیع کے ہاں ساتویں منصوص من اللہ امام، حضرت موسیٰ کاظمؒ کی امامت سے ان کے سگے بھائی عبد اللہ بن جعفر منکر ہو گئے تو حضرت موسیٰ نے آگ جلوائی اور تھوڑی دیر اس کے بھڑکتے شعلوں کے درمیان کھڑے رہے، پھر باہر نکل آئے اور آپ کو کچھ بھی نہ ہوا اور فرمایا بتلاؤ! اس سے بڑی دلیل کیا ہے۔ [2]

۳۔ اہلِ تشیع کے نویں منصوص من اللہ امام محمد بن علی تقی سے کسی نے ان کی امامت کی دلیل مانگی تو ان کے ہاتھ کا عصا بول اٹھا اِنَّ مَوْلَایَ اِمَامُ هٰذَا الزَّمَانِ بے شک میرے صاحب اس زمانہ کے امام ہیں۔ [3]

یہ تین حکایتیں بطور مثال پیش کی گئی ہیں ورنہ ایسی حکایتوں سے شیعوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ امام اپنی امامت کے لیے قرآن کی کوئی آیت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان بطور دلیل کیوں نہیں لاتے تھے اگر ایسی کوئی نص ہوتی تو اسے سب سے پہلے خود امام تو جانتے ہوتے۔ جب ان کے علم میں کوئی نص نہ تھی تو آج کے اہلِ تشیع کوئی نص کہاں سے لائیں گے؟

---

[1] اصول کافی جلد اوّل ص ۳۴۸۔ [2] کشف الغمہ جلد دوم ص ۳۷
[3] 〃 〃 〃 ص ۳۵۳



دوسری بات یہ ہے کہ ان حکایتوں کی وہی کچھ وقعت ہے جو امام غائب کے متعلق پیچھے گزری کہانیوں اور افسانوں کی ہے اور تیسرا قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ ان حکایتوں کو اگر درست مان بھی لیا جائے تو یہ امور زیادہ سے زیادہ ان ائمہ کرام کی کرامات ٹھہر سکتے ہیں اور باب کرامت تو نہایت وسیع ہے بیشتر اولیاء اللہ سے کرامات صادر ہوئیں۔ ان سے ان ائمہ کا عظیم روحانی منصب تو ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی صرف ظنّی طور پر، مگر ان کا اللہ کی طرف سے مقرر کردہ امام ہونا کہ جس کا انکار کفر ہو کیسے ثابت ہوتا ہے۔ ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين۔

# دوسرا عقیدہ

## اہلِ تشیع کے نزدیک امام و خلیفہ کیلئے معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے اور وہ صرف بارہ امام ہیں!

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک مسلمانوں کے حاکم اور صاحبِ ریاست کے لیے گناہوں سے معصوم ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ معصوم ہونا انسانوں میں سے صرف انبیاء کا خاصہ ہے باقی ہر شخص سے گناہ کا صدور ممکن ہے خواہ وہ ولی ہو غوث ہو یا صحابیِ رسول۔ یہ الگ ہے کہ اللہ کسی کو اپنی رحمت کے سہارے گناہوں سے محفوظ کیے رکھے۔ اگر حاکم کے لیے معصوم ہونا ضروری ہوتا تو یہ دستور کیا صرف اس امت کے لیے ضروری قرار دیا جانا تھا، پہلی امتوں میں ایسا دستور کیوں نہ جاری ہوا، بنی اسرائیل میں یہ جاری رہا کہ نبوت حضرت یعقوبؑ

علیہ السلام کی اولاد میں سے لاوی کی ذریت اور آل میں چلا کرتی اور مملکت آلِ یہودا میں۔ اسے ابن جریر نے وہب بن منبہ سے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور عبد بن حمید نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے[1] ان کے ہاں ان کا بادشاہ ان کے ریاستی امور خصوصاً دشمن اور محارب قوتوں کا مقابلہ کرتا اور ان کا نبی بادشاہ کی رہنمائی کرتا تھا۔ اسی دستور کے مطابق حضرت شمویل علیہ السلام کا یہ قول قرآن میں ہے وَاِذْ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا اور جب ان کے نبی نے ان سے کہا تھا کہ اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے[2]

اگر کہا جائے کہ یہ تو پہلی امتوں کا دستور تھا ہمارا کب ہے تو، ہم پوچھتے ہیں بتلائیے اس امت میں اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم کے لیے عصمت کی شرط کہاں بیان کی ہے۔ اگر ہمت ہے تو لائیے کوئی نص، ہمارا دعویٰ ہے آپ کوئی نص نہیں لا سکیں گے۔

بعض اہلِ تشیع یہاں اس آیت سے استدلال لاتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے مختلف امتحانات میں گزارا اور وہ کامیاب ٹھہرے تو اللہ نے فرمایا اے ابراہیم اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا — میں آپ کو لوگوں کا امام بناتا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا میری اولاد میں سے بھی امام بنائے جائیں! اللہ نے فرمایا لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ — میرا عہد (امامت کا منصب) ظالموں کو نہیں ملے گا[3] پتہ چلا ظالم و جابر اور فاسق و فاجر شخص امامت و خلافت کا اہل نہیں

[1] در منثور جلد اوّل ص۳۲۴ طبع مکہ مکرمہ، اس کے علاوہ شیعہ کتب میں سے تفسیر قمی ص۱۷

[2] سورہ بقرہ آیت ۲۴۷ [3] سورہ بقرہ آیت ۱۲۴



ہونا، ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو۔ اور اسی آیت کو پیشِ نظر رکھ کر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نص قرآنی کے مطابق سب سے بڑا ظلم شرک ہے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اسلام سے قبل ایک عرصہ مبتلائے شرک رہے اس لیے وہ امامت کے اہل نہ تھے۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ جملہ مفسرین کے نزدیک اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصب امامت دینے سے یہ مراد ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کی شریعتوں میں آپ کی بعض سنتوں اور بعض احکامات پر عمل کروایا گیا۔ جن میں مناسکِ حج جانور کی قربانی اور حجامت وغیرہ کے احکامات شامل ہیں۔ آیۂ مبارکہ اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا۔ اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس تشریح کے مطابق آیت میں عہد سے نبوت مراد ہے کہ اے ابراہیم! آپ کو تو نبوت کا وہ خاص مقام عطا فرمایا گیا کہ آئندہ آنے والے انبیاء آپ کی اتباع کریں گے مگر آپ کی ذریت میں سے ظالموں کو سرے سے نبوت دی ہی نہیں جائے گی۔ اور اگر عہد سے امامت و خلافت مراد لی بھی جائے تو مطلب یہ ہے کہ فاسق و فاجر لوگ اس منصب کے اہل نہیں کسی بدکردار کو خلافت نہ سونپی جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ خلیفہ وہ ہونا چاہیئے کہ اس سے صدورِ گناہ ممکن نہ ہو۔ تفسیر قرطبی وغیرہ نے اس طرح تفسیر کی ہے:۔

یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ یَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَیَسْتَمْتِعُ فِیْهَا الْكَافِرُ وَیُجْمَعُ بِهِ الْفَیْءُ وَیُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ وَتَاْمَنُ بِهِ السُّبُلُ حَتّٰی یَسْتَرِیْحَ بَرٌّ وَیُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔ یہ ضروری ہے کہ لوگوں پر کوئی حاکم مقرر ہو خواہ وہ نیک ہو یا بد، تاکہ اس کی حکومت میں مومن آخرت کے لیے

عمل کر سکے اور کافر اس دنیا سے فائدہ اٹھالے، حاکم ہونے کی وجہ سے مالِ غنیمت کفار سے وصول ہوتا رہے گا، دشمن کے خلاف جہاد ہو سکے گا، راستے پُرامن رکھے جا سکیں گے تا آنکہ نیک حاکم تو راحت پائے گا اور بدکردار حاکم سے (اس کی موت یا اس کے معزول کیے جانے کے سبب) لوگوں کو راحت ملے گی۔ [1]

حضرت علیؓ کا یہ ارشاد تمام جھگڑے ختم کر دیتا ہے۔ اے کاش! کوئی سمجھنا چاہے تو۔

رہا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم مبتلائے شرک رہنے کے سبب محروم از اہلیتِ خلافت تھے تو جاننا چاہیئے آیت کا مطلب یہ کہ بالفعل مبتلائے ظلم ہونے کی حالت میں کوئی شخص امام و خلیفہ نہیں بن سکتا۔ یہ نہیں کہ وہ زندگی بھر ظلم کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ آیاتِ قرآنیہ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۔ سورہ مائدہ آیت ۶۵ (اور اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کر لیں تو ہم ان کے گناہ معاف کر دیں گے) قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ — انفال آیت ۳۸ (کافروں سے کہہ دیں اگر وہ کفر سے باز آ جائیں تو ان کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے) اور ایسی ہی دیگر آیات بتلا رہی ہیں کہ اسلام لانے سے پچھلے سب گناہ مٹ جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وحشی اسلام لانے کے بعد اپنے سابقہ گناہوں کے بارہ میں ڈر رہا تھا کہ شاید میری مغفرت ہو کہ نہ ہو تب اللہ نے اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا والی آیت نازل کر کے بتلایا کہ اسلام لانے سے پچھلے سب گناہ مٹ جاتے ہیں۔ [2]

---

۱ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۰ صفحہ ۸۳ (عقائد جعفریہ ۱۷۵/۲) ۲ مجمع البیان صفحہ ۳۰/۵۔



## کیا بارہ ائمہ اہلِ بیت حقیقتاً معصوم تھے اور کیا وہ خود کو معصوم سمجھتے تھے؟

اس سوال کا جواب قطعی نفی میں ہے۔ حضرت علیؓ سے لے کر حضرت حسن عسکریؒ تک تمام ائمہ اہلِ بیت میں سے کسی نے بھی خود کو معصوم نہیں قرار دیا۔ بلکہ وہ شیطان کے داؤ سے بچنے کے لیے ہر وقت لرزتے اور دستِ بدعا رہتے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لَا تَكُفُّوْا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ اَوْ مَشُوْرَةٍ بِعَدْلٍ فَاِنِّيْ لَسْتُ فِيْ نَفْسِيْ بِفَوْقِ اَنْ اُخْطِئَ وَلَا آمَنُ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِيْ اِلَّا اَنْ يَّكْفِيَ مِنْ نَّفْسِيْ ۔ مجھے حق بات کہنے اور عادلانہ مشورہ دینے سے مت روکو میں خود کو خطاء سے بری نہیں سمجھتا اور نہ ہی مجھے اپنے افعال میں خطاء سے بے خوفی کا دعویٰ ہے۔ اِلّا یہ کہ اللہ میری حفاظت کرے [1]

۲۔ حضرت زین العابدینؒ فرماتے ہیں بدگمانی اور ضعفِ یقین کے سلسلے میں شیطان نے میری باگ ڈور سنبھال رکھی ہے۔ مجھے یہ شکوہ ہے اس کی بری صحبت کا۔ اور یہ کہ میرا نفس اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اے اللہ میں اس کے تسلط سے آزاد رہنے کے لیے تیری پناہ چاہتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ اس کا دامِ فریب مجھ سے دور رکھا جائے۔ [2]

۳۔ حضرت زین العابدین ہی فرماتے ہیں۔ اے اللہ جب میری عمر شیطان کی چراگاہ بن جائے تو مجھے اپنی طرف اٹھا لینا۔ اس سے قبل کہ تیرا عذاب میری

---

۱ نہج البلاغہ خطبہ ۲۱۶ ص ۲۳۵ (عقائد جعفریہ ۴۰/۲)

۲ صحیفہ کاملہ (عقائد جعفریہ ۴۰/۲)

طرف سبقت کر جائے یا تیرا غضب مجھ پر آ پڑے[1]

۴۔ امام جعفر فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم تو صرف اللہ کے بندے ہیں، اس نے ہمیں پیدا فرمایا اور ہمیں چُنا، ہم کسی نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے، اگر وہ ہم پر رحمت کرتے تو یہ اس کا احسان ہے اور عذاب دے تو وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوگا۔ اللہ پر ہمارا کوئی دعویٰ نہیں اور نہ اس سے ہمیں کسی دم بے نیازی ہے، ہم نے مرنا بھی ہے۔ ہم دفنائے جائیں گے پھر روزِ حشر اٹھائے جائیں گے اور دربارِ الٰہی میں ہمیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ جنھوں نے ہم پر بہتان تراشی کی ہے (کہ ہم خود کو معصوم سمجھتے ہیں) خدا ان پر لعنت کرے۔ انھوں نے اللہ و رسول کو ایذا دی ہے۔ امیر المؤمنین سیدہ فاطمہ، حضرت حسن و حسین، حضرت زین العابدین اور امام باقر کو ان کی قبروں میں تڑپایا ہے[2]

ائمہ اہلِ بیت کے ان اقوالِ کریمانہ کے علاوہ ان کے افعال بھی ان کے غیر معصوم ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ شیعہ کتب بتلاتی ہیں کہ امام حسن کے دستِ امیر معاویہ پر بیعت کرنے کے عمل پر امام حسین کو افسوس اور ناراضگی تھی کہ وہ فرماتے تھے لَوْجُزَّ اَنْفِیْ كَانَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا فَعَلَهٗ اَخِیْ۔ اگر میری ناک کاٹ دی جائے تو یہ میرے لیے اس سے بہتر ہے جو میرے بھائی نے کیا ہے[3]

اب اہلِ تشیع کے نزدیک دونوں بھائی معصوم عن الخطاء ہیں مگر اس معاملہ میں دونوں میں اختلاف ایک خطاء پر ہے تو پھر معصوم عن الخطاء ہونے کا دعویٰ کیسے قائم رہ سکتا ہے۔

---

[1] صحیفہ کاملہ ص۱۳۱ (عقائد جعفریہ ۱/۲ ۳) [2] رجال کشی ص۱۹۶ (ایضاً ۱/۲ ۳۱) [3] اعیان الشیعہ جلد اوّل ص۶۵، مقتل ابی مخنف ص